السابقون الاولون من المهاجرین والانصار والذین اتبعوهم باحسان رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنہم فی الارض کما استخلف الذین من قبلہم ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثہا عبادی الصلحون۔

خلافت راشدہ

حصہ اول

مصنف

حضرت مولانا ابوالفضل مولانا مولوی عبد الکریم صاحب مرحوم و مغفور

محمد فخر الدین احمدی ملتانی مہتمم احمدیہ کتاب گھر

قادیان دار الامان نے شائع کیا

ماہ نومبر سنہ ۱۹۲۲ء

وزیر ہند پریس امرتسر میں باہتمام بھائی بہادر سنگھ منیجر پرنٹر چھپی

بار سوم — تعداد (۵۰۰) — قیمت ۸ر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ڈیڈی کیشن

میں اس کتاب کو مزین کرتا ہوں نام نامی [illegible]

اقدس میرزا غلام احمد مسیح [illegible] ی

مسعود (علیہ السلام) کے [illegible] ب[illegible] لانظیر خدمت کے

جو جناب ممدوح کے ہاتھ سے جدید علم کلام کی ایجاد سے

دین اسلام کی نسبت ظاہر فرمائی چنانچہ یہ خدمت بھی جو اس کتاب

خلافت راشدہ سے عیاں ہوئی ہے اسی علم کلام سے

استفاضہ کا قابل قدر نمونہ ہے۔ خدا تعالیٰ حضرت ممدوح کا ناصر

و مولیٰ ہو کہ آپنے اس زمانہ میں اسلام کی لاج رکھ لی ہے۔

(میں ہوں)

حضرت ممدوح کا ایک ناچیز خادم عبد الکریم (سیالکوٹی) دارالامان قادیان

۱۵ ربیع الثانی سنہ ۱۳۲۰ھ ۲۲ جولائی سنہ ۱۹۰۲ء

فہرست مضامین

ضمیمہ نمبر ۱

خلافت راشدہ کی علامات اور صفات اور نتائج اعمال

ایک شیعہ صاحب کے نام خط

تمہید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلحَمدُ لِلّٰہِ رَبِّ العٰلَمِینَ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ مٰلِكِ یَومِ الدِّینِ اِیَّاكَ نَعبُدُ وَاِیَّاكَ نَستَعِینُ اِهدِنَا الصِّرَاطَ المُستَقِیمَ صِرَاطَ الَّذِینَ اَنعَمتَ عَلَیهِم غَیرِ المَغضُوبِ عَلَیهِم وَلَا

الضَّآلِّینَ

باعث اول لکچر کا اثر ہوا

جنوری سنہ ۱۸۹۶ء میں بعض تحریکوں سے میں نے سیالکوٹ میں ایک لکچر دیا جو ۸- اپریل سنہ ۱۸۹۶ء میں اثبات خلافت شیخین کے نام سے شائع ہوا۔ اشاعت کے چند ہی مہینوں کے بعد اس لکچر کے مفید اور موثر ہونے کی نسبت کئی خط میرے نام آئے بیسیوں بزرگ شیعوں کے پاس میں نے اور میرے

دوستوں نے اسے بھیجکر ان سے چاہا کہ وہ حق جوئی اور انصاف پسندی سے اسکی تائید یا تردید کریں مگر کسی کو توفیق نہ ملی کہ کوئی ایک امر بھی اسکے ہاتھ اور قلم سے صادر ہوتا۔ لاہور کے بڑے مجتہد مولوی ابو القاسم اور ان کے بیٹے علی حائری نے اپنی راہ و رسم کی تائید و اشاعت میں خاص جوش اور سرگرمی دکھائی ہیں اور نوجوان حائری آئے دن کوئی نہ کوئی رسالہ شایع بھی کرتے ہیں مگر اسکے مقابل قلم اٹھانیسے وہ بھی اپنے دوسرے ہمجنسوں کیطرح پیچھے ہٹتے رہے۔ یہ رسالہ (لیکچر) تشیع پر خوفناک کاری حربہ کی شکل میں نمودار ہوا تھا۔ اسلئے کہ عام اور مُبتذل طریق کے خلاف یہ مرد میدان قرآن کریم کے میگزین سے ہتھیار لیکر اور دل ہلا دینے والی تیاری اور اقدام سے نکلا تھا۔ غیرت [illegible] کا تقاضا ہونا چاہیئے تھا۔ کہ شیعہ اعراض کرکے خاموشی کے تاریک گوشہ میں بیٹھے نہ رہتے۔ بٹالہ کے ایک مولوی زین العابدین نے بھی

تالیف ثانی کی ضرورت کیوں پیش آئی

اس دراز عرصہ میں کئی دفعہ دھمکی دی۔ کہ وہ اسکا جواب لکھیں گے اور کبھی یہ اظہار کیا کہ وہ لکھ بھی چکے ہیں چھپنا باقی ہے۔ مگر اب تک کچھ بھی نہیں کیا۔ بٹالوی صاحب کبھی راولپنڈی کے علاقہ میں کبھی شاہ پور کے ضلع میں اور کبھی پٹیالہ کی ریاست اور دیگر مقامات میں اکثر دورہ کرتے اور سادہ دل مسلمانوں کو راہِ حق سے دور پھینکنے کی بہت کوشش کرتے ہیں ان کی اس کارروائی نے چارہ کار کیلئے بہت سے خطوط اطراف سے میرے پاس بھجوائے اور مجھے اس لیکچر کو دوبارہ لکھنے اور اسپر اضافہ کرنیکی تحریک کی۔ اس نئی صورت یا تالیف ثانی کو بھی اس مقام تک پہنچا کر دو سال سے میں نے چھوڑ رکھا تھا اور اس اثنا میں مختلف امراض کے حملوں اور بعض دیگر وجوہ کے سبب سے میں اپنے مقصود کے موافق اسے اس حد تک پورا کرنے پر قادر نہ ہو سکا۔ مجھے ازبس ضروری معلوم ہوتا تھا۔ اور اس وقت تک بھی دل میں بڑا جوش تھا۔ کہ **استخلاف** پر ایک مبسوط اور مستقل مضمون لکھکر اسکے ساتھ پیوند کروں جسکے بغیر یہ رسالہ اس دوسری ترقی یافتہ صورت میں بھی ناقص ہے اور اسپر مکمل نوٹ اور مادہ میرے پاس موجود بھی ہے مگر دوستوں کے اصرار اور خاصکر میرے عزیز دوست شیخ یعقوب علی کے الحاح نے مجھے مضطر کیا کہ بالفعل اسی قدر پہلے حصہ کے نام سے شایع کیا جائے۔ دلی آرزو ہے کہ اللہ تعالیٰ سے توفیق پاکر دوسرے حصہ کو شایع کر سکوں۔ میرے برگزیدہ دوست میرے لئے خدا سے توفیق چاہیں۔ اور عقدِ ہمت سے دعا کریں اگر وہ حصہ مجھ سے پورا نہ ہو سکا تو یقیناً میں اپنے تئیں ابطال باطل اور احقاق حق کے فرض سے سبکدوش نہ سمجھونگا۔ اگرچہ میں کامل بصیرت اور ذوق سے جانتا ہوں کہ اُس آدم کش **کوبرہ** (کفچہ دار سانپ) کو زخمی اور بیکار کر دینے کے لئے یہ پتھر بھی کاری اور گراں وزن ہے مگر میں صاف اقرار کرتا ہوں کہ دوسرے حصہ کی مساعدت اور انضمام کے بغیر یہ حصہ اس قابل نہیں کہ اس خطرناک **نہاش یا خناس** کے سر

پوری طرح کچل ہی دے۔

اس کا نام خلافت راشدہ کیوں رکھا گیا

اب میں اس لیکچر کو کتاب کہتا اور اس کتاب کا نام **خلافت راشدہ** تجویز کرتا ہوں۔ **اثبات خلافت شیخین** ناقص اور غلط نام تھا۔ اور تانی اور رویت سے الگ ہو کر عجلت کے مونھ سے وہ نام رکھا گیا تھا۔ مجھے سخت اضطراب تھا۔ کہ اسکے نام رکھنے سے میں نے گناہ کا ارتکاب کیا۔ اسلئے کہ خدا تعالیٰ کی حکیم کتاب اور اسکے فعل بدیع کی ثابت کردہ خلافت کو گمزوری اور شبہ کا تختۂ مشق بنانا ہے۔ جب ایک ضعیف اور نادان انسان یہ دعوے کرے یا اظہار دے کہ وہ اپنے دلایل سے اسکے [illegible] کرتا ہے۔ میرا شرح صدر ہے اسپر یقین اور ایمان ہے کہ ابوبکر اور آپکی جماعت کی خلافت وہ خلافت ہے۔ کہ جسپر قرآن کریم کے نصوص بیّنہ یعنے خدا کے کلام کی اور پھر اس کے متقدرانہ حکیمانہ فعل یعنی کام کی [illegible] ہوئی ہے اور یہ خلافت ویسی ہی منصوص اور صاف صاف ہے جیسے کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت و نبوت۔ اسی بنا پر میں اس دوسرے نام سے محبت رکھتا اور اُسے زبان پر لاکر [illegible] لطف اٹھاتا ہوں۔

میں نے اسکی تالیف میں خشیۃ اللہ کو کسقدر مد نظر رکھا

میں اس کتاب کے لکھنے میں پہلے بھی اور اب بھی صدق دل سے راستی کی حمایت مد نظر رکھتا ہوں۔ میں نے کئی سالوں سے دن اور رات کی مختلف گھڑیوں میں خدا تعالےٰ کے حضور میں کھڑے ہوتے ہول دہر اس کو نصب عین رکھکر اس مضمون میں غور و فکر کی ہے۔ و لگداز خشوع و خضوع کے ساتھ قدوس خدا سے دعائیں مانگی ہیں۔ کہ وہ اس راہ میں مجھے ناجائز جذبات اور بیجا طرفداری کا مغلوب ہوجانے سے محفوظ رکھے بارہا ایسا اتفاق ہوا کہ ایک مضمون دل میں گزرا اور سمجھ میں آیا کہ باطل کے ابطال کیلئے یہ تیز حربہ ہے۔ مگر دقایق تقویٰ کی رعایت جو لا تقف ما لیس لک بہ علم کی نہی سے ایک مومن کے دل میں پیدا ہوتی ہے سختی سے روکتی کہ اکابر شیعہ اور سلف کی مصنفات کو تدبر سے پڑھنا اس کام کے لئے ازبس ضروری ہے ممکن ہے کہ کسی تیز بین خدا ترس نے محض حق کی خاطر اس تیرے اعتراض کی تردید میں کچھ کہا ہو۔ اس احساس نے مجھے شتاب کاری اور کورانہ تعصب کی کارروائی سے قطعاً روک دیا اور اس خیال کی ذکاوت کا اسقدر غلبہ ہوا کہ میں نے اپنے بصیرت کے بغیر اس راہ میں قدم مارنے سے کنارہ کشی کا عزم کر لیا مگر میں اس جوش کو دیکھکر جو خدا تعالےٰ کی طرف سے میرے دل میں ۲۵ سال سے ڈالا گیا تھا اس یقین سے سرشار تھا۔ کہ حکمت اور قدرت کی یہ تحریک یوں ہی فوری ابال نہیں بلکہ مقدر معلوم ہوتا ہے۔ کہ مجھ سے کوئی بڑا بھاری کام لے

مولوی نورالدین صاحب نے مجھے کیا مدد دی

میں انتھک اصرار اور الحاح سے اپنے محسن و مخدوم **مولوی نورالدین صاحب** سے

درخواست کر رہا ہوں۔ کہ وہ مجھے ایسا سامان اور مواد بہم پہنچا دیں جو مجھے اس راہ میں بصیرت کیساتھ قدم مارنے کا فخر بخشے اور میں خدا اور خلق کے نزدیک اس بات کے کہنے کے قابل ہو جاؤں کہ میں نے خوب دیکھ بھال کر خدا کے رضا کے حاصل کرنے اور خلق خدا کی نصح کیلئے باطل کو باطل سمجھکر اسکی تردید اور حق کو حق دیکھکر اسکی تائید کی ہو۔ خداوند کریم مولوی صاحب کی جزا ہو۔ کہ ان کی تلاش اور کوشش سے مجھے بڑے نامی گرامی شیعہ **حلی** کی **الفین** اور کافی **کلینی** اور **انارۃ البصائر** (اس شخص نے خدا کے برگزیدوں پر وار کرنے میں ناخنوں تک زور لگایا ہے۔) اور دیگر کتب کے پڑھنے کا موقعہ ملا انکو پڑھنے سے مجھے اپنی پہلی تحقیقات اور عقاید اور ایمان میں بڑی قوت ا[illegible]یدی۔ اور اب سے میں راستی کی حمایت میں پورے سکون اور قرار اور ذوق اور جمعیت اور طمانیت اور بصیرت کیساتھ کھڑا ہوا ہوں۔ اور اس کتاب کو اللہ تعالیٰ کے حضور میں اس دن کے لئے جبکہ بہت سے دل کرب اور بیتابی سے دھڑکنے لگ جائیں گے اور اعمال سے تہیدستی عرقِ تشویش میں ناک تک ڈوب جائیگی شفاعت اور نجات کا ذریعہ سمجھتا ہوں۔

میں بہت غور اور تحقیق کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں۔ کہ خدا کے کلام اور کام سے بہتر اس باطل کے ابطال کے لئے اور کوئی حربہ نہیں۔ افسوس جہاں شیعوں نے اپنے امر کا پورا مدار افسانوں اور روایتوں پر رکھا ہے۔ سنیوں نے بھی اُن کے مقابل روایت ہی سے کام لینے میں کوشش کی ہے۔ شیعوں کو تو قصوں اور روایتوں سے استدلال و استخراج کرنیکے سوا اور کوئی راہ نظر ہی نہیں آسکتی تھی۔ اسلئے کہ خدا کا کلام اور کام انہیں نزدیک آنے نہیں دیتے تھے۔ مگر افسوس اہلسنت نے بھی اسی کمزور اور کند حربہ سے کام لیا۔ جو اگرچہ شیعیت کی نسبت زیادہ تر تیز اور عمدہ جوہر کا لوہا رکھتا تھا مگر اس سے شیعیت کی رگ حیات کٹ نہ سکی۔ اور یوں ہی تھوڑی سی خراش یا خفیف سے زخم کے بعد اسمیں پھر گستاخی اور ہنگامہ آرائی کی قوت پیدا ہو جاتی۔ ہر صدی میں مسلمانوں نے اس زہریلے سانپ کا مقابلہ کیا مگر افسوس کوئی ایسا شجاع پیدا نہ ہوا جو اسکی کچلیاں نکال ہی ڈالتا۔ اس گوبرہ نے آدم کے لاانتہا فرزندوں کی ایڑیوں کو ڈس کر بیشمار خاندانوں کو خاک و خون میں ملا دیا۔ مگر خدا کی حکمت اسے مہلت دیتی رہی اسوقت تک اُسے چھوڑ دیا۔ اور اب وقت آگیا ہے کہ یہ باطل بھی اپنے تمام لشکروں سمیت حق کے مقابل شکست کھا کر ذلت اور رسوائی کے گڑھے میں گر جائے۔

سنیوں کی غلطی سے شیعیت کو اتنی مہلت ملی

میں حق پوشی بجاؤں گا۔ اگر میں اس موقعہ پر حضرت شیخ الاسلام ابن تیمیہ رضی اللہ عنہ کی مساعی جمیلہ کا ذکر نہ کروں۔ حضرت شیخ نے حلی شیعی کی کتاب منہاج الکرامہ کے جواب میں بڑی زبردست کتاب

منہاج السنۃ نام لکھی اور عجیب حملوں سے باطل کے قلعہ کو خا [illegible]
ہاتھوں نے اس کی اشاعت کی راہ میں روکیں ڈالدیں اور خاص اور معدودے لوگوں کے سوا اس سے
کوئی مستفید نہ ہوسکا اور فائدہ عامہ کے لحاظ سے اسکا ہونا نہ ہونا برابر ہوگیا۔ مَیں وثوق سے کہتا
ہوں کہ اگر مسلمان بادشاہ یا امرا اسکی تائید اور اشاعت کی فکر کرتے تو بہت مدت سے کم سے کم اتنا تو ہوجاتا
کہ باطل وار کرنے میں چالاکی نہ دکہاتا۔ مصر کے جوانمردوں کیلئے جو پُرانی پُرانی قیمتی کتابونکو چھاپ کر
مسلمانوں پر بہت بڑا [illegible] ان کر رہے ہیں۔ عمدہ وقت ہے۔ کہ منہاج السنہ کے صحیح نسخے تلاش کرکے خوب صفائی
اور [illegible] ہمارے مکرم مولوی صاحب نے مدتوں کی تلاش کے بعد دو تین نسخے ہم تو پہنچائے
ہیں [illegible] بہت غلط اور متعدد مقامات میں ناقص ہیں۔ بہرحال حضرت شیخ الاسلام نے راستی
کی تائید میں [illegible] کوشش کی۔ اللّٰھم فاطر السمٰوات والارض یا الٰہ ادم و
من بعد [illegible] النبیین و [illegible] رب محمد واصحابہ صلے اللہ علیہ
وعلیہم اجمعین اجزا الشیخ عنی وعن الاسلام خیرا لجزاء
وارض عنہ وارضہ۔

ہمارا مقابلہ اسوقت دو متوازی خطوں پر یکساں چلنے والے مذہبوں سے ہے۔

اس وقت ہمارے سامنے دو باطل ہیں جو شوخی اور بے باکی سے
میدان میں نکل کر دلیرانہ جنگ کے دعوے کرتے ہیں۔ وہ ہیں شیعیت
اور عیسویت مگر یہ خدا کے فضل کی بات ہے۔ اور در حقیقت راستی کی تائید کے لئے خدا کی غیرت
کی قصداً ایسی کارروائی ہے کہ ان دونوں ملمع جھوٹوں اور ریت کے بتوں کو خدا کے کلام اور کام سے
سہارا نہیں ملتا۔ عیسویت جس انسان خدا اور ناتواں بعلم مخلوق معبود کو پیش کرتی اور نجات کیلئے اس
کے تجسم اور صلیب اور لعنتی موت کو فرض کرتی اور عقیدہ کے طور پر پیش کرتی ہے خدا کی پہلی کتابیں اس
عقیدہ پر بنگالہ کی برسات کے قطروں کے برابر لعنت بھیجتی ہیں۔ ان کتابوں میں کوئی اشارہ
تک پایا نہیں جاتا۔ کہ کسی نبی نے کبھی خبر دی ہو کہ خدا کسی زمانہ میں انسان کا جامہ پہن کر
دُنیا میں آئے گا۔ عورت کے پیٹ سے پیدا ہوگا۔ اور معمولاً ناتوان گود میں فانی دودھ سے
پرورش پاکر بالآخر صلیب پر لعنتی موت سے مارا جائے گا۔ سو اس باطل کا مقابلہ بہت
ہی آسان ہے اور عقلی دلایل کے وسیلہ سے بات کو دُور تک لیجانے اور گفتگو کے دامن
کو خواہ نخواہ پھیلانے کی ضرورت لاحق نہیں ہوتی۔ اِدھر اُدھر کی خود تراشیدہ باتوں اور
افسانوں کو چھوڑ کر اصل توریت کیطرف رجوع کرنا ہی عیسویت کے بُت کو ٹکڑے ٹکڑے

کرنے کے لیے کافی ہے۔ بہت جلد یہی مطالبہ کیا جائے۔ اور دوسری طرف رُخ کرنا حرام کر دیا جائے کہ توریت کے راستباز نبیوں کی تعلیم میں خدا کے تجسم اور مصلوبیت کی لعنتی موت کا ثبوت دو اور ثابت کرو کہ کسی زمانہ میں توریت کے وارثوں میں کوئی ایسی قوم یا افراد ہوئے ہیں جنہوں نے توریت سے کبھی ایسا سمجھا ہو۔ اسی طرح شیعیت اپنا سارا مدار افسانوں اور کتھا کی کتابوں پر رکھتی ہے جن کا نام اس نے آئمہ کی روایتیں اور حدیثیں رکھا ہوا ہے قرآن کو طرح طرح کے پیرائیوں میں کم وزن کیا گیا ہے کبھی ایک پُر جوش شیعہ بیاض عثمانی کہہ کر اسے خفیف کر دیتا ہے اور اس سے سند لینے سے بے پرواہ بنتا ہے اور کبھی کوئی بزرگ یہ کہکر اسکی طرف رجوع کرنا بے سود محض سمجھتا ہے۔ کہ قرآن خدا کی خاموش اور گنگی کتاب اور علیؓ خدا کی گویا کتاب ہے۔ اور یہ اعتقاد ظاہر کیا جاتا ہے کہ قرآن موم کی ناک ہے جدھر چاہو پھیر لو۔ اور خدا کے فعل یا سنت اللہ سے تو استدلال کرنا حرام جانتے ہیں۔ چنانچہ حدیقۃ البصائر صفحہ (۲۸۸) میں لکھتا ہے کہ "مدار سارا اخبار پر ہے عقلی دلایل کچھ نہیں"۔ اور حقیقت میں ضروری تھا کہ شیعہ اس سچے حکم عدل اور نور سے فیصلہ لینے میں کوتاہی کرتے اور اسکی طرف قدم بڑھانے کی توفیق ان سے چھینی جاتی۔ اسلئے کہ خدا کی حکمت نے قرآن کی اشاعت کا ذریعہ حضرت ابوبکر کی جماعت کو بنایا۔ اور حضرت ابوبکر کی نسبت ایسے عقیدہ کے ہوتے کیونکر ممکن تہا کہ شیعہ فیصلہ کا سارا مدار بلکہ کچھ بھی قرآن پر رکھتے۔ سو میں خدا کے بندوں اور راستی کے حامیوں کو تاکید کہتا ہوں۔ کہ اس قوم کے مقابل قرآن کے ہتھیار پہنکر نکلو۔ اور یقیناً یاد رکھو کہ حق کی راہ کو ان کانٹوں سے پاک صاف کرنا کچھ بھی مشکل نہیں۔ شیعیت کا مقابلہ مسلمانوں کو عیسویت کے مقابلہ سے بھی زیادہ آسان ہے۔ ان دونوں کے فرضی بتوں میں تفریق کرنا سخت مشکل ہے۔ کہ ان میں زیادہ بودا اور بہت جلد ٹوٹ جانیوالا کون سا ہے اس سے دہوکا نہ کھاؤ کہ کبھی کبھی یہ لوگ قرآن کی آیتیں بھی پیش کرتے ہیں جیسے حلی شیعی دو ہزار آیتیں اپنے عقیدہ کی تائید میں لایا ہے میں سچ سچ کہتا ہوں کہ دو ہزار میں سے ایک بھی اسکے باطل اور بطلان کی تائید نہیں کرتی۔ اصل بات یہ ہے کہ

> شیعوں نے قصوں کے بدلے میں قرآن کو کیوں چھوڑا۔

ل کافی کلینی میں سب سے پہلے عقل کی فضیلت میں مبسوط باب باندھا گیا ہے۔ اور دیباچہ میں لکھا ہے کہ قرآن کے سوا اور کسی شے سے تمسک نہیں کرنا چاہیے۔ مگر افسوس خود کلینی اور اسکی قوم نے ان دونوں پیشیروں سے کبھی مشورہ نہیں لیا میں نے بحمد اللہ اس تمام کتاب میں ان ہی دو گواہوں کی شہادت سے کیا ہے جو کچھ کیا ہے کیا مجھ سے توقع رکھنی چاہیے۔ کہ اب کوئی رشید ان میں سے اٹھے گا۔ جو باطل کی کمزور تار و پود کو توڑے گا۔ منہ

قرآن کی کوئی آیت تشیع کی تائید نہیں کرتی۔

عامۂ مومنین کی صفات اشتراکی [illegible] انہیں یہ لوگ بلا استحقاق ایک فرد واحد پر جماتے ہیں چنانچہ یہ آیت ویطعمون الطعام علی حبہ مسکیناً ویتیماً واسیراً۔ اور اس قسم اور قبیل کی بہت سی آیتیں ان کے بے بنیاد اور غیر معقول عقیدہ کے نزدیک ساری کی ساری بڑی وضاحت سے حضرت علی کی شان میں نازل ہوئی ہیں اور مثلاً یہ آیت ویؤتون الزکوۃ وھم راکعون اس کی نسبت بڑے فخر سے انکے اگلے پچھلے دعوے کرتے ہیں کہ حضرت علی کی شان میں اتری ہے۔ کافی کلینی اور انارۃ البصائر میں اسے گل سر سبد مانگ[illegible] روایات عادتاً یہ شان نزول تراشا گیا ہے کہ ایک روز حضرت علی نماز میں مصروف [illegible] ایک سایل نے کچھ مانگا۔ آپ نے اپنا ہاتھ رکوع کیحالت میں اسکی طرف بڑہایا کہ انکی انگلی [illegible]ٹھی اتار لے۔ اس چند پیسوں کی انگوٹھی کا خدا نے وہ مول ڈالا کہ عرش اور فرش پر آپکی جود و سخا اور ایثار کے غلغلے بلند ہوئے۔ عجیب بیداد گر قوم ہے حضرت ابوبکر کے چالیس ہزار دینار (آجکل کے حساب سے تین لاکھ ساٹھ ہزار) کو جو مکہ کی پرمحنت اور پرفتنہ زندگی میں انہوں نے اسلام کی تائید میں خرچ کیے۔ اور مظلوم غلاموں کو کفار کی غلامی کے بے رحمانہ جوئے سے آزاد کیا اور حضرت عثمانؓ کے جیش العسرت[1] کی گراں قدر امداد کو اور ایسا ہی بہت سے نازک وقتوں میں لانظیر امداد کو خاک میں ملاتے ہیں اور صریح ظلم سے ایک معمولی چھلّے کو آسمان پر چڑہاتے ہیں میرا یہ مذہب نہیں اور نہ یہ میرا طریق ہے اور نہ کسی دانشمند محقق کا ہوسکتا ہے کہ میں انسان کے ہاتھوں کی تراشی ہوئی روایتوں اور ہوا و ہوس سے آلودہ قصّوں کو حق کی رفیع الشان عمارت کیلئے بنیادی پتھر قرار دیتا ہوں میں جیسے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ثبوت نبوت اور منجانب اللہ ہونیکے لئے خدا کے کلام اور خدا کے کام کو کافی سمجھتا اور صاف شاہد پاتا ہوں اسی طرح ایک بال بھر کی تفاوت کے بغیر خدا کے کلام اور خدا کے کام کو اسلام کے آدم اول سیدنا وحبیبنا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد اسلام کے آدم ثانی حضرت صدیق اور آپکی جماعت کی تائید میں بیّن شاہد اور مؤید دیکھتا ہوں۔ چنانچہ اس کتاب میں خدا کے فضل سے جابجا اس دعوے کا ثبوت دیا گیا ہے کوئی بھی حدیث کوئی روایت کوئی قصہ اور کتھا یا بلفظ دیگر کوئی بھی شان نزول دنیا میں نہ ہو۔ بخاری نہ ہو۔ مسلم نہو۔ ابوداؤد نہ ہو۔ ترمذی نہو۔ ابن ماجہ نہ ہو۔ اور سارے مجموعے اور مسندیں اور انکے مستدرکات سے کوئی بھی نہ ہو۔ حق اور حقیقت کو ذرہ بھر ضرر نہیں پہنچتا۔ دو گواہ

کل مجموعے حدیثوں کے دنیا سے اُٹھ جائیں صدیقی خلافت کی تائید میں قرآن کافی ہے

[1] اس لشکر کی تجہیز میں حضرت ذوالنورین نے ایک ہزار اونٹ دیئے (منہاج السنہ) منہ

اور ابدی زندہ اور عادل گواہ بلا تبدل و تغیر موجود ہیں۔ **خدا کا کلام اور خدا کا کام** مثلاً
قرآن میں خداوند حکیم نے استخلاف کا وعدہ کیا اور اٹل وعدہ کیا۔ اسپر خدا کے وجود کے ثبوت کا مدار
تھا۔ اسلام کی سچائی کا مدار تھا۔ اور رسول کریم کی حقیت کا مدار تھا۔ اسلئے کہ موسوی اور محمدی دونوں
سلسلوں میں اس بڑے بھاری مادہ یعنی استخلاف کے لحاظ اور حیثیت سے پوری مشابہت اور مطابقت
ازبس ضروری تھی اور یہی قرآن کریم کا دعوے تھا جسے اس نے بڑی شد ومد سے آیت انا ارسلنا
الیکم رسولاً شاهداً علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا میں اور پھر اسکی تفسیر وتائید میں
واضح طور پر آیت وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنهم فی
الارض کما استخلف الذین من قبلهم الآیۃ میں دونوں مقاموں میں لفظ کما کے
وارد کرنیسے بیان کیا تھا۔ خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ ضرور پورا ہونا تھا اور یہ خدا کا کلام تھا۔ یہ اسطرح
پر پورا ہوا کہ خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد معاً بلا فصل خدا کی رسالت ونبوت کی سند پر حضرت ابوبکر
صدیق جلوہ افروز ہوئے اور خدائے غیور قدوس حکیم کے اس ارادہ اور کامل مکمل نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی سچی مرضی کی راہ میں کوئی روک پیدا نہ ہوئی۔ پاک اور پرتاثیر ہاتھوں اور توجہات کی تربیت
کردہ اور تعلیم یافتہ قوم نے خدا کے مقتدر کلام کے مقابل سر تسلیم خم کیا اور اس عجیب لسان خلیفہ بلا فصل
کو سچا مورد اور حقیقی مصداق اور خلافت یا استخلاف کے مبارک سلسلہ کا پہلا بانی مانا۔ اسطرح خدا کا کلام
اور خدا کا کام دونوں پورے ہوگئے مطلب یہ کہ خدا کے کلام نے وعدہ کیا اور خدا کے قادرانہ کام نے راہ
سے ساری روکوں کو ہٹا کر اپنے اٹل وعدہ کے موافق حضرت ابوبکرؓ کو خلیفہ بنایا اگر خدا ایسا نہ چاہتا تو
کون تھا جو اس سلسلہ کی بنیادی اینٹ اس طرح رکھتا ہزاروں روکیں پیدا ہوجاتیں یہ ناعاقبت اندیش
خدا کے واقعہ شدہ فعل اور ارادہ سے لڑائی کرنیوالے محبان اہلبیت بھی تو اسوقت موجود نہ ہوگئی۔ جو اس
روز بد کے پیش آنے سے قبل یعنے اپنے فرضی محبوب اور وصی مستحق کے چوتھے نمبر پر پھینکے جانے سے پہلے پر
جس سے صدیوں ان کے گھر گھر میں روتے اور رونا پیٹنے کا ماتم پڑنا تھا۔ آخر کو اول اور اول کو آخر
کر دیتے مگر نہیں وہی ہوا جو ہونا تھا۔

غرض خدا کا کلام اور اس کے ضمن میں خدا کا کام استخلاف کے وعدہ میں یوں پورا ہوا۔ یہ ایک
بات ہوئی۔ دوسری یا سب سے پہلی اور حقیقت میں ان سب باتوں کی بنیاد
حضرت ابابکر صدیق کی معیت ہی۔ ہجرت کی پرفتن گھڑی میں اور معیت
غار ثور میں یہ بھی خدا کا روشن فعل تھا۔ جو نور فراست سے حصہ رکھنے والوں کو اسی گھڑی سبق ملگیا کہ

خدا کا کلام اور خدا کے تین کام لانظیر گواہ ہیں صدیقی خلافت کے

خادم اور مخدوم میں یا اصل اور ظل میں یا صدیق [illegible]
کس ترتیب اور احسن نظام سے چلنے والا ہے۔ تیسری اور آخری اور کامل اور ساری باتوں پر خدا کے
دستخط یا مہر کر دینے والی بات حضرت صدیق کا اپنے محبوب نبی کے ساتھ سونا ہے۔ یہ خدا کا تیسرا فعل
ہے اب ہر ایک طالب حق غور کرے اور خدا سے ڈرنے والے خدا کیلئے گواہی دیں کہ خدا کے کلام کے موجود
ہوتے اور خدا کے ان تین فعلونکی گواہی کے مقابل کس کا دل گردہ ہے۔ کہ اس پاک سلسلہ یعنی صدیقی
خلافت پر اعتراض کی زبان کھولے۔ اور کھولے بھی تو بجز لغویت اور بیہودہ درائی کے اسکے پلے کیا
پڑیگا۔ [illegible] تقدیر برم اپنا کام کر چکی۔ کوئی نیا خدا ہو۔ نیا نظام ہو اور پھر نئے سرے
رسالت [illegible] ہو۔ اور ایک خدیجہ آپ کے نکاح میں آئے اور فاطمہ پیدا ہو اور علی کو دامادی
کا فخر [illegible] سوا شیعیانِ ایران اور مومنانِ لکھنؤ ہوں تو ممکن ہے کہ خلافت
اس نظام پر واقع ہو جائے [illegible] میں شیعی مر رہے ہیں۔

میں نے اس کتاب میں رفاقتِ ہجرت اور معیتِ غار اور اکٹھی قبروں کے ہونے پر اور استخلاف
کے اس طرز اور ترتیب پر جو واقع ہوئی بہت زور دیا ہے۔ میں پوری بصیرت اور صادق ایمان سے
اس پر مستقیم ہوں اور ہر ایک کو جو میری سُنے متنبہ کرتا ہوں۔ کہ شیعوں کے مقابلہ میں ان تیز ہتھیاروں
سے کام لو۔ یہ ہتھیار قیامت تک زنگ آلود اور کُند نہ ہونگے۔ پھر سوچو اور خدا کیلئے غور کرو کہ یہ ساری
باتیں کیونکر ابوبکر میں جمع ہو گئیں۔ ہجرت کی رفاقت کا بھی آپکے لئے مقدر ہونا۔ غار ثور میں خاص نصرت
اور الٰہی تائید اور سکینت کی معیت اور یکساں دونوں کا سفاک اعدا کی دست برد سے محفوظ رہنا
پھر حضرت نبی کریمؐ کی وفات کے بعد بلا فصل خلافت پر رونق افروز ہونا۔ اور پھر اس عالم کی آخری
منزل یعنی قبر میں آپ کے پہلو بہ پہلو سونا جسکا صاف مطلب ہے، دوستی کے حق کو آخر دم تک نباہنا بلکہ
آخر کے آخر تک بھی ساتھ نہ چھوڑنا۔ اور یار غار کی سچی صفت اور نام کو اپنے لئے مخصوص کرنا یہ ساری باتیں

سارے نشان صدق کے ابوبکر میں کیونکر جمع ہو گئے

حضرت صدیق کے ساتھ کیوں مخصوص ہو گئیں۔ کیا اتنی باتونکا جمع ہونا ایک
شخص میں اتفاقی بات ہے تو پھر یہ کیوں نہ ہوا کہ اتفاقی طور پر یہ باتیں ایک
ہی ان میں سے حضرت علی میں جمع ہو جاتی۔ اور اسطرح عمروں کے رونے جھینکنے نہ ہوتے اور گھروں
میں ماتم نہ پڑتے۔ تعجب کی بات ہے کہ بقول شیعوں کے حضرت علی کی نسبت خدا کا ارادہ پہلے سے قطعی
فیصلہ کر چکا ہوا موجود۔ حضرت پیغمبر کا دلی منشا موجود۔ بلکہ خدا کا بار بار جبریل کو بھیجکر آپ کے
کان کھولنا کہ دیکھنا کہیں علی کی خلافت پر زور نہ دیا تو تمہاری نبوت بھی چھن جائے گی۔ یہ سارا انتظام

[illegible] ض یہ دھمکیاں موجود۔ پیاری بیوی ذادا
جسکا باپ پر بہت بڑا اثر تھا موجود۔ بنوہاشم کی زبردست قوم موجود اور پھر اتفاق نہ ہُوا کہ کوئی کام
کی بات آپکے حق میں ہوتی۔ اور ایک عایشہ نے سب کو نیچا دکھا دیا۔ جھُوٹے ہیں۔ دھوکا کھاتے
اور دھوکا دیتے ہیں۔ جو صدیقی خلافت پر ناراض ہوتے ہیں۔ خدا کا وہی ارادہ تھا۔ جو اُسنے استخلاف
کی آیت میں ظاہر کیا۔ اور پھر اپنے فعل سے اس ارادہ کی تکمیل کی۔ خدا کے کلام اور فعل کے سوا اور کونسا
صحیفہ ہے۔ جس سے شیعوں نے معلوم کیا کہ خدا کا ارادہ حضرت علی کی خلافت بلافصل کے متعلق تھا۔

میرے بھائیو ان باتوں کو خوب مضبوط پکڑو۔ اور باطل کے مقابل ان سے کام لیتے جاؤ جبتک
کہ باطل کے سارے پیادے اور سوار ناپید ہوجائیں۔ ہم روایتوں اور حدیثوں کو کیا کریں ان تین نشانوں
کے مقابل وہ کونسی بات ہے جسکے ساتھ حق کے پیاسوں کے دل مطمئن ہوسکتے ہیں۔ ہمیں کیا ضرورت ہے کہ
ہم شیعوں کو کہیں کہ تمہاری ساری کہانیاں بے جوڑ ہیں۔ رسولِ خدا تو کیا خود آئمہ تک اُن کی
سند متصل مرفوع نہیں پہونچتی اور وہ شوخی سے حریف مقابل کی حدیثوں پر جرح قدح کریں اور اسی قضیہ
میں الجھے رہیں۔ یہانتک کہ زہریلا سانپ جسکے ہلاک کرنے کے لئے ہم مامور ہیں موقعہ پاکر کسی سوراخ
میں گھُس جائے۔ خدا کی محفوظ لاشریک کتاب قرآن کریم کو بڑی قوت سے پکڑو۔ اور اس کی تائید
میں خدا کے لاتبدیل کام کو پیش کرو۔ یقین کرو کہ ان حربوں سے سچائی کا دشمن کبھی مقابلہ نہ کرسکیگا۔

سب سے اول ایک فہرست بناؤ جسکے دو خانے ہوں۔ ان میں عنوان جماؤ۔ منافق اور ان کی وہ
صفات جو قرآن کریم میں مذکور ہوئی ہیں۔

دوسرے خانہ میں مومن اور ان کی صفات۔ پھر خوب تدبر اور تفکر سے ان دونوں گروہوں کی علامات
اور آیات اور افعال اور اعمال اور اعمال کے نتیجوں پر نگاہ کرو۔ اور سوچو کہ منافقوں نے کیا کیا اور اسکا کیا
نتیجہ ہوُا۔ اور مومنوں نے کیا کیا اور اسکا کیا نتیجہ ہوُا۔ اس پسندیدہ اور معقول کارروائی سے تم صاف
صاف سمجھ لوگے کہ وہ ساری محمودہ اور مرضیہ صفتیں اور علامتیں خصوصًا وعدہ استخلاف کی آیت جلیلہ کی
متضمنہ علامتیں اور صفتیں یعنی اول بلافصل خلیفہ ہوجانا اور دین کو قدرت اور تمکن حاصل ہونا۔ اور خوف
کے بعد اسلام کی حالت کا امن سے بدل جانا یعنی آنحضرت کی وفات کے بعد ارتداد کے فتنہ کے سبب سے

علامات المومنین مندرجہ قرآن حضرت صدیق پر اور آیات المنافقین ان کے مخالفوں پر راست آتی ہیں

گرنے اور مرنے کے قریب پہنچ چکے ہوئے اسلام کا از سر نو زندہ
ہونا یہ سب امہات الصفات صفتیں اپنے وسیع اور لامحدود
لوازم کے ساتھ ابوبکر صدیق میں جمع ہیں۔ اور پھر آپ کے اتباع اور محبت اور وساطت اور

شجاعت سے آپ کے بعد دوسروں میں پائی جاتی ہیں۔ اور [illegible] انکی تمام
بُری صفتیں مع سارے لوازم کے جن میں بڑی یہ ہیں ان کی تمام کارروائیوں کا حبط یعنی بے ثمر
ہوجانا اُن کا اپنے منصوبوں میں نامراد رہنا۔ اور آخر مدینے سے تتر بتر ہو کر ناکامی کے دشتوں میں
آوارہ ہونا۔ ٹکڑے ٹکڑے ہونا۔ جلاوطن ہونا اور گمنام ہوجانا یہ سب حضرت صدیق کے مخالفوں میں
جمع ہیں۔ یہ سب سے پہلا اور بہت بڑا کاری حربہ ہے۔ جس سے شیعیت کا باطل ہرگز ہرگز جانبر نہیں
ہوسکتا۔ اسپر میں نے اس کتاب میں بہت کچھ اور بحمد اللہ سیر کن لکھا ہے اگرچہ اس خصوص میں
بہت تھوڑی [illegible] ہیں مگر ایک راہ کھولدی ہے۔ اس پگڈنڈی پر چلکر تم خود بہت کچھ پیدا
کرلوگے۔ اسکے بعد غار ثور اور رفاقت ہجرت کے واقعہ کو پکڑو اور مطالبہ کرو۔ کہ حکیم کتاب نے اس کا
ذکر کیوں کیا ہے [illegible] مومنوں کو کیا سبق سکھلانا مقصود ہے اور اسپر میری تفسیر کو خوب
ذہن میں رکھ [illegible] ذہن سے کام لو۔ اور پھر اسکے بعد موسوی اور محمدی سلسلوں کے استخلاف
کی مطابقت اور مشابہت کو پکڑو اور اس نتیجہ پر پہنچکر لذت اُٹھاؤ۔ کہ موسوی خلیفہ بہادر دشمن کش
یوشع بن نون کی طرح خدا کی حکمت اور قدرت نے محمدی خلافت پر حضرت صدیق رضؓ کو متمکن کیا اور معا
آپ کے سپرد بہادری اور دشمن کشی کا کام ہوا۔ جو نبوت کے کذاب مدعیوں کے استیصال سے ظہور میں
آیا اور اس کے متعلق ان بہت سی دلچسپ باتوں کو بیان کرو۔ اور ان سے استدلال کرو جو حضرت
مرسل اللہ مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ السلام نے اپنے رسایل میں تحریر فرمائی ہیں پھر اسکے
بعد بڑی قوت سے حضرت صدیق اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے یکجا سونے کو پیش کرو اور حق کے
دشمن سے سوال کرو کہ اگر حضرت علیؓ غار ثور میں ساتھ ہوتے خلیفہ بلافصل ہوتے اور بالآخر شیخین
کی طرح یا ان کی جگہ ان کی قبر حضرت رسول کریم کیساتھ ہوتی تو کیا تو خوش نہ ہوتا اور بڑے فخر سے ان
امور کو پیش نہ کرتا۔ میرا دل اس بات سے لذت اُٹھاتا اور اسے خدا تعالےٰ کا بڑا حکیمانہ فعل یقین
کرتا ہے کہ حضرت صدیق رضؓ اور آپ کے دوست اور تابع حضرت فاروق کی قبر اور حضرت رسول کریم
صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر ایک ہی جگہ ہے میں اس کو ایسا سمجھتا ہوں۔ کہ گویا خدا نے دنیا کی زندگی کی ساری
کارروائی کے آخری ورق پر اپنے دستخط کرکے دکھا دیا کہ اس کے نزدیک اکٹھے خواب ناز میں استراحت
فرمانے والے تینوں وجود ایک ہی جوہر کے تین ٹکڑے تھے۔ زندگی میں انکے درمیان وہی نسبت تھی۔
جو آج موت کے بعد نظر آتی ہے اور خدا کا یہ فعل قیامت تک کے نزاعوں کیلئے حَکَم اور قول فصل
ہے خدا تعالیٰ راضی ہو امام مالک سے انہوں نے کیا ہی خوب اور معرفت کا جواب دیا جبکہ انسے ہارون الرشید نے

پوچھا [illegible] مکانت اور حضرت جناب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے حیات دنیا میں کیا تھی

<table><tr><td>كما قال يا مالك صف لی مكان ابی بكر و عمر من رسول الله صلے الله علیه وسلم فی الحیاة الدنیا</td><td>جناب امام مالک کی قوت معرفت حضرت شیخین کی مکانت کے متعلق</td></tr></table>

فقال مكانهما یا امیر المومنین کمکان قبریهما من قبره فقال شفیتنی یا مالك یعنی حضرت امام مالک نے جوابدیا کہ جو انکی قبر کا قرب اور مکان حضرت رسالت پناہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اب ہے۔ جناب رشید نے کہا اے مالک تو نے میرا کلیجہ ٹھنڈا کر دیا۔ یقیناً جان لو کہ اس مطالبہ اور ان دلایل کے بعد شیعوں کے ہاتھ کٹ گئے اور دعوے اور استحقاق پر کوئی دلیل ان کے پاس نہ رہی اب وہ نامردوں اور نامرادوں کی قدیم سنت کے موافق زبان درازی کا ایک سرجوش یعنی مطاعن اور معائب کا مجموعہ پیش کرینگے اور کوشش کرینگے کہ اس ناپاک راہ سے تم پر فتح پائیں کہ حضرت ابوبکر نے حضرت فاطمہ کو فدک کے دو چار پیڑ دینے سے انکار کیا اور حضرت عمر نے حاملہ فاطمہ کے پیٹ پر لات مار کر اسکا حمل گرا دیا اور انکے گھر کا دروازہ جلا دیا جیسے انکے بزرگ اور پیشوا حلی نے منہاج الکرامہ میں حضرت صدیق کا پہلا خطبہ نقل کرکے اسکے اس زریں قابل تقلید فقرہ پر اعتراض کیا ہے اور وہ فقرہ یہ ہے "فان استقمت فاعینونی وان زغت فقومونی" "یعنی اگر میں رسالت کی خلافت پر بیٹھکر اس راہ پر چلوں جو خدا اور اسکے رسول نے بتائی اور تیار کی ہے تو میری کارروائی میں سب معین اور ناصر ہو جاؤ اگر میں ٹیڑھا ہو جاؤں تو مجھے سیدھا کردو" اور وہ اعتراض یہ ہے کہ جو رعیت کے سیدھا کرنے کا محتاج ہے اور ان سے مدد مانگتا ہے حالانکہ رعیت اس کی محتاج ہے وہ کیونکر امامت کے لائق ہو سکتا ہے۔

اس قسم کے اعتراض انکے متقدمین اور متاخرین کے ہیں۔ یہ سب نکتہ چینیاں وہی ہیں جو عیسائی

<table><tr><td>کل نبیوں کی نسبت خصوصاً ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی پاک ذات کی نسبت کرتے ہیں حضرت صدیق کے اس پاک اور مبارک فقرہ</td><td>جزوی نکتہ چینیوں اور مطاعن کا جواب آخر خدا خود دیتا ہے۔</td></tr></table>

کی مانند حضرت رسولکریم صلے اللہ علیہ وسلم کی عادت استغفار ہے جو حضرت صدیق کے اس اعتراف کی طرح عبودیت کی معراج ہے اور حلی کی طرح آج عیسائی اس سے حضرت رسول کریم کی عدم قابلیت رسالت نکالتے ہیں غرض نصاریٰ حدیث کی کتابوں کو پڑھکر اور سیرت کی کتابوں کو دیکھکر کبھی اسپر منہ آتے ہیں کہ آپنے ابورافع اور ایسے دو ایک اور شخصوں کو خفیہ قتل کرایا۔ اور بنو قریظہ کو ظلم سے تہ تیغ کیا۔ اور مکیوں کے قافلوں پر ڈاکہ زنی کی اور ایسا ہی تعدد ازواج اور

اتخاذ سراری کے متعلق کیکیا دیے [illegible] ان سب جزئیات اور واقعات

کا پورا جواب جو درحقیقت تاریک اور بے اصل یا اول اور آخر سے کٹی ہوئی اور افسانہ کے رنگ

میں پیش شدہ باتیں ہوتی ہیں اور سچی اور صحیح تاریخ ان کے ساتھ نہیں ہوتی یا مصالح پیش آمدہ

کی پوری تاریخ ان کے ساتھ نہیں ہوتی خدا کی آخری نصرتیں اور چمکتی ہوئی تائیدیں اور کامیابی اور

فتوحات ہی وہ فارق ہیں جو صادقوں اور کاذبوں میں فرق کر دیتی ہیں چنانچہ حضرت رسول کریم کو مظفر و

منصور کر کے خدا تعالیٰ نے آخر سمجھا دیا کہ جیسا کہ اسکا وعدہ تھا کہ العاقبة للمتقين محمد رسول اللہ صلے اللہ

علیہ وسلم یقیناً [illegible] اور امام المتقین تھے جو اپنے فاسق فاجر اور کافر دشمنوں پر مظفر و منصور ہوئے اور

یہی حقیقی فیصلہ [illegible] جس سے عیاں ہوتا ہے کہ اگر وہ نعوذ باللہ دوکاندار مال مردم خور ڈاکو اور جذبات

کے بندے ہوتے جیسے [illegible] نصرانی کہتا ہے تو ابتدائے دنیا سے جو نصرت اور انعام راست بازوں

اور منعم علیہم جماعت کو ملتے رہے ہیں انہیں بالکمل وجوہ کیوں ملتے اور یہی مطلب ہے اس آیت کا انا

فتحنا لك فتحا مبينا ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر الآیہ اللہ تعالیٰ

فرماتا ہے کہ مکہ مکرمہ کی عظیم الشان فتح یعنی خدا کی یہ چمکتی ہوئی نصرت تیرے شامل حال ہوئی تو کہ یہ

کامیابی اور نصرت اور تائید حق ان سب جزوی اور وقتی نکتہ چینیوں اور مطاعن اور اعتراضوں کا ایک

ہی کافی جواب ہو جائے۔ جو دشمن تیری ذات کی نسبت کیا کرتے تھے کس قدر صاف بات ہے کہ اگر ایک

شخص کی تصویر ان مادوں سے تیار کیجائے جنہیں دشمن نے جمع کیا ہے اور اسکی پوری تجویز کا حلیہ دکھایا

جائے یا صاف لفظوں میں اُسے یوں سمجھو کہ جو بُری صفتیں ایک نصرانی حضرت سید المعصومین خاتم النبیین

صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک میں بتاتا ہے اور ایک رذیل ترین مخلوق آپکو دکھانا چاہتا ہے اور مانتا ہے تو

کیا کوئی قیافہ شناس تصور میں لا سکتا ہے کہ ایسے حلیہ کا آدمی دنیا میں دربار شہرت اور بقائے دوام کی سب

سے بالا دست چوکی پر جلوہ آرا ہو سکتا ہے اور پھر یہ بات کس قدر تعجب انگیز ہوگی کہ ان معماروں کا رد کیا ہوا

پتھر آخر کونے کا سر ہوتا ہے اور سب ٹکر لگانے والوں کو پاش پاش کرتا اور خدا کے تمام انعاموں اور

نصرتوں کا وارث ٹھہرتا ہے اور اسکے باسامان اور متکبر دشمن جڑ سے اکھڑ جاتے ہیں حق کے دشمنوں

میں خطرناک مرض ناعاقبت اندیشی اور متناقض الاقوال ہونے کا ہمیشہ سے پایا جاتا ہے۔ مثلاً اگر

انہیں اس طرح کہا جائے کہ ایک شخص چور۔ کمینہ طبع۔ سفلہ۔ خونخوار۔ سنگدل۔ سبک سر۔ جلد اشتعال

میں آنیوالا۔ ڈاکو۔ شہوت پرست۔ غرض تمام صفات رذیلہ کا جامع ہے۔ اور پھر اُس نے ایک قوم کو تاریکی

اور گمنامی کے گڑھے سے جسکے اندر صدیوں سے پڑے ہوئے تھے نکالا۔ ان کی تمام بُری عادتیں

چو [illegible] اور قابل نہیں ہے امام [illegible] کرکے انہیں دنیا کا کامیاب بادشاہ بنا دیا تو جھنجھلا کر کہینگے کہ غلط
بات ہے ایسے شخص میں ایسا صدق اور اولوالعزمی ہو نہیں سکتی کہ ایک عظیم الشان قوم بنائے اور وہ چودہ
سو سال تک اسے لانظیر محبوب اور پیشوا تسلیم کرے مگر پھر خود ایسی گندی اور ناپاک اور قابل شرم
صفات تراش کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر دیتے ہیں اور کبھی نہیں سوچتے کہ اس سے
کسقدر جہالت اور مکروہ تعصب کا ثبوت دیتے ہیں۔ اسی طرح کی وہ نکتہ چینیاں اور معائب ہیں جن سے

شیعوں کے مطاعن حضرت صدیق کی نسبت اور نصاریٰ کے رسول کریم کی نسبت ایک ہی دل و دماغ کے نتیجے ہیں۔

شیعوں نے جلدوں کی جلدیں بھر ڈالی ہیں۔ میں نے بڑی غور سے
ان کتابوں کو پڑھا ہے **تشیید المطاعن** شیعوں کی کتاب اس
مضمون میں اول نمبر پر اور جامع کتاب ہے کوئی گندی گالی اور
عیب اور منقصت نہیں جو حضرت صدیق اور آپ کی جماعت کیطرف منسوب نہیں کی گئی۔ ان
ساری ناپاک اور قابل شرم کتابوں کا جواب جو شیعوں کے مذہب کی روح و رواں ہے وہی ہے
جو ظالم سیاہ دل نصرانیوں کو حضور رسول اکرم صلوات اللہ علیہ وسلامہ کی پاکذات سے دفاع کے
وقت ہم دیتے ہیں کیسا اشرسناک جملہ ہے جو **علامہ حلی** کے مُنہ سے نکلا اور کیسی ناقابل عفو جہالت کا
اعتراض ہے جو اس نے کیا ہے جبکہ وہ کہتا ہے کہ "ایسا شخص کیونکر **قابل امامت** ہو سکتا ہے"۔
اے دشمنِ حق جاہل وہ امام تو ہو گیا۔ خدا کے برگزیدہ رسول کی مسند پر بلافصل بیٹھا اور تمہاری ناک
پر مٹی ڈال کر بیٹھا اور خلافت حقہ کی تمام صفات جو استخلاف کی آیت میں مذکور تھیں بالجمل وجوہ اسکی
پاکذات میں جمع ہوئیں اور اسکے افعال نے انکا کھلا کھلا ثبوت دیا۔ اسپر بھی تو کہتا ہے کہ ایسا شخص امامت
کے لائق نہیں۔ سوچ تو سہی تیرے اس مخالفانہ ووٹ کا ابوبکرؓ کی ذات پر کیا اثر ہوا۔ اس جہان کی
کمیٹی کے حقیقی اور مقتدر پریذیڈنٹ رب آسمان و زمین نے تو اسے اپنی جگہ یا اپنے رسول کی جگہ اس زمانہ
کی انجمن کا صدر مجلس یا خلیفہ بنایا اب اسکا حال بتا جسے تو لائق امامت مانتا ہے۔ تعجب ہے کہ ایک نالائق
تو ان سارے انعامات و افضال کا جو راستبازوں کو ملا کرتے ہیں وارث ہو گیا اور تیرے زعم میں
جو قابل امامت تھا۔ وہ کچھ بھی نہ ہوا۔ اور تیرے ایمان اور عقیدہ کے نزدیک حسرت اور ناکامی کی آگ
میں جلتا رہا۔ خدا سے ڈر اور خوب غور کر کہ راستبازوں کی عداوت کس طرح عقل اور فراست کے نور کو
تاریک کر دیتی اور سفاہت اور ناعاقبت اندیشی کے جرم کا مجرم بناتی ہے۔
غرض اسی قسم کے اعتراض ہیں اور بیسیوں ہیں ان شیعوں نے سنیوں کی حدیثوں اور مسانید
اور مجامیع اور سیرت کی کتابوں کو بڑی عرقریزی سے پڑھنا شروع کیا اور جہاں کوئی بات اپنے خیالمیں کمزور یکی

نظر آئی اسپر خوش ہوئے اور [illegible]

یہ اعتراض اور الزام ابو بکر پر آتا ہے یہ عمر پر آتا ہے یہ فلاں پر پڑتا ہی۔ اگرچہ ان کتابوں کیساتھ خامی اور بے شعوری کی ہزاروں بلائیں لگی ہوئی ہیں اور اکثر باتیں تمام انسانوں میں مشترک طور پر پائی جاتی۔ دوست کے نزدیک انکی ایک تاویل ہوتی اور دشمن کے نزدیک محل اعتراض ہوتی ہیں مگر ہم اس راہ کو سخت کج اور ناپاک طریق سمجھتے ہیں ہمارے نزدیک وُہی فیصلہ درست ہے جسے پورے پنچ میں دو عادل بے لوث ججوں نے ناقد فرمایا۔ وہ دو جج ہیں خدا کا کلام اور خدا کا کام جب ہم دیکھتے اور واضح طور پر دیکھتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ نے وُہی حق لیا جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو ملا۔ وُہی کام کیا جو آنحضرتؐ نے کیا وُہی نصرتیں اور آسمانی تائیدیں حاصل کیں جو آنحضرتؐ کو ملیں اور قرآن میں خلفائے راشدین کیلئے موعود تھیں اور آخر [illegible] آنحضرت کے سینہ سے لپٹ کر سوئے تو ہم [illegible] کلام اور خدا کے کام کے بعد پھر اس گندہ [illegible]ن موذی کی سُنیں اور اُسے کیا وقعت دیں۔

اب میں سمجھتا ہوں کہ میں نے خدا کی توفیق اور حول وقوت سے اُن مناظروں کے سر سے بہت بڑا بھاری بوجھ اُتار دیا ہے جنہیں شیعوں سے پالا پڑتا ہے۔ اُنہیں ہرگز گھبرانا نہ چاہیئے کہ شیعوں کے پاس اسقدر انبار مطاعن کے ہیں۔ میں سچ کہتا ہوں۔ کہ وہ اس سے زیادہ نہیں جو پادریوں نے آنحضرتؐ کی نسبت اور خوارج نے حضرت علیؓ کی نسبت جمع کر رکھے ہیں[۱]۔ یہی طریق فیصلہ کا حق اور صدق ہے جو میں نے پیش کیا ہی۔ کہ خوب دیکھ لیا جائے کہ جو صفات رذیلہ شیعہ پیش کرتے ہیں آیا قرآن کریم میں کوئی ایسی قوم بھی مذکور ہوئی ہی جس میں یہ صفات پائی جاتی ہیں۔ بالبداہت ثابت ہو جائیگا کہ ایسی صفات کا گروہ کفار اور مشرکین اور منافقین کی قوم ہے پھر یہ دیکھنا چاہیئے۔ کہ ایسے لوگونکی کارروائیاں کیا تھیں اور انکا انجام کیا ہوا اور کیا یادگاریں انہوں نے پیچھے چھوڑیں۔ اور نبی اور صدیق اور شہید اور صالح یعنی منعم علیہم قوم کونسی ہے اور اُن کے کیا نشان ہیں اور وہ ابو بکر اور آپکی جماعت پر پُورے صادق آتے ہیں یا کوئی کسر باقی رہجاتی ہے اس طریق سے صاف فیصلہ ہو جائیگا کہ دشمنوں کی بے ایمانی اور بے حیائی ہی۔ جو

یہ نیا علم کلام جو ہمیں بخشا گیا ہے نصرانیت اور شیعیت کو ایک ہی وقت میں ہلاک کر دیتا ہے

---

[۱] اگر ایک فریق کے نزدیک دوسرے کا پیشوا اسکے تراشیدہ مطاعن کے سبب سے مردود ٹھہر سکتا ہو تو پیش کرو وہ کون ہی۔ جو مخالفوں کے اعتراضوں کا عرصہ نہیں بنا۔ اس طرح تو کوئی حق اور کسی کا حق ثابت نہ ہو سکیگا پس نبی اور خلیفہ اور امام برحق وہی ہے جسکے ساتھ قرآن کی مقرر کردہ علامات کے موافق خدا کی چمکتی ہوئی نصرتیں اور تائیدیں ہوں۔ منہ

ایسی صداقت قرآن مطہرنے وضع کرلئے ہیں جو فیصلہ کی بہت ہی سہل اور اقرب راہ ہے۔ اسپر چلنے کو
باطل پاش پاش ہوجائے گا۔ اور دوبارہ ایسے سلاح پوش سپاہی سے جنگ نہ کریگا۔ یہ ایسی ہی بات
ہے جیسے کہ آج نصرانی کسی احمدی کا مقابلہ نہیں کرتا۔ اور اسکے سایہ سے اسی طرح بھاگتا ہے جیسے کہ فاروق
کے سایہ سے شیطان بھاگتا تھا۔ اسلیے کہ نصرانی لارڈ بشپ سے لیکر ایک بے حیثیت بازاری واعظ
تک اس حربہ کو خوب سمجھتا ہے جو احمدیوں کے ہاتھ میں خدا کے برگزیدہ **مسیح موعود غلام احمدؑ** نے
دیا ہے۔ مسیح کی موت پر بحث۔ پھر مسیح کی لعنتی موت یعنی کفارہ اور صلیب پر بحث۔ اسکا تصور ہی ایک
نصرانی کا دم ناک میں کر دیتا ہے میں قطعی یقین اور بصیرت سے دعوٰے کرتا ہوں کہ ان حربوں کے مقابل جو خدا
تعالےٰ نے خلافت راشدہ کے وسیلہ سے تیار کئے ہیں الباطل کی دوسری شاخ شیعیت بھی کبھی مقابلہ
کرنیکی جرأت نہ کریگی اور جس طرح نصرانیت کا شیطان **احمدیوں** سے کوسوں بھاگتا ہے شیعیت کا
خناس بھی سر نڑے کی غار میں چھپ جانے کے سوا اورسے دم نہیں لے گا۔ اے میرے رب میرے
مولا تیرے لئے ساری حمدیں ہیں تونے اپنے فضل رحمانیت سے مجھ ناتواں کو نوازا۔ مجھے اپنی طرف
سے ہتھیار دیکر الباطل سے مقابلہ کرنے اور اُسے ہلاک کرنے کا شرف بخشا۔ اگر تیرا فضل میری دست
گیری نہ کرتا تو میں کیا اور میری بساط کیا۔ ایک نالایق ہیچ میرز۔ اپنے بھائیوں میں سب سے چھوٹا اور
ہر پہلو کے لحاظ سے کمزور۔ بےعلم ضعیف مخلوق۔ تیری اتھاہ حکمت کا راز کون جانے۔ تونے صالح
کی ناقہ سے کام لیا۔ موسٰے کے عصا سے کام لیا۔ نوح کی کشتی سے کام لیا۔ اور بڑا کام لیا۔ صلوٰۃ اللہ
علیہم اجمعین۔ اور بالآخر اپنے فضل سے اس ناتواں انسان سے بھی کام لیا۔ تو کونسی تعجب کی بات
ہے۔ لوگوں کی نگاہ میں تو یہ عجیب ہے۔ اسلئے کہ وہ ظاہری جلد اور خالی ڈھچر کو دیکھتے ہیں مگر تیری
نوازش اور علم کے نزدیک کوئی اچنبے کی بات نہیں اسلئے کہ تیری لطیف نگاہ باطن کے باطن میں
ڈوب کر حقایق الاشیاء کو دیکھتی ہے میری روح تیری حمد سے لبریز ہے۔ مجھے تیری ذات کی قسم جسپر
آشکار ہے کہ میں جھوٹی قسم نہیں کھاتا کہ اب میں زندہ ہی اسی سرور اور لذت سے ہوں جو ہر دم مجھ
اس پاک طریق اور شرب کے احساس سے حاصل ہوتا ہے جسپر میں تیرے **موعود مسیح** کی ہدایت سے
قایم ہوں میرے حزن اور پریشانی اور ابتلاؤں کو تو خوب جانتا ہے قریب تھا اور دور نہ تھا کہ میں انکے
دباؤ کے نیچے پس جاتا۔ اگر یہ ذوق میرے ساتھ نہ ہوتا میرا دل اس ذوق سے لبالب ہے کہ تیری
پاک ذات حق ہے تیری کتاب **قرآن مجید** حق ہے تیرا برگزیدہ نبی **محمد احمد** مہبط قرآن
(تیرے صلوات اور تسلیمات اسپر ہوں) حق ہے اور تیرا موعود **مسیح** اور مسعود **مہدی غلام احمد** قادیانی

حق ہے یہ ذوق مجھ سے ایک لحظہ بھی مفارقت نہیں کرتا۔ اور یہ تیرا فضل ہے۔

فالحمد للہ ثم الحمد للہ الذی ھدانا لھذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ لقد جاءت رسل ربنا بالحق ونودوا ان تلکم الجنۃ اورثتموھا بما کنتم تعملون

سُنیوں کے علم کلام میں قابل افسوس کمزوری

ایک بڑا بھاری اور سخت قابل افسوس نقص شیعوں کے مقابل اہل سنت سے یہ سرزد ہوتا رہا۔ اور یوں مباحثہ کے پہلو سخت کمزور اور بے اثر رہتے اور باطل اکثر وجہ خوش غرضی اپنے مامن میں واپس چلا جاتا کہ وہ اخلاقی بزدلی کے دباؤ میں آ کر شیعوں کو الزامی جواب [illegible] اور اگر دیتے تو بہت کمزور اور دبی زبان [illegible] اگر دیتے خدا کے قدوسیوں اور محمد [illegible] مرسلوں کو [illegible] گالیاں [illegible] تھا کہ خوارج کے وہ سب کتب اور دندان شکن اعتراض پیش کیے جاتے جو وہ تمام کتابوں کی بناء پر حضرت علیؓ کی نسبت کرتے تھے۔ مگر افسوس نا واجب شرم نے ایسا کرنیکی جرأت نہ دلائی۔ اور ماتم کے قابل بات یہ بھی ہے کہ اکثر سُنی اگرچہ رافضی تو نہ تھے مگر کم و بیش رافضیت کے رنگ میں رنگین ضرور تھے خدا کے ابتلاء نے جس طرح شیخ ابن عربی صاحب فتوحات مکیہ کے دل کو حضرت مسیح کی نسبت غلو اور اطراء کیطرف متوجہ کر دیا اسی طرح بہت سے سُنی حضرت علیؓ اور حسینؓ کے حق میں غلو اور اطراء کرنیکی طرف مائل ہو گئے اور اس سے بڑا عظیم الشان فتنہ دین میں پھیلا۔ اسی اطراء کا یہ بد نتیجہ ہے[1] کہ آج جبکہ خدا کی غیرت **مرزا غلام احمد مسیح موعود** علیہ السلام نے ارادہ کیا کہ وہ غلو اور اطراء کے کپڑے جو عیسےٰ بن مریم کو پہنائے گئے ہیں اور جن سے لوگوں کو انکی خدائی کا دہوکا لگ گیا ہے اور اقلاً یہ کہ نصرانیوں کو اس سے اپنے شرک عظیم کی تائید اور **محمد رسول اللہ** صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین میں خوب مدد ملتی ہے انسے چھین کر ان کو ننگا کر دیا جائے تو کہ سب لوگ دیکھ لیں کہ وہ جسے اتنا بڑھایا گیا اور اسکے مقابل

---

[1] اور حضرت نبی اللہ مسیح موعود علیہ السلام کے اس دعوے برحق سے کہ میں حسینؓ اور عیسےٰ سے بڑھکر ہوں۔ مخلوق پرست غالیوں کے کپڑوں میں آگ لگ گئی۔ حالانکہ کسقدر صاف بات تھی کہ جو تمام انبیاء کا موعود اور خاتم النبیین کے منہ سے جری اللہ اور رسول اور نبی اور حکم پکارا گیا ہو۔ اس سے حسینؓ کو یا دوسروں کو کیا نسبت۔ منہ

سارے [illegible] یا [illegible] انسان اور [illegible] انسان اسپر نام کے مسلمانوں اور نصرانیوں
میں شور پڑ گیا۔ کہ پکڑو یہ شخص کفر بکتا ہے۔ جو خدائی خاصوں اور الوہیت کی صفات کو مسیح ابن مریم سے
سلب کرتا اور دوسرے نبیوں کیطرح اسے قرار دیتا ہے سارے جہان میں ہنگامہ محشر برپا ہو گیا۔
اور اس بات کا فیصلہ کرنا دشوار ہو گیا کہ حضرت مسیح کی نسبت اس قسم کا کلام کرنے سے خدا کے
موعود مہدی پر نصرانی زیادہ دانت پیستے ہیں یا نام کے مسلمان۔ مگر اب خدا تعالےٰ کی مصلحت
یہی ہے کہ اس مبالغہ اور اطرا کو خاک میں ملایا جائے۔ جسکے سبب سے یورپ بھر اور دنیا کا بہت سا حصہ
گمراہ ہو گیا ہے خدا تعالےٰ اسوقت اسی طریق سے راضی ہے کہ ساری عزتیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کو دیجائیں جو حقیقی استحقاق ان سب عزتوں کا رکھتے ہیں اور ابن مریم سے چھین لیجائیں یہ کام
صرف ان ہی لوگوں کی آنکھ میں کانٹے کی طرح چبھتا ہے۔ جو خاتم النبیین کی ہتک اور بے
[illegible] سے کلام کی بےعزتی پر راضی ہیں اور روا رکھتے
ہیں۔ کہ مسیح ابن مریم کے حق میں جسقدر اطرا ہو ہو۔ لیکن خدا کی غیرت جو صدیوں سے خاموش تھی:
اب سخت اشتعال میں ہے اور وہ دم نہ لیگی جب تک اس بیجا غلو اور اطرا کے بت کو خاک میں
نہ ملا دے۔

اب وقت آگیا ہے کہ علی اور حسین کی
پرستش کی دلیری سے بیخکنی کیجائے

اسی طرح اب وقت آگیا ہے کہ نابکار رفض کے رنگ میں رنگین
سنیت کی گردن مروڑ کر صدق اور حق کی حمایت میں اخلاقی جرأت
کے ساتھ الباطل کا مقابلہ کیا جائے۔ اور دکھایا جائے۔ کہ مذہب تشیع یا رفض کی تسلیم پر یہ اور یہ مفاسد
اور بد نتائج مترتب ہوتے ہیں اور ثابت کیا جائے۔ کہ شیعوں کے علی اور آپکی ذریت کسقدر کمزور اور
گرے ہوئے انسان اور مخذول اور ناقابل ذکر لوگ ہیں اور پھاڑ پھاڑ کر دکھایا جائے کہ کوئی علامت
بھی نصرت حق اور تائید آسمانی کی آیات سے جنکا مصداق بنکر قرآن کے وعدہ کے موافق کوئی شخص
موعود حق ٹھہر سکتا ہے علی اور آئمہ کے وجود میں نہیں پائی جاتی۔ یہ سلسلہ اول سے آخر تک یا یوں کہو کہ
کوفہ سے سُرّ مَن رائی تک ناکامیوں۔ نامرادیوں۔ یاسوں۔ حسرتوں اور ارمانوں کا سلسلہ نظر آتا ہے
جبکہ خدا کی غیرت نے ایک اولوالعزم نبی عیسےٰ بن مریم (علیہ السلام) کی نسبت جائز رکھا ہے کہ ایک
شرک عظیم اور ظلم جسیم کے استیصال کیلئے انکی نسبت اطراؤں کو زمین کیساتھ ہموار کر دیا جائے تو
کہ پھر کبھی کوئی اوپر دیکھنے نہ پائے اور دل میں خیال ہی نہ لائے کہ وہ آسمان پر ہے اور آسمان سے اترتا ہے
تو کیونکر اس کی غیرت روا نہ رکھیگی کہ شرک کی دوسری ٹانگ یعنی علیؓ اور حسنینؑ کی پرستش کو نابود

کرنے کے لیئے حق اور حقیقت [illegible]

جو بصیرت سے واقف ہوں گے کہ شیعوں نے علی اور حسین (رضی اللہ عنہما) کی نسبت اسقدر مبالغے کیئے اور ایسے صفات سے انہیں موصوف مانا ہے کہ خود جناب سرور کائنات اور سارے نبیوں کی بلکہ خود خدا کی عزت خاک میں ملجاتی ہے[1]۔ کاش کوئی کافی کلینی پڑھکر دیکھ لے۔ اگر مجھے خدا نے توفیق ملی۔ تو دوسرے حصہ میں ان باتوں پر مفصل بحث کرونگا۔ اور پنجاب کے سُنیّوں کو جو محض بیخبر ہیں اور علی پرست فقرا کے دام تزویر میں پھنسکر نا دانستہ رفض کی بلا میں مبتلا ہیں۔ دکھاؤں گا کہ نصرانیت کیطرح شیعیت سخت خطرناک مذہب اور تقوے وطہارت اور راستبازی کی راہ میں ٹھوکر ہے۔ اللہ تعالے بہتر جانتا ہے اور وہ علیم بذات الصدور ہے کہ ہم احمدی قوم سب سے زیادہ [illegible] کی عزت کرنیوالے اور حضرت عیسے علیہ السلام سے بہت زیادہ پیار کرنے والے [illegible] اور انہیں [illegible] صادق [illegible] [illegible]

خود ہمارا محبوب امام اور آقا انہی کے نام اور [illegible] پر آیا ہے اور یہی اس کا دعوے ہے اور ایسا ہی ہم حضرت علی علیہ السلام اور جناب حسین علیہ السلام اور جناب حسن علیہ السلام اور جناب زین العابدین علیہ السلام اور جناب باقر اور صادق علیہما السلام کی دل سے عزت کرتے انکو خدا تعالے کے برگزیدے اور سچے حنیفی مسلم و مومن تسلیم کرتے ہیں۔ اور مجذوم اور ملعون سمجھتے ہیں ایسے دل کو جس میں انکا بغض ہو۔

شیعوں کے مسلمات کی بنا پر حضرت علی پر کسقدر الزام آتے ہیں۔

مگر ہم ایمان رکھتے ہیں کہ یہ سب کچھ اسی صورت میں راست آتا۔ اور ساری کل ٹھیک بیٹھتی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق علیہ السلام کی حقیت اور صدق کو مانا جائے جب تو حضرت علی علیہ السلام سے لیکر اس امام تک جو خدا تعالے کی نگاہ میں بزرگ اور نیک تہا سارا سلسلہ نور علے نور ہے اور اگر شیعہ مذہب اور عقاید کو سچ سمجھا جائے تو وہی مفاسد لازم آتے ہیں جو مسخ شدہ انجیلوں اور نصارے کے عقاید کو ماننے سے یسوع مسیح کی ذات میں لازم آتے ہیں کہ نصرانیوں کے عقیدہ اور انجیلوں کی بنا پر تو یسوع مسیح کو معمولی انسان ماننا بھی مشکل ہے چہ جائے کہ ایسا اور ویسا مانا جائے۔ اسی طرح مذہب تشیع کو مان کر بالبداہت

---

[1] چنانچہ لاہوری تابوت پرست حائری کا تازہ اشتہار وسیلۃ المبتلا پڑھکر دیکھ لو جس میں ظالم نے حسین کو تمام نبیوں پر فوق دیا اور خاتم النبیین کو اسکا محتاج ٹھہرایا ہے۔ منہ

ماننا پڑے [illegible] شیخین کی حضور میں تعلق کرنیوالے
ان کے مال غنیمت سے حصہ لینے کیخاطر خاموشی اور نفاق سے بسر کرنے والے اور اپنی بیوی خاتون
جنت کے اسقاط حمل پر بھی صبر کرنے والے اور ایک عرصہ دراز تک یعنی صدی کے چوتھے حصہ
تک خلافت کی حسرت میں کڑھنے والے تھے اور اسی اخلاقی کمزوری کا اثر اُن کی اولاد پر بھی پڑا
چنانچہ ایک نے چھ مہینہ تک بھی زمام سلطنت کو ہاتھ میں رکھ سکنے کی قابلیت نہ پاکر اپنے باپ کے
حریف مقابل حضرت معاویہ علیہ السّلام[له] کو سلطنت سونپ دی اور دوسرا بڑی کمزوری اور کس
مپرسی کیحالت میں دشت غربت میں تباہ ہو گیا۔ اور انکے فرزند کے بعد دیگرے حسرت اور ارمان
بھرے دل سے اُس دنیا سے رخصت ہوئے۔ مجھے یقین ہے کہ بہت سے خداترس اور خداجو
دل میری ان باتوں میں خوب غور کرینگے اور سمجھ لینگے کہ میرے اس بیان سے خدا تعالےٰ کے
[illegible] مجھے خیال ہے کہ [illegible] ایسے بھی ہونگے جو نادانی
اور ناعاقبت اندیشی اور سخن نافہمی کے سبب سے چیخ اُٹھیں گے کہ یہ شخص حضرت علی اور آئمہ کی ہتک
کرنیوالا ظالم بے باک خارجی ہے مگر خدا کے سوا کون سینہ کو دیکھ سکتا ہے اور جان سکتا ہے کہ انکی یہ بات
اور گمان خدا کو ناراض کرنیوالا بہتان ہوگا اور میں انکی ہر قسم کی بدگمانی اور افک سے ویسا ہی
بری ہوں گا جیسے کہ جناب علی مرتضےٰ علیہ السّلام فرقہ بیاضیہ (خوارج) کے افک اور بہتان سے
بری تھے اور ہیں۔

غرض اس علم کلام سے جو خدا کے مسیح موعود نے نکالا ہے کوئی باطل بھی حق کے مقابل عہدہ
برآ نہیں ہو سکتا۔ اس حربہ کے چلانے میں ہمیں عیسائیوں اور شیعوں کے مقابل ایک سی مستقیم دلیری
سے کام لینا چاہیئے۔

ابن تیمیہ نے الزامی جوابوں سے کام لیا

اس جگہ مجھپر فرض ہے کہ میں اقرار کروں کہ حضرت ابن تیمیہ رضی اللہ
عنہ وارضاہ) نے اپنی کتاب منہاج میں اس حربہ سے خوب کام لیا ہے اگرچہ اس کی

[له] میں نے سنا کہ ایک بخیل جناب امیر شام کے آگے علیہ السلام پڑھکر بہت برہم ہوا اور ایسا ہی اکثر شیعوں کو بھی یہ جذام
لگا ہوا ہے۔ کہ وہ اس زمین موعود کے وارث سے دل میں بغض رکھتے ہیں افسوس ان لوگوں نے حضرت صدیق اور
آپکی جماعت کو سمجھا ہی نہیں میرے نزدیک ان سب صحابہ پر یکساں حملہ اور اس کا یکساں جواب ہے وہ بخیل التحیات
میں السلام علینا کہہ کر اپنے اوپر سلام کرتا اور تمام مسلمانوں کو السلام علیکم کہنا گوارا کرتا ہے۔ مگر ایک
غائب کی ضمیر کے لگانے سے خدا کے برگزیدہ پر سلام یعنی علیہ السلام روا نہیں رکھتا۔ منہ

تلوار کی دھار ایسی تیز اور [illegible]
علیہ السّلام کی تلوار کے ہیں مگر حق یہ ہے کہ شیخ موصوف اپنے وقت میں اس طرز مباحثہ کا بانی ہے اور میری احاطہ علم میں نہیں کہ اس سے پہلے یا پیچھے کسی نے اُس جوش اور قوت اور غیرت سے قلم اُٹھایا ہو اگر خدا نے مجھے توفیق دی تو میں دوسرے حصہ میں ابن تیمیہ کی بعض باتوں سے فائدہ اُٹھاؤں گا۔ اگرچہ اس کتاب میں حضرت صدیق کی معیت غار کے متعلق مَیں نے دو تین مرتبہ ایک سے ایک زیادہ پُر زور اور دلچسپ مضمون لکھا ہے مگر دل نہیں چاہتا کہ اس نئے مضمون کو یہاں دیباچہ میں تحریر نہ کروں جو تین ہی روز ہوئے میرے دل میں ڈالا گیا تھا۔ مجھے یقین ہے کہ طالبانِ حق اسے دلچسپی سے برہنہ نہ پائیں گے۔

مَیں ایک روز اس فکر میں ڈوبا ہوا تھا۔ کہ اگر شیعوں کے اس غلو اور اطراء کو جو حضرت علی کے حق میں انہوں نے [illegible] عقاید کی [illegible] زندگی کے طرز عمل اور تعبدی طریقوں [illegible] اور نظر کو اور بھی وسیع کر کے بعض غلاۃ فرقوں کے عقاید کا ملاحظہ کیا جائے تو بلا تذبذب عقل قبول کر لیتی ہے کہ یہ لوگ محمد رسول اللہ کے مہبط جبرئیل ہونے اور رسول و نبی ہونے پر دل سے خوش نہیں۔ انکی تڑپ اور تمنا صاف بتاتی ہے کہ بجائے محمد رسول اللہ کے علی رسول اللہ ہوتا اور جبرئیل علی کے پاس آتا۔ چنانچہ فرقِ امامیہ سے بعض غالی فرقے اسطرف گئے ہیں کہ دراصل جبرئیل خدا کیطرف سے علی کیطرف بھیجا گیا تھا۔ مگر وہ سہو سے جناب رسولکریم کیطرف چلا گیا۔ آخر اس بات سے کم سے کم اتنا تو معلوم ہوتا ہے کہ قلوب میں یہ مرض یا تمنا ضرور تھی۔ مگر جب یہ دیکھا جائے کہ اذان میں حضرت علی کا نام زیادہ کیا گیا ہے۔ تو پھر کوئی شبہ نہیں رہتا کہ اس ساری قوم کو یہ خوفناک مرض لگا ہوا ہے اگر غور کیجائے تو ترتیب طبعی اور فطری مناسبت دو ہی ناموں کو چاہتی ہے ایک اللہ کو دوسرے محمد کو۔ اللہ کو اس لیئے کہ وہ ہی معبود وہ ہی مقصود اور وُہی دعوت کی غایت و غرض ہے۔ اور محمد کو اس لئے کہ وہ ایسی جلیل القدر دعوت کا داعی ہے تیسرے کسی نام کی اس میں کہاں گنجائش ہے اور یہی دو نام خدا کی حکیم کتاب میں اور اسی طرح اذان کے کلمات جو اہل حق میں مستعمل ہیں قرآن کریم کے متعدد مقامات میں موجود ہیں اور اذان قرآن کریم سے نبوی استنباط اور دقیق اور لطیف استنباط ہے جیسے کہ اور استنباط نماز۔ زکوۃ اور دیگر امور کے متعلق حضرۃ رسولکریم صلے اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم سے کیئے ہیں۔ اور یہ استنباط ایک اَور رنگ کی وحی

اذان میں حضرت علی کے نام کو داخل کرنا شیعوں کی سعادت اور عبادت کی دلیل ہے

ہوتی ہے جو حضرت مامور کو خدائی وحی کے بہم کے متعلق عطا ہوتی ہے باوجود اسکے ایسے احسن نظم میں جو شاہوار مروارید کی خوبصورت مالا ہے۔ ایک بے جوڑ اور غیر موزون پوت کو داخل کر دینا دانشمندی سے کسقدر دُور ہے مگر بہرحال اس سے اتنا تو نکلتا ہے کہ شیعوں کی حُبّ بڑے بڑے بلند تقاضے کرتی اور نزدیک نزدیک کی باتوں پر راضی نہیں ہوتی جب تک حضرت امیر کو بہت دُور تک پہنچا نہ لے۔ لیکن یہ تو خدا کا کام ہے کہ جسکا پایہ جتنا چاہے بنائے چنانچہ وہ فرماتا ہے اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ۔ ہم دیکھتے ہیں کہ خدا کا انتخاب ہمیشہ کیسا عجیب اور پُرحکمت ہوتا ہے جو فرق محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قوٰے اور اعمال میں اور جناب علی کے قوٰے اور اعمال میں ہے وہی حضرت ابوبکر اور حضرت علی اور دیگر صحابہ کے قوٰے اور اعمال میں ہے۔ حضرت صدیق نے بار نبوت و رسالت کو اسی غیر مذبذب کاندھے پر اُٹھایا جسپر رسول کریم نے اُٹھایا تھا۔ مگر جب دوسرے [illegible] تو بالبداہت [illegible] حضرت صدیق سوا اسکا نقامہ بے سُود ہے اس سبب سے خدا تعالےٰ نے اپنی حکیم کتاب میں بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مسلمانوں کے آگے دوسرا نمونہ حضرت صدیق کا پیش کیا ہے جہاں فرمایا ہے۔

حضرت صدیق نے بار نبوت کو اُٹھایا

یا ایھا الذین امنوا ما لکم اذا قیل لکم انفروا فی سبیل اللہ اثاقلتم الی الارض أرضیتم بالحیوۃ الدنیا الی قولہ الا تنصروہ فقد نصرہ اللہ اذ اخرجہ الذین کفروا ثانی اثنین اذ ھما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لا تحزن ان اللہ معنا۔ یعنی اے مومنو تمہیں ہوا کیا کہ جب تمہیں اللہ کی راہ میں جہاد کو نکلنے کے لئے کہا جائے تو سُست اور بوجھل ہو کر زمین سے لگ جاتے ہو اور نکلنے میں نہیں آتے۔ کیا تم اس ورلی زندگی پر قانع ہو بیٹھے ہو۔ سنو اگر تم اس رسول کے ناصر نہیں بنتے تو نہ بنو خدا تو بہرحال اسکا ناصر ہوگا اور ہو تا رہا ہے چنانچہ خدا کی نصرت اس سے پہلے بھی اسوقت اس رسول کے شامل حال ہوئی جبکہ کافروں نے اسے مکہ سے نکالا اور اس سفر ہجرت میں ایک شخص اسکا رفیق طریق ہوا اور تمہارے طرز عمل کسل اور سستی کے بالکل خلاف اپنے منافع پر خاک ڈال کر رسول کے ساتھ خدا کی راہ میں نکل کھڑا ہوا اور پھر غار ثور میں بھی وہ دو ہی تھے۔ جبکہ نصرت آلٰہی کی آمد کی سخت ضرورت پڑی اور وہ یار غار اپنے مولٰی کی جان کو خطرہ میں دیکھکر گھبرایا اور اس ہبط وحی نے اُسے خدا کیطرف سے کہا غم مت کر اللہ تیرے اور میرے ساتھ ہی اسکے مصالح کے خلاف ہے کہ میں اور تو دونوں ہلاک کیے جائیں۔ خدا اسلام کی زندگی اور تجدید کیلئے مجھے اور تجھے مقرر کر چکا ہے اسی لئے اسکی معیت ہماری ناصر ہے۔

یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ ایسے پُرخطر وقت میں خداتعالےٰ نے حضرت صدیق [illegible]

اور نصرت کو اپنی نصرت فرمایا ہے۔ جیسے کہا لقد نصرہ اللہ۔ اگر اسکے یہ معنی کریں کہ غار ثور کے دو پناہ گزینوں کی خدا نے نصرت کی جیسے وہ ایسی خوفناک گھڑیوں میں اپنے مرسلین کی کیا کرتا ہی جب بھی مدعا حاصل ہے اور اگر یہ معنی کریں کہ خدا کے اذن اور ارادہ سے ایسے وقت میں حضرت صدیق آپکے مونس اور ناصر ہوئے جب بھی معنی درست بیٹھتے ہیں اور حقیقت میں بات بھی اسیطرح ہی۔

اس میں تو کسی طرح بھی کلام نہیں ہو سکتا کہ ایسے نازک وقت میں جو فیضان اور توجہات حضرت مولے الحق سبحانہ وتعالےٰ کیطرف سے حضرت رسولکریم صلے اللہ علیہ وسلم پر معطوف ہوئیں حضرت صدیق بھی ان میں شریک ہیں۔ اور ان اللہ معنا نے جو آپ کے دہان مبارک سے یار غار کے

حضرت صدیق اور رسول کریم معیت اللہ کے فیض سے [illegible]	خطاب میں نکالا [illegible] واضح کردیا کہ حق سبحانہ وتعالےٰ نے [illegible] [illegible]

کے اس پُرحکمت کلام سے کیوں فایدہ نہیں اٹھاتے قابلِ غور بات ہی کہ خدا کی پرحکمت کتاب میں آیت ثانی اثنین اذ ھما فی الغار کیوں درج ہوئی ہے اور اسکی ضرورت ہی کیا ہے اگر نبوت کے

سلہ۔ ازبس ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ دیکھا جائے کہ واقعہ غار ثور اور اسکے مقدس پناہ گیروں کی نسبت خداتعالےٰ کے حکیم کلام میں عادت کے موافق پہلے سے پیشگوئی موجود تھی۔ قرآن کریم نے جس طرح کئی سورتوں میں دوسرے نبیوں اور راستبازوں کے قصوں میں ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے واقعاتِ زندگی بتانے اور آپ کے آنے والے حالات کی نسبت اخبار غیب کا التزام کر رکھا ہے۔ ہجرت کے اس عظیم الشان واقعہ اور ہولناک سانحہ کو جو فی الحقیقت آیندہ کی تمام فتوحات کا آغاز اور کلید تھا۔ بڑی خوش اسلوبی سے اصحاب الکہف کے قصہ کے پیرایہ میں بیان فرمایا ہے اور دانشمندوں کو مغز حقیقت میں پے لے جانے اور دوسرونکی داستان سے اپنے نبی کریم کی سرگذشت سمجھ جانے کے لیئے یوں شروع کیا ہو ام حسبت ان اصحاب الکھف والرقیم کانوا من ایاتنا عجبا۔ کیا تمہیں گمان ہو کہ غار اور نوشتہ والے ہماری نشانوں سے عجیب نشان تھے۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ محمد رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) کا ایک واقعہ جو اسی رنگ میں ایک غار کا واقعہ ہوگا۔ اور اصحاب کہف کیطرح ایک غار میں پناہ لینے کا واقعہ ہوگا اس واقعہ سے عجیب تر ہوگا۔ اور مکہ کے قریب ہی ہوشیار اور خونخوار کی اعداء سے آپکا محفوظ رہنا اور پھر ان ہی سفاک اعداء پر منصور و مظفر ہونا خدا کی قدرتوں اور حکمتوں کا عظیم الشان نشان ہوگا۔

مسائل مہمہ سے کسی عظیم الشان مسئلہ کا اسپر انحصار نہیں - اور جبکہ قرآن کریم کا بڑا مقصد یہ ہے

پھر فرمایا اذ اوی الفتیۃ الی الکھف فقالوا ربنا اتنا من لدنک رحمۃ وھیئ لنا من امرنا رشدا یعنی اس عظیم الشان نشان کا آغاز یوں ہوا اور اس وقت ہوا کہ کچھ جوانمرد غار میں جاگزیں ہوئے اور یوں دعا مانگی کہ اے ہمارے رب اپنے پاس سے ہمیں (یعنی خرق عادت کے طور پر اس لئے کہ اسباب عادیہ تو کٹ چکے ہیں) رحمت دے اور ہماری اس تاریکی کی گھڑی میں کامیابی اور نور کی راہ ہمیں دکھا۔ اس میں خداوند علیم حکیم نے پیشگوئی کر دی تھی کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم غار ثور میں اکیلے نہ ہونگے - بلکہ ایک فتی ضرور آپ کے ساتھ ہوگا - اور اس نازک وقت میں ...کہ خارق عادت رحمت اور کامیابی اور نصرت آپکے شامل حال ہوگی - اور آپ ہرگز ہلاک اور ضائع نہ ہوں گے -

قرآن کریم میں اس دعا کا منقول ہونا صاف بتاتا ہے - کہ ہمارے سید و مولیٰ کی کامیابی تمام پہلے مقربوں اور اہل اللہ کے کاموں سے زیادہ ہوگی اور اس نبی کریم کے اعدا بھی گذشتہ راستبازوں کے اعدا سے شدید تر اور تیرہ اندروں تر ہونگے - اور اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ حضور رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خدام اگلے راستبازوں کے خدام سے بہت زیادہ کامیاب ہوں گے - چنانچہ اسی سورہ شریفہ میں فرمایا - انّ الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت انا لانضیع اجر من احسن عملاً اولٰئک لھم جنٰت عدن تجری من تحتھم الانھٰر یحلون فیھا من اساور من ذھب ویلبسون ثیابا خضرا من سندس واستبرق متکئین فیھا علی الارائک نعم الثّواب وحسنت مرتفقا - اس میں صاف خبر دی ہے کہ اس ہجرت اور پناہ غار اور مصائب و شدائد کے بعد آپ کے مومنین اس جہان میں اولاً اور دوسرے میں ابدی قیاس پر یقیناً) مبارک اور سرسبز زمینوں (ملک شام - ملک مصر - ملک ایران وغیرہ وغیرہ) کے مالک ہونگے اور سونے کے کنگن اور ریشمی حلے ان کے قبضہ میں آئے - چنانچہ یہ سب پیشگوئیاں خلیفہ فاروق عمر بن الخطاب کے عہد سعادت عہد میں پوری ہوئیں - اور ایران کی لوٹ کے سونے کے کنگن آپ نے ایک صحابی کو تھوڑی دیر کے لئے پہنا کر دکھا دیا - کہ خدا تعالےٰ کی وہ پیشگوئی کس طرح پوری ہوئی -

اسکے آگے فرمایا واضرب لھم مثلا رجلین جعلنا لاحدھما جنّتین الخ یہ باغ کی مثال وہی ہے جسکی تمہید حضرت مسیح علیہ السلام نے باندھی اور پیشگوئی کی تھی (متی باب ۲۱)

کہ ہر زمانہ میں وہ زندہ اور مبا [illegible]

اس میں یہود کو الزام دیا گیا تھا۔ اور صاف وعید تھا کہ وہ آنیوالے جلالی رسول کے ہاتھ سے ان سب شرارتوں کی قضا پائیں گے۔ قرآن کریم نے یہ دکھانا چاہا ہے کہ مسیح کی پیشگوئی کے موافق خدا کا وہ موعود محمد رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) اور اب اس باغ کے وارث آپ اور آپ کی امت ہوگی۔ اب دیکھنا چاہیئے کہ اس باغ کے فاتح اور وارث کون ہوئے۔ اس کا جواب بجز اسکے کچھ بھی نہیں کہ وہ وارث حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ ہیں (صلوات اللہ علیہما و سلامہ) پھر خداوند کریم علیم کا یہ فرمانا اپنے نبی کریم کو ولا تقولن لشیء انی فاعل ذلک غدا الا ان یشاء اللہ واذکر ربک اذا نسیت وقل عسیٰ ان یھدین ربی لاقرب من ھذا رشدا [illegible]

[illegible]

جو اصحاب کہف کی دعا میں مذکور تھا وھیئ لنا من امرنا رشدا۔ خدا تعالے اپنے ہی سے امر بالدعا کے پیرایہ میں وعدہ کرتا ہے کہ ان کی رشد سے تیری رشد اقرب ہوگی پھر آگے اس کا ثبوت دیتا اور فرماتا ہے ولبثوا فی کھفھم ثلث مائۃ سنین وازدادوا تسعا قل اللہ اعلم بما لبثوا الآیۃ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اصحاب غار کے ثلث مائۃ سنین رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے واقعہ غار میں ثلثۃ ایام سے بدل دیئے جائینگے اور یہی معنی تھے لاقرب من ھذا رشدا کے۔ اور خدا نے اس اپنے کلامی وعدہ کو اپنے فعل سے یوں پورا کیا کہ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم تین ہی دن غار میں رہے۔ اور اس کے آگے فرمایا لا مبدل لکلماتہ۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ ہجرت ضروری اور کہف والوں سے مشابہت ضروری ہے اور ولن تجد من دونہ ملتحدا میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی پشت و پناہ ہوگا اور ضایع ہونے سے محفوظ رکھے گا۔

اب اس کے بعد میں حق جو حق شناس دلوں کے آگے اپیل کرتا ہوں کہ وہ خدا کے لئے غور کریں کہ یہ کسقدر عظیم الشان پیشگوئی ہے جو خدا کی حکیم کتاب میں مندرج ہے کیا اس میں جناب رسول کریم اور جناب صدیق یکساں شامل نہیں ورنہ تلاش کریں کہ وہ کون فتی تھا جو رسول کریم کیساتھ اس غار میں تھا۔ اور پیشگوئی کے موافق آپ کے ساتھ کم سے کم کسی فتی کا ہونا از بس ضروری تھا کیا عجیب بات نہیں کہ ابوبکر ہی راہ میں بھی رفیق طریق ہوا اور ابوبکر ہی غار میں بھی انیس و مونس ہوا اور ابوبکر ہی آخری منزل میں بھی ساتھ ایک ہی بستر پر سوتا ہو۔ ان فی ذلک لذکریٰ لمن کان لہ قلب او القی السمع وھو شہید

پورا نمونہ سامنے ۔ اور نبوت کی شاخوں کو ہر زمانہ میں سرسبز اور پُر ثمر دکہائے اور طالبانِ حق کے آگے ہر وقت ترغیبات اور ترہیبات کے زندہ نمونے پیش کرے ۔ یہ بات قابل غور ہے کہ یہ فقرہ خدا اور رسول کے کس مقصد کی تائید کرتا ہے میں سچ کہتا ہوں کہ خدا کا کلام اسی صورت میں معجز نظام اور پُر حکمت مانا جائے گا کہ ہم اس ایمان اور اعتقاد کیلئے اپنے تئیں مستعد پائیں کہ جناب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد جناب صدیق ماموریں مرسلین کے ناصروں کی زندہ مثال اور قابل رشک فدیہ اور لانظیر بدرقہ اور نصرت الٰہیہ کی دلربا تصویر ہیں ۔ یہ آیت ہمیں صاف صاف بتاتی ہے کہ توریت اور انجیل میں اس رفاقت اور فدیہ اور نصرت کی کوئی مثال نہیں ۔ اور خداوند حکیم نے جیسے قرآن کریم میں اور لانظیر حقایق و معارف مذکور فرمائے ہیں خیر الامم قوم کیلئے عجیب انسان ابوبکر صدیق کو وجود باجود میں مرشد کے اتباع اور عشق اور ایثار کا نمونہ پیش کیا ہے میں پہلے بھی بیان کر چکا ہوں اور اب [illegible] بصیرت [illegible] نہایت بڑا کاری حربہ ہے بطلان پر ۔ ہماری جماعت کو چاہیے کہ دشمنِ حق سے مقابلے کے وقت اسکو ہاتھ سے نہ رکھیں ۔

ہاں ایک بڑی عجیب بات رہگئی تھی ۔ وہ بھی سُن لیجئے خدا کا یہ فرمانا ولا تقولن لشیٔ انی فاعل ذٰلك غدًا ۔ میں بڑا زبردست حکم تھا ۔ جناب رسول کریم کو کہ امر ہجرت کسی پر ظاہر نہ کرنا اور اِلّا ان یشاء اللہ میں اشارہ تھا کہ جبپر خدا کی مشیت کا قرعہ پڑے اور مصالحہ الٰہیہ اسپر ظاہر کرنے کی اجازت دیں اسپر اس راز کو ظاہر کیا جائے ۔ اب دیکھنا چاہیئے کہ رسول خدا نے ساری قوم سے اس امر کو مخفی رکھ کر کس پر اس نازک بات کو ظاہر کیا اور کس کو اپنے ساتھ لیا ۔ اسکا جواب اسکے سوا کیا ہے ۔ کہ وہ صاحب السر المکتوم اور رفیق الطریق حضرت صدیق اکبر تھے ۔

خدا ترسوں کو غور کرنی چاہیے کہ اگر واقعۂ غار اور رفاقت صدیق سے بڑھکر کوئی کارنامہ حضرت علی کا ہوتا ۔ تو از بس ضروری تھا ۔ کہ خدا کے کلام میں مذکور ہوتا ۔ اتنی زبردست پیشگوئی میں جو رسالت و نبوت کی کامیاب زندگی کی بُنیاد تھی ۔ حضرت صدیق کا مذکور و مشمول و معہود ہونا اور اسکے تمام پہلوؤں سے حضرت علی کا باہر رہ جانا کیا صاف نہیں بتاتا ۔ کہ نبی کریم کے بعد دوسرا درجہ کس کا ہے ۔ کاش حلّی یا اسکا کوئی ہم مشرب حیب یا ایک ہی ایسی پیشگوئی خدا کی کتاب سے حضرت علی کی نسبت پیش کر سکتا اور اس نہایت ہی بیہودہ اور پوچ کارروائی سے مستغنی ہو جاتا ۔ جو الفین جیسی لغو کتاب کے بنانے میں اس نے کی ۔ افسوس ایسے طریق پر جسپر نہ خدا کے کلام کی مہر ہو ۔ نہ خدا کے کام کی ۔ اور نہ عقل کی ۔ منہ

جب تک اسکے متعلق پورا فیصلہ نہ ہو جائے اور حریف کو اسی [illegible] کے [illegible] ادھر ادھر کی
راہ نہ دیں اگرچہ اس آیت سے استدلال ابتداءً میرا اختراع نہیں ہر زمانہ میں اہل حق نے اسپر
تمسک کیا ہے مگر میری روح جس قوت استدلال اور شرح صدر سے بھری ہوئی ہے اس لحاظ سے
مَیں کہنے کا حق رکھتا ہوں۔ کہ حقیقۃً میں ہی اس حربہ کا موجد ہوں۔ اور مَیں محسوس کرتا ہوں کہ یہ آیت
القائے ربانی کے رنگ میں مجھپر گرتی اور میری تمام عروق اور شرائین اور عظام اور مخ اور اوصال
میں سرایت کرتی اور میرے سراپا کو سیراب کرتی ہے۔ میں تحدی سے کہتا ہوں۔ کہ ایسے بیّن ثبوت
کی کوئی نص حضرت علی کے حق میں نہیں۔ ورب العرش العظیم نہیں ہرگز نہیں۔ یہ بڑا عظیم الشان معرکہ
ہے۔ اس میں صدیق کا دشمن ٹھہر سکتا ہی نہیں۔ ملا حلی نے الفین میں دو ہزار آیت حضرت علی کے
شان میں لکھی ہے۔ مگر افسوس کرتا ہوں کہ باقی آیتیں اس نے کیوں چھوڑ دیں۔ الطلاق مرتان
اس سے بھی صریح [illegible] کی [illegible] ہوگی [illegible]
یہ تو آپ سے منطوق سے حضرت میری خلافت پر گواہ ہے غرض جب اس طرح کی دو ہزار آیتیں آ
لے لیں تو ان باقی آیتوں کو ترک کر دینے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔

مَیں حلی کی اس کوشش کو جو قرآن کریم کی دو ہزار آیتوں کے حضرت علی پر جمانے میں اُسنے
کی ہے پادریوں کی کوشش سے کم نہیں دیکھتا جو اُنہوں نے توریت کی
پیشگوئیوں کو یسوع مسیح پر وارد کرنے میں کی۔ میں تو ہرگز فرق نہیں کر سکتا

حضرت علی کے حق میں کوئی مخصوص غیر مشترک نص نہیں

کہ ان دونوں میں سے کون سی تطبیق اور توفیق زیادہ شرمناک اور قابل استہزا ہے اور یہ کم تعجب انگیز
بات نہیں کہ دونوں قوموں کو باطل کی تزئین اور تائید کے لئے متشابہ محنت کرنی پڑتی ہے جائے غور ہے
کہ توریت کی پیشگوئیاں جو ایک موعود کی جلالی آمد اور منصور بعثت کی خبر دیتی تھیں کیونکر منطبق ہو سکتیں
ایک ناتوان ناکام شخص پر جو یسوع کی شکل لیکر یہودیوں میں ظاہر ہوا اور انکی ساری امیدوں اور انتظار
کی آنکھ میں خاک ڈال کر آخر ان کے رنج اور غصہ اور انتقام کا
شکار ہوا۔ اسی طرح قرآن کریم کی جلالی آیتیں جو بتاتی ہیں۔

قرآن کریم کے مواعید صادقہ کا مصداق بجز صدیق اور آپکی جماعت کے کوئی اور نہیں ہو سکتا۔

کہ ایک قوم پیدا ہونیوالی ہے جو اپنے حریفوں پر غالب آئیگی۔ قیصر کو وہ پامال کریگی۔ کسریٰ انکے
مقابل آوارۂ دشت تباہی ہو کر ہمیشہ کے لئے اپنا نام مٹا جائے گا۔ مصر کی تمام برکات کے وارث
وہ ہوں گے شام کے جنات اور انہار اُنکے قبضہ میں آئیں گے۔ ایران کے سونے کے کنگن اور
لباسہائے شاہانہ اور تخت اُن کے تصرف میں آئیں گے۔ انا لننصر رسلنا والذین امنوا

فی الحیوۃ الدنیا۔ اور کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی۔ اور وان جندنا لھم الغالبون اور لنبؤنھم فی الدنیا حسنۃ۔ اور اس قسم کی جلالی آیتیں انکے حق میں صادق آئیں گی۔ کوئی خدا کے لئے بتائے تو کہ یہ کیونکر منطبق ہو سکتیں۔ حضرت علی اور ان کی آخر تک ناکام رہنے والی اولاد پر جنکے وقتوں میں مسلمانوں کے تفرق کلمہ اور انتشار اور ضعف اور باہمی خانہ جنگیوں کے سوا کچھ نہیں ہوا حقیقت میں عجیب ہے وہ دل جو توریت سے یسوع کی خدائی اور قرآن سے علی کی وصایت نکالتا ہے۔ یہ خدا کی باریک مصلحت تھی کہ دونوں (حضرت علی اور حضرت مسیح) کی زندگی پر اسنے ناکامی کے داغ لگا دیئے اور چمکتی ہوئی نصرتوں اور فتوحات سے انہیں حصہ نہیں دیا۔ خدا تعالےٰ جانتا تھا۔ کہ ان دونوں شخصوں کے بعد عظیم الشان فتنہ برپا ہوگا۔ جو حق کا خون کرے گا۔ اور اس سے اہل حق کی توہین اور تحقیر کا بازار گرم ہوگا۔ مَیں بارہا خیال کرتا ہوں۔ کہ یہ مطابقت بھی کیوں ہو کہ جیسے [illegible] سے لیلا احرید [illegible] کو بدکار ثابت کرنیکی ضرورت پڑی ہے اسی طرح شیعوں کو ایک علی کیخاطر اسلام کے آدم ثانی حضرت صدیق اکبر سے شروع کرکے ایک لاکھ چوبیس ہزار اصحابہ کو فاسق فاجر اور منافق ماننا پڑا ہے۔ ممکن تھا۔ کہ یہہ دونوں گروہ اور طرح اپنے اپنے معبود کا حق ثابت کرنے کی کوشش کرتے اور راستبازوں پر طعن تشنیع کی ناپاک رسم سے کام نہ لیتے۔ اسکا جواب میری سمجھ میں یہی آتا ہے کہ خدا کی غیرت نے چاہا کہ بطلان کے ماتھے پر نمایاں داغ رکھدے اور ہر ایک طالب حق سمجھ لے کہ وہ راہ کیونکر سلامتی کی راہ ہو سکتی ہے جو آخر کار اس چشمہ تک پہنچاتی ہو جس میں توہین۔ تحقیر۔ سب وشتم اور معائب شماری کے بدبودار پانی کے سوا کچھ نہیں۔ حقیقت میں یہ بہت بدنما داغ ہے اس مذہب پر کہ اسکی بنیاد لاکھ سے زیادہ راستبازوں کو فاسق فاجر بنانے پر کھڑی ہوتی ہے دوسرا داغ خدا کی حکمت نے یہ لگا دیا کہ جناب علی کی خلافت کو خلافت منتظمہ ہونیکے شرف سے محروم رکھا اور خانہ جنگی اور تفرق اور تشتت کے سوا اس سے کچھ حاصل نہ ہوا۔ اجنبی ملکوں کی چپہ بھر زمین بھی آپکے عہد میں فتح نہ ہوئی۔ بلکہ پہلی خلافت کے اندوختہ سے بھی بہت گراں قدر حصہ کھو دیا گیا یہ بات قابل غور ہے کہ حضرت عثمان تک بیرونی

شیعیت کے ماتھے پر بدنما داغ

فتوحات کا سلسلہ بڑی سرگرمی سے جاری رہا۔ اور حضرت علی کے عہد میں ٹوٹ گیا اور حضرت معاویہ سے پھر ویسا ہی جاری ہوا۔ اور بنو امیہ اور بنو عباس کے عہدوں میں بڑی قوت اور جلال سے جاری رہا۔ اس میں خدا کی کوئی حکمت ضرور ہونی چاہیئے اس لیے کہ اس کا کوئی کام حق اور حکمت سے خالی نہیں ہوتا بڑے راز اور لطف کی بات ہے۔ کہ آغاز نبوت سے

لیکن تین خلافتوں تک ایک بات (فتوحات) جو اسلام کی جان تھی اور پھر [illegible]
ماٗمور کا مدار کار تھی مسلسل طور پر قایم رہی اور پھر ایک شخص پر جو چوتھے نمبر پر خلیفہ ہوا وہ تار ٹوٹ گیا
اور دوسری لائن میں اسی قوت اور جوش سے پھر وہی بات قایم ہوئی۔ غور کرنیوالو سوچو اور مجھ سے جواب
لینے کے بغیر خود خدا کی اس کارروائی سے نتیجہ نکالو۔ بڑا بھاری وعدہ
خدا کی کتاب میں سیدنا ابراہیم کے اکلوتے فرزند سید اسمٰعیل کی
اولاد کو انکے علاتی بھائیوں کیطرح ملک اور نبوت[1] کی وراثت کا وعدہ تھا۔ قرآن کریم

خدا کا وعدہ حضرت ابراہیم سے حضرت صدیق اور آپکی جماعت کے وسیلہ پورا ہوا

[1] سورہ انعام میں خدا تعالی نے اس پیشگوئی کو عجیب صورت میں بیان فرمایا ہے اس سورہ شریفہ کو الحمد للہ
سے شروع کیا ہے [illegible] سے مقصود یہ ہے کہ انجام کار رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور نبوت
سے [illegible] اور ظلم [illegible]
جائے گی۔ یہ جملہ کامیابی [illegible] کے مطلب کے اظہار کیلئے بڑا ہی بلند قرآن کریم کی زبان میں
چنانچہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے آغاز رسالت میں جبکہ مادی نگاہوں کے نزدیک کامیابی
کا مطلع سخت غبار آلود تھا ایک سورہ جلیلہ نازل ہوئی۔ جسکا شروع یہی ہے۔ الحمد للہ رب
العلمین الرحمن الرحیم الی اخر الفاتحۃ المبارکۃ۔ یہ سورۃ بڑی پُرفتن اور پُرمحن زندگی میں
نازل ہوئی مگر اس نے آسمان سے نسبت رکھنے والوں کو بالبداہت سمجھا دیا کہ رسول کریم آخر کار مظفر
و منصور ہونگے اسلیئے کہ خدا کیلئے حمد ایسے مقام میں جہاں تین سو ساٹھ بت صفات الٰہیہ میں شریک کیے گئے
تھے اسی صورت میں مخصوص ہو سکتی۔ کہ وہ سب کے سب نیست و نابود کر دیئے جاتے اور آخر کار ایسا ہی ہوا
غرض یہ سورت بھی الحمد سے شروع ہوئی ہے۔ و اجل مسمی عندہ ثم انتم تمترون
میں کفار کو دھمکی دی ہے کہ اب جزیرہ عرب میں ظلمات یعنی کفر اور شرک کی مدت خدا کے علم میں تھوڑی
رہ گئی ہے اور جلد وقت آتا ہے کہ نور اس کی جگہ لے لے گا۔ پھر اس وعید کو اور بھی زیادہ صاف
لفظوں میں بیان فرمایا ہے۔ فقد کذبوا بالحق لما جاءھم فسوف یاتیھم انبؤا ما کانوا
بہ یستھزءون۔ پھر جب خدا کے مصالح نے وعید کے پورا کرنے یعنے نشان کے اتارنے میں دیر
کی اور بے ایمانوں کی شرارت اور ایذا رسانی حد سے بڑھ گئی اور ادھر رسول کریم نے نشان کیطرف
توجہ کی تو خدائے حکیم نے فرمایا۔ قد نعلم انہ لیحزنک الذی یقولون فانھم لا یکذبونک
ولکن الظالمین بایات اللہ یجحدون۔ ولقد کذبت رسل من قبلک

اس سے بہرا ہو اب۔ اور یہ کتاب مناسب مقام میں بقدر ضرورت اسکا ثبوت دیگی چنانچہ کتاب حکیم

فصبروا علی ما کذبوا واوذوا حتی اتاھم نصرنا ولا مبدل لکلمٰت اللہ ولقد جاءک من نبائ المرسلین۔

غرض اسی طرح آگے مختلف پیرایوں میں عذاب کی پیشگوئیوں کو بیان فرماتے ہوئے خداوند حکیم علیم جناب ابراہیم علیہ السلام کا قصہ اور مباحثہ اور پھر کامیابی مذکور فرماتا ہے اور جناب خلیل کی تبلیغ اور صدع بالامر پر اپنی رضامندی کی عظیم الشان سند دیتا اور اس لاثانی نظیر سرٹیفکیٹ کو ان لفظوں میں بیان کرتا ہے

ووھبنا لہ اسحٰق ویعقوب کلًّا ھدینا ونوحًا ھدینا من قبل ومن ذریتہ داؤد وسلیمٰن وایوب ویوسف وموسٰی وھارون وکذلک نجزی المحسنین [illegible] کتب وا[illegible] یکفر بھا ھؤلاء فقد وکلنا بھا قومًا لیسوا بھا بکٰفرین۔ [illegible] میں اللہ تعالیٰ نے صاف خبر دی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کیطرح جناب رسول کریم بھی خدا کے احکام کی تبلیغ اور صدع بالامر کے بعد اللہ تعالےٰ کی خوشنودی کی سند پائینگے اور آپکی حقیقی آل اور ذریت یعنے خدام بھی سلسلہ ابراہیمی کیطرح کتاب اور حکم اور نبوت اور ملک کے وارث ہونگے۔ اور کذلک نجزی المحسنین نے تو صاف بتادیا کہ یہ نہ خیال کرو کہ وہ انعامات ان ہی لوگوں پر ختم اور موقوف ہوگئے بلکہ یہ خدا کی استمراری سنت ہے کہ اُس رنگ کے محسنوں کو ہمیشہ ایسے انعامات ملا کرتے ہیں۔ چنانچہ اب سید المحسنین محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ان برکات اور انعامات سے کافی اور وافی حصہ ملیگا۔ اب غور کرنا چاہیے کہ خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ کسطرح پورا ہوا اور جناب رسول کریم اور جناب ابراہیم میں مماثلت کس طرح پوری ہوئی۔ یہ بات تو مسلم اور اظہر من الشمس ہے۔ کہ رسول کریم کے بعد ایک قوم کتاب اور نبوت اور ملک کی وارث ہوئی اس حیثیت پر کہ جو حضرت ابراہیم کی ذریت ہوئی اور کیا یہ کوئی مخفی راز ہے جو بیرے بتائے سوا کھل نہیں سکتا سارا جہان جانتا ہے کہ محمد رسول اللہ کے بعد وارث کتاب نبوت و ملک حضرت صدیق اور آپکی جماعت ہوئی خداوند علیم نے ایک آنیوالے حملہ اور اعتراض کو خاک میں ملا دینے کیلئے پہلے ہی سے کتاب مجید میں فرمادیا ما کان محمدٌ ابا احدٍ من رجالکم

٭ خداوند حکیم نے جیسے عرفًا کسی کو آپکا بیٹا بننے سے روک دیا ویسے ہی اس فرضی نبوت کی بھی نفی کردی۔ جو ابوطالب کی نسل کیطرف منسوب کیجاتی ہے ولکن رسول اللہ سے یہ اشارہ ہے کہ رسالت کی ابوت کی نسل بکثرت ہوگی اور قیامت تک رہیگی فللہ الحمد منہ

کہتی ہے:- فقد اتینا آل ابراہیم الکتاب والحکمۃ و اتیناھم ملکاً عظیماً - یہ آیت

ایسے موقعہ کی ہے جہاں خدا تعالےٰ یہودیوں کے حسد اور بغض پر جو محمدی نبوت کی نسبت ان کو پیدا ہوا کلام کرتا ہے اس میں بتاتا ہے کہ بنی اسحاق سے چھین کر اگر بنی اسمٰعیل کو ہمنے نبوت اور ملک دیا ہے تو پھر بھی آل ابراہیم ہی کو دیا ہے۔ ابراہیم کے خاندان سے تو یہ شرف باہر نہیں گیا اور یہی ہمارا ابدی وعدہ تھا- اب اگر یہ وعدہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں پورا نہیں ہوا۔ تو نبوت کا سارا شیرازہ اُدھڑ گیا۔ اور اگر پورا ہوا تو غور کرنی چاہئے کہ کن لوگوں کے وجود سے پورا ہوا۔ شیعوں نے جس طرح قرآن کریم کی دو ہزار آیتیں حضرت علی پر لگائی ہیں اس آیت کو بھی آئمہ پر لگایا ہے۔ مگر ہر ایک دانشمند بالبداہت سمجھ سکتا ہے کہ ایسی باتیں طفل تسلی [illegible]

[illegible]

بھی کوشش کرتے اور [illegible] کو کہتے ہیں کہ جلال کے شہزادہ سے مراد یسوع مسیح ہی [illegible]

شیعہ اور عیسائی رکیک تاویلوں سے ناکام معبودوں کو موعودہ صفات کے [illegible]

کہ محمد تمہارے رجال سے یعنے حسن اور حسین اور علی اور ان کے خاندان کے کسی امام اور وصی کے باپ نہیں ہیں تو کہ کوئی آئندہ لفظ پرست وسوسہ میں نہ پڑجائے کہ جیسے ابراہیم کی ذریت میں وہ وعدہ پورا ہوا۔ اسی طرح چاہئے تھا کہ رسول کریم کی ذریت میں وہ وعدہ پورا ہوتا۔ خدا تعالےٰ نے اُبوت رجال کی نفی سے سچا اور حقیقی راز اور منشا کھولدیا کہ ذریت اور آل ابراہیم کے معنے بہر حال وہی ہیں اسلئے کہ حضرت صدیق اور آپ کی جماعت بھی تو ذریت ابراہیم سے ہیں اے خدا تیرے علم اور تیری حکمت اور تیری قدرت کے قربان۔ تو کس طرح اپنی باتوں کو پوری کرتا ہے اور دکھاتا ہے کہ تیرا رشتہ کسی سے نہیں تیرے رسول کا رشتہ کسی سے نہیں۔ یہاں عرفی اور رسمی رشتوں کا کوئی پاس اور لحاظ نہیں جنہیں تو اپنے جلال کے اظہار کے قابل دیکھتا ہے انہیں اپنا حکم سپرد کر دیتا ہے کیا عجیب بات ہے کتاب یعنی قرآن کریم کی اشاعت اور تکریم اور پرداخت بھی حضرت صدیق کی جماعت کے حصہ میں آئی اور ملک و نبوت بھی ان ہی کے قبضہ میں دیئے گئے انہوں نے ہی داؤد اور موسیٰ اور یوشع کی طرح دشمنوں کو پامال کیا اور ان کی جایدادوں پر تصرف کیا اور وہی خدا کی تائیدوں اور نصرتوں کے مورد ہوئے ایسے کھلے کھلے ثبوت کے بعد ان آیتوں کو ائمہ اثنا عشر کے ناکام سلسلہ پر جمانا سوائے نابینائی اور بیحیائی کے اور کیا ہے +

جس [illegible] کہ ان کو غلامی سے نجات دیگا اور غیر قوموں پر انہیں غالب کریگا۔
وہ یسوع مسیح ہے اور یہود کے انکار اور مطالبہ پر کہ کونسا جلال اس کا ظاہر ہوا اور یہود کو کس
غلامی سے اس نے نجات دی جواب دیتے ہیں کہ جلال سے مراد روحانی جلال ہے اور نجات سے
مراد روحانی یا گناہوں سے نجات ہے۔ وہ دُہائی دے دے کر کہتے ہیں کہ ہم پس رہے ہیں۔ غیر
قوموں کے جوے کے نیچے ہماری گردنیں زخمی ہوگئی ہیں۔ ہمیں موسے کی طرح ایک نجات دہندہ
درکار ہے گناہ سے نجات یا روحانی نجات ایک مخفی بات اور راز کی بات ہے اور ہر شخص باطل
کا پرستار ایسا دعوٰے کر سکتا ہے اس دعوے کا بین ثبوت ہی کیا ہے مگر عیسائی مونھ زوری
اور شوخی سے یہی جواب دیتے چلے جاتے ہیں کہ تم مانو نہ مانو بس یہی بات ہے۔ یہی حال اس دعوے
کا ہے جو محبان اہلبیت پیش کرتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ آل ابراہیم حضرت صدیق نے دونوں ثبوت
[illegible] اور
بدیہی دعوے اور بادلیل دعوے ہے کہ یہودی اور عیسائی [illegible] کے مقابل دم نہیں مار
سکتے۔ پس جبکہ ایک واضح ثبوت خدا کے پہلے وعدونکا اور قرآن کریم کی سچائی اور رسالت
محمدیہ کا ابوبکر کے وسیلہ سے ہمارے پاس موجود ہے تو ایک کمزور بات کو پیش کر کر کہ ملک سے مراد روحانی
ملک ہے سارے دعووں اور وعدوں اور پیشگوئیوں کی مٹی پلید کرنا کیا معنی رکھتا ہے۔ کیا وجہ ہے
کہ داؤد اور عیسٰے ابن مریم اور قرآن کریم کی زبان سے ملعون یہودی یہ دعوے نہ کریں کہ ابراہیم
سے خدا کا وعدہ ملک و نبوت کا روحانی طور پر اب تک ہمارے حق میں صادق ہے بتاؤ کس برہان
سے اس دعوے کو توڑوگے۔ اگر صدیقی سلسلہ کو چھوڑ دو تو نہ نبوت ہے نہ خلافت ہے نہ وصایت
ہے۔ سارا خرمن ہی راکھ ہوا جاتا ہے۔ ایک ناکام گروہ اور مراد کے خلاف جہان سے اُٹھ جانے والے سلسلہ کو پیش کرنا

آئمہ اور اوصیا کے ناکام سلسلہ کو ملک و نبوت کا وارث کہنا لغو اور قابل مضحکہ بات ہے۔

اور یہ دعوے کرنا کہ ہمارے آئمہ اطہار علم بما کان وبما یکون رکھتے تھے۔ اور واتیناھم
ملکا عظیما اور کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی وغیرھا من الآیات
کے مصداق وُہی تھے۔ قرآن کریم کے مخالفوں سے ہنسی کرانے کے سوا اور کیا نتیجہ دے
سکتا ہے۔ اکابر شیعہ[1] اس بات کے قایل ہیں کہ ان کے ائمہ ناکام اور مطرود رہے چنانچہ

حاشیہ[1] ناخداترس بےلگام دشمنوں نے حضرت صدیق کو منافق بلکہ منافقوں کا رئیس کہا ہے۔

ایک بڑا فدائی ان کا [صاحب انارۃ البصائر صفحہ ۱۰۹] انکی ناکامیوں پر اور انکے دشمنوں کی

ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مختصر الفاظ میں دکھایا جائے کہ منافقوں کی کارروائی اور انجام کار کی نسبت خدا کی کتاب نے کیا فیصلہ دیا ہے اس سے ہر ایک طالب حق سمجھ لے گا کہ منافق کون لوگ تھے خدا تعالے فرماتا ہے یاایھا النبی جاھد الکفار والمنافقین واغلظ علیھم ومأوٰیھم جھنم وبئس المصیر ۔ یحلفون باللہ ما قالوا ولقد قالوا کلمۃ الکفر وھموا بما لم ینالوا وما نقموا الا ان اغنٰیھم اللہ ورسولہ من فضلہ فان یتوبوا یک خیرا لھم وان یتولوا یعذبھم اللہ عذابا الیما فی الدنیا والاٰخرۃ وما لھم فی الارض من ولی ولا نصیر ۔ ان میں صاف خبر دیگئی ہے کہ منافق کا انجام جہنم ہے جس کا [illegible] [illegible] ادی اور ناکامی [illegible] [illegible] نامرادی تو صاف لفظوں میں بیان فرمایا ۔ وھموا [illegible] ینالوا یعنی ان کو اپنے ارادوں میں نیل مرام کبھی نصیب نہیں ہوا ۔ اگر کوئی خدا ترس اس آیت میں غور کرے تو وہ سچے فیصلہ پر پہنچ جائیگا کہ کیا حضرت صدیق ان لوگوں میں سے ہیں جو اپنے ارادوں میں ناکام رہے یا وہ شخص ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی بھر میں اور آنکے بعد جو نیل مرام آپ کو حاصل ہوا اسکی نظیر کسی نبی کے صحابی اور وصی اور جانشین میں نہیں پائی جاتی اس آیت کے بموجب ضروری تھا ۔ کہ اگر حضرت ابوبکر کا تم اور قصد اپنے نفس کیطرف سے حصول خلافت کے لئے ہوتا اور وہ ان صفات کے آدمی ہوتے جو اعداء اللہ کی طرف سے ان کی ذات پاک کیطرف منسوب کیگئی ہیں تو وہ نامراد اور ناکام رہتے اور اس طرح قیامت تک انکے نفاق پر مہر لگ جاتی یہاں دو باتیں سخت خوفناک درپیش ہیں جو شیعوں کے عقاید اور مسلمات کی بنا پر ضرورتاً زیر بحث آتی ہیں وہ یہ ہیں کہ حضرت ابوبکر نے بھی خلافت کے لئے ہتم کیا اور جوڑ توڑ کئے اور اپنی بیٹی کے ذریعہ جو رسول کریم کی چہیتی بیوی تھی اپنا اثر آنحضرت پر ڈالنے کی کوشش کی اور کامیاب ہوگئے اور حضرت علی نے بھی جان توڑ کوشش کی بلکہ شیعوں کے زعم کے موافق خم غدیر پر آنحضرت سے جم غفیر کے سامنے صاف صاف کہلوایا اور فاطمہ زہرا کے ذریعہ سے بھی بہت ہی ریشہ دوانیاں کیں مگر ناکام رہے اور ایسے کہ اسکی نظیر بھی دنیا کی تاریخ میں نہیں اس اعتراض کا جو شیعوں کے اعتقاد کے موافق حضرت علی کی ذات پر پڑتا ہے قیامت تک کوئی جواب نہیں ہو سکتا اسلئے کہ شیعہ ایمان رکھتے ہیں کہ حضرت علی کو خلیفہ بلافصل ہونیکا پورا یقین تھا ۔ اور وہ اپنے یگانہ استحقاق پر بہت وثوق رکھتے تھے اور وہ

[illegible] حضرت [illegible] پر اپنے انتقام کو نہیں پاتے پھر سوائے

صحیفہ مختومہ کو خوب جانتے تھے۔ جو حضرت جبرئیل خدا کیطرف سے آنحضرت کے پاس لائے تھے جس میں آنحضرت کے بعد وہ وصی اور خلیفہ تھے اور ان کے بعد ان کے صاحبزادے حسنؓ اور حسینؓ اور حسینؓ کے بعد انکی اولاد امام قائم الزمان تک۔ اور حضرت علی جانتے تھے کہ پیغمبر خدا کی بعثت کی غرض اور رسالت کا مدعا یہی تہا۔ کہ علی کی وصایت کا اشتہار دیں اور اس کے استحکام کی تدبیریں کریں۔ غرض شیعوں کے اعتقاد کے بموجب یہ ساری باتیں حضرت علی کو جوش سے خلافت کے انتظار میں رکہتی تھیں۔ اب اگر یہ سچ ہی کہ حضرت علی نے حصول خلافت کیلئے ہمت کیا۔ اور پھر وہ بے نیل مرام [illegible] ہو گئے۔ تو شیعہ پر فرض ہی کہ ان کے صدق وحقیت اور نفاق سے بری ہونیکا ثبوت [illegible] چاہیں۔ مگر سارا جہا[illegible] [illegible] اور ہمارے رنگ میں جناب علی مرتضی علیہ السلام [illegible] کے سوا ایسے [illegible] کوئی مخلصی نہیں ہو سکتی۔ ہم ایمان رکہتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام قرآن کریم کے عارف تھے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے رموز اور اسرار سے واقف تھے اور خدا تعالے کی صفات اور اسمائے حسنی پر سچا اعتقاد رکہتے تھے۔ وہ حضرت صدیق کی خلافت بلافصل پر شرح صدر سے ایمان رکہتے تھے اور طبری کی ایک روایت کے موافق معاً سب سے پہلے اُنہوں نے حضرت صدیق سے بیعت کی اور دیوانوں کی طرح بیعت کی منزل میں دوڑے گئے کہ وہ اس کار خیر میں سابقین میں شمار کیے جائیں اور ہم ایمان رکہتے ہیں کہ وہ پاک مطہر مقدس مزکی دل رکہتے تھے ان کے دل میں کبھی ایسا ارادہ ہی نہیں ہوا۔ کہ وہ خلیفہ بلا فصل ہوتے۔ اب کسی ناپاک خارجی کا دل گردہ نہیں کہ ہمارے محبوب و آقا علی شیر خدا زوج بتول زہرا پر زبان اعتراض کہولے مگر افسوس شیعہ جہوٹی محبت میں دشمنی کا وہ کام کرتے ہیں جسے ایک خون کا پیاسا پشتینی دشمن بھی تردد سے کرتا ہے انہیں منظور نہیں کہ اہل حق کے اعتقاد کے موافق حضرت علی کی شان کو مانیں خواہ وہ واقعی اعتراضوں کے تیروں سے چھلنی ہو جائیں۔

غرض حضرت ابوبکرؓ کو منافق کہنے اور ماننے سے حضرت علی اور آپکی ذریت کا نہ اس دنیا میں کوئی ٹھکانا رہتا ہے نہ آخرت میں۔ اور شیعہ اسی طرح خوارج کے اعتراضوں کی زد میں آکر ہلاک ہوتے ہیں جس طرح نصاری یہودیوں کے اعتراضوں کے مقابل یسوع مسیح کو بھلامانس بھی ثابت نہیں کر سکتے ان کی رسالت اور خدائی کا ثابت کرنا تو کہاں۔ اور نہ صرف حضرت علی مورد ملام ٹہرتے ہیں بلکہ خود

عنت کے کیا کریں" مطلب یہ۔ [illegible]

جناب رسولکریم بھی ہدفِ اعتراض بنتے ہیں اس لئے کہ خدا تعالیٰ حکم دیتا ہے۔ یاایھا النّبی جاھد الکفار والمنافقین واغلظ علیھم الاٰیۃ اور آنحضرت کی تقویت اور تسلیت کے لئے منافقوں کے انجام کی خبر آپ کو دیتا ہے یعذّبھم اللہ فی الدّنیا والاٰخرۃ ومالھم فی الارض من ولیّ ولا نصیر۔ اس میں صاف حکم آیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم آخر تک منافقوں کے ساتھ جہاد میں لگے رہیں اور درشتی سے درشتی جہاں تک ممکن ہو ان سے برتیں اور کبھی ان سے لینت اور لطف اور مداہنت کا اظہار نہ کریں اور پھر خدا تعالیٰ خبر دیتا ہی کہ وہ کبھی کامیاب نہ ہونگے اور الارض یعنی زمین عرب میں کبھی [illegible]

[illegible] جہاد کیا اور کیا آ[illegible] کے مقابل غلظت اور فظاظت ظاہر کی۔ اور کیا یہ آپ کا فرض نہ تھا اور اس کے ادا کرنے میں آپ نے خدا کے عظیم الشان امر کی بجا آوری سے انحراف نہ کیا کیا یہ آپکا حق تہا کہ ہجرت کی خوفناک گہڑی میں ابوبکر کو ساتھ لیتے۔ غار ثور میں ابوبکر کو انیس بناتے مرض الموت میں ابوبکر کو امام الصلوۃ مقرر کرتے اور اسی طرح انکی خلافت کی آمد بھی تصریح کر دیتے اور کیا یہ آپکا فرض تہا کہ ابوبکر کی بیٹی سے وہ تعلق پیدا کرتے کہ آخر میں اسکی گود میں جان دیتے اور اُسی کی کوٹھڑی میں مدفون ہوتے اور کیا یہ آپکا فرض تہا۔ کہ قبر میں بہی ابوبکر کا ساتھ نہ چھوڑتے اور کیا یہ سب کچھ خدا کی مرضی اور آپکی مرضی کے خلاف ہوا۔ اگر یہ کہتا تو آسان نہ ہوگا اسلئے کہ خدا تعالےٰ اپنی کتاب میں منافق کا ایک نشان بتا چکا ہے۔ وھمّوا بما لم ینالوا۔ یعنی منافق کبھی اپنے پیش نہاد منصوبوں اور قصدوں پر فائز نہیں ہو سکتا تو کیا نعوذ باللہ شیعہ یہانتک تیز چلینگے کہ حضرت علیؓ سے بڑھکر رسول خدا کو بھی ناکام ثابت کر کے اس آیت کے نشان کا داغ لگائینگے۔ کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذبا۔

ہاں تو بتائیے آپکے ذمہ کیا فرض تہا۔ اور آپنے کیا کیا۔ کس چیز نے آپکو ابوبکر سے جہاد کرنے دیا۔ خدا تو صاف خبر دے چکا تہا۔ کہ الارض میں منافقوں کا کوئی ولی اور نصیر نہ ہوگا۔ اب سوچو اور خوب غور کرو کہ ایک ابوبکر کو منافق کہنے سے بات کہاں سے کہاں پہنچ جاتی ہے۔ یہی نشان مردانِ خدا کا ہوتا ہی کہ ان پر اعتراض کرنے سے راست بازوں کا سارا تانا بانا ہی اُدھڑ جاتا ہی ابوبکر کو مانو تو خدا بھی

شوکت کو دیکھکر ہم سوا تبرہ بازی اور گالی گلوج دینے کے کیا کریں۔ خدا اس قوم کو سمجھ دے کہ

رسول بھی۔ علی بھی۔ اور سب ہی کچھ۔ ان سے موتھ پھیرو تو نہ خدا ہے نہ رسول ہے نہ قرآن ہے نہ علی ہے اسلام کی ساری صف ہی اُلٹتی ہے۔ اتقوا اللہ ولا تکونوا من المعتدین اور پھر خدا نے رسول کریم کو اس بارہ میں وہ علم اور وہ قدرت دی کہ اس سے بڑھکر ممکن نہیں چنانچہ فرماتا ہے۔ یعتذرون الیکم اذا رجعتم الیہم قل لا تعتذروا لن نومن لکم قد نبانا اللہ من اخبارکم وسیری اللہ عملکم ورسولہ ثم تردون الی عالم الغیب والشھادۃ فینبئکم بما کنتم تعملون۔ الی ان قال فان ترضوا عنہم فان اللہ لا یرضے عن القوم الفاسقین۔

ان آیتوں سے ... ہے ... خدا نے منافقوں کے ... ن بڑ ... ھر خدا نے ان لفظوں میں ان پر ہمیشہ پھٹکار ظاہر کر دی ... ن سے کبھی راضی نہ ہوگا کیا ان آیتوں کو پڑھکر کوئی رشید ہی جو سوچے کہ رسول خدا کو منافقوں کے رئیس ابوبکر (لعنۃ اللہ علے القائلین) بھذا القول الشنیع الذی تکاد السموات یتفطرن منہ وتنشق الارض وتخر الجبال ھدا) کے حالات کی خبر آخر تک اس آیت کے بموجب خدا نے دی تھی یا نہیں دی تھی اور اگر دی تھی اور ضرور دی تھی تو آپنے کیا معاملہ ابوبکر سے مدت العمر میں کیا اور کیا آپنے اپنے اقوال واعمال سے اظہار عدم رضا کیا۔ اگر نہیں کیا تو خدا کے قول کی کیا عزت رہی اور اگر عدم رضا کا اظہار کیا تو اس کا عملی نتیجہ کیا ہوا۔

پھر سب سے بڑھکر اور آخری فیصلہ منافقوں کی نسبت خدائے غیور نے دیدیا حیث قال لئن لم ینتہ المنافقون۔ والمرجفون فی المدینۃ لنغرینک بہم ثم لا یجاورونک فیہا الا قلیلا ملعونین اینما ثقفوا اخذوا وقتلوا تقتیلا سنۃ اللہ التی قد خلت من قبل ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا۔

یعنی اگر منافقین اپنی شرارتوں اور بُرے منصوبوں سے باز نہ آئے اور وہ بداندیش جو مدینہ میں بُری خبریں اڑاتے ہیں تو ہم ضرور ضرور تجھے ان کی سزادہی کے لئے جوش دلائنگے پھر وہ مدینہ میں تیرے قرب وجوار میں رہنے نہ پائیں گے وہ جہاں جائینگے لعنت انکے ساتھ ہوگی پکڑے جائیں گے۔ اور ٹکڑے ٹکڑے کئے جائینگے خدا تعالیٰ کی عادت اس سے پہلے بھی منافقوں کے ساتھ ایسی ہی ہی رہی ہے

باطل سے بیزار ہوں اور حق کو قبول کریں۔ اور ایسے طریق اور مذہب کو چھوڑیں جن کا اصل اور

اور آیندہ بھی اسی طرح خدا تعالےٰ کا برتاؤ ان سے رہیگا۔ یہ آیتیں تو ایسا صاف فیصلہ کر دیتی ہیں کہ اسکے
بعد کسی کو مجالِ دم زدن باقی نہیں رہتی۔ اس میں خدا تعالیٰ نے بڑا فارق اور بین نشان منافق کا یہہ
بتایا ہے کہ آخر کار مدینہ میں آنحضرت کے قرب وجوار میں اسے رہنا نصیب نہ ہوگا اور دوسرا نشان یہ ہے
کہ جہاں جائیگا ذلیل اور رسوا اور آخر پاش پاش ہو جائیگا۔ اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ابوبکر کی
قسمت کا آخری فیصلہ کیا ہوا اگر وہ **شیعوں** کے اعتقاد کے موافق منافق بلکہ رئیس المنافقین تہا تو
کیا ضروری نہ تہا۔ کہ قرآن کریم کی یہ پیشگوئی اس کے حق میں اور پھر اسکی جماعت کے حق میں پوری ہوتی
اگر ابوبکر منافق ہے تو قرآن نعوذ باللہ [illegible] سخت جھوٹا ہوتا ہے کیونکہ حق میں [illegible]
[illegible] میں [illegible]
کہ آنحضرت کے [illegible] ہمیشہ کیلئے مدینہ میں رہے کیا اس فعل سے خدا تعالےٰ نے شیعوں کو ہمیشہ
کیلئے تنبیہہ نہیں کر دی تھی کہ خبردار خبردار ایسے ناپاک الفاظ حضرت ابوبکر کی نسبت استعمال نہ کرنا
اللہ اللہ کس قدر بدیہی نشان تھا۔ اور خدا نے یہ شرفِ مجاورت حضرت ابوبکر کو خاص ارادہ سے بخشا
تو کہ ہمیشہ کیلئے ایک ناپاک قوم کے بطلان اور آپکی حقیقت پر مہر لگ جائے ✻

مگر یہاں اگر کوئی خارجی سوال کرے کہ ان آیتوں کی صریح زد شیعوں کے علی پر پڑتی ہے
جیسے مدینہ سے نکل جانا اور آخر کار ناکامی اور ذلت کیساتھ اعدا کے ہاتھ سے قتل ہونا پڑا تو میں نہیں سمجھ
سکتا کہ پرستارانِ علی کیا جواب دینگے یہ خدا کی عادت ہے۔ کہ راستبازوں پر حملہ کرنیوالوں کے معبود جنکی
خاطر وہ سفیہانہ حملے کرتے ہیں ضرور ایسے ہوتے ہیں کہ وہ ان ہی زدوں کے نیچے جھٹ آجاتے ہیں جنہیں انکے

✻ - تواتر سے ثابت ہے۔ (اور تواتر حقیقت میں قایم مقام نص اور فعل آلہی کا ہوتا ہے) کہ حضرت صدیق رضہ نے جناب رسول
کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی مرض موت میں سترہ نمازیں پڑہائیں بخاری اور مسلم میں لکھا ہے کہ ایک روز آنحضرت بنی عمرو بن
عوف کی جنگ ہٹانے گئے اور وہاں دیر تک رکے رہے۔ لوگوں نے حضرت ابوبکر رضہ کو امام بنالیا کوئی موضوع روایت
بھی نہیں بتاتی کہ کبھی آپ نے یا صحابہ نے حضرت علی کو اس اشرف کام کے لئے چنا ہو۔ انّ فی ذٰلک
لآیۃ۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ انصار اور مہاجرین اور آپ کے نزدیک حضرت ابوبکر رضہ کے مقابل حضرت
علی معتد بہ نہ تھے۔ منہ

عقیدہ تبرا بازی ہے اور بڑی وظیفہ کی کتاب سبیل النجات ہے جس میں خدا کے قدوسیوں کو مکروہ گالیاں دی ہیں۔ اس کتاب کے نام سے ہی ظاہر ہوتا ہے کہ اس قوم نے کس چیز کو نجات کی راہ مانا ہے فالی اللہ المشتکی۔ حق وصدق کا معیار یہ ہے کہ اسکے اختیار کرنیسے خدا کی رضا اور انعامات حاصل ہوں۔ اب دیکھ لو کہ کس قوم اور مذہب کا چال چلن ہمیں یقین دلا سکتا ہے کہ خدا حق ہے۔ اور اسکے وعدے حق ہیں اور قرآن کریم کے وعدہ وعید حق ہیں اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کامل نبی تھے۔ آپ نے کامیابی اور نصرت الٰہی کا وہ نمونہ دکھایا۔ جسکی نظیر کسی نبی کی زندگی کے واقعات میں نہیں ملتی اور آپ میں قوت قدسی اور تاثیر سب سے زیادہ تھی۔ اسکا ثبوت یہ ہے کہ آپ نے لاکھ سے زیادہ آدمی ایسے تیار کئے جن کے اخلاق۔ اعمال اور برکات کی کوئی نظیر کسی نبی کے

۱۹؎ [illegible] ہمارے نبی کریم صلے [illegible] پر چلاتے ہیں [illegible] آپ کو شہوت ران (لعنت اللہ علی الظالمین) اور مال مردم خور [illegible] کہا۔ خدانے یہود کو ان پر مسلط کر دیا۔ انہوں نے یسوع کی زندگی پر وہ وہ حملے کئے ہیں کہ پادریوں کے دانت کھٹے ہو جاتے اور منہ سے ایک حرف تک انکے جواب میں نکال نہیں سکتے یہودی اپنی کتابوں میں جو ہمارے پاس موجود ہیں بڑی قوت سے ثابت کرتے ہیں۔ کہ یسوع کا چال چلن کیسا مشتبہ اور ابتدا میں ایک عورت سے اسکا ایک قسم کا تعلق تھا اور وہ آخر تک فاحشہ کسبی عورتوں سے اختلاط رکھتا اور شراب پیتا رہا۔ یہودی اسکی ماں کی عصمت پر ایسے حملے کرتے ہیں کہ ایک شریف آدمی سن ہی نہیں سکتا کسقدر خدا کا فضل ہے کہ ان تمام عیوب سے خصوصاً ولادت کے متعلق عیوب سے ہمارے نبی کریم کی زندگی قطعاً پاک اور محفوظ ہے جو یہودی یسوع کی نسبت لگاتے ہیں مگر نصاریٰ نے کمال بیحیائی سے پھر بھی دروغ راستبازوں پر حملہ کرنیسے باز نہیں آتے۔ اسی طرح شیعوں پر خدا نے خوارج کو مسلط کر دیا اس قوم نے وہ وہ اعتراض حضرت علی پر کئے ہیں کہ شیعہ ان کے مقابل کان ہلا نہیں سکتے وہ بڑی توت سے حملہ کرتے اور اپنے زعم میں بڑے اخلاص سے حضرت علی کو رد کرتے ہیں اور مطاعن بیان کر کے لوگوں سے انصاف چاہتے ہیں کہ ایسے پرعیب شخص کو وہ کیونکر مسلمان کہہ سکتے ہیں اور جتنے مطاعن شیعہ حضرت صدیق اور آپکی جماعت کی نسبت بیان کرتے ہیں اس سے بڑھکر اور مدلل خوارج حضرت علی کی نسبت ذکر کرتے ہیں کیا اچھا ہوتا کہ نصاریٰ یہود کی اس سیرت سے اور شیعہ خوارج کی چال سے عبرت پکڑتے اور خدا کے قدوسیوں پر زبان درازی کرنیسے پہلے اپنی جیبوں میں مونہہ ڈالکر اپنے عیوب کو دیکھ لیتے۔ منہ

پیرووں میں موجود نہیں۔ اگرچہ حضرت موسیٰ کی قوم نے بیوفائی اور غدر کے کئی نمونے دکھائے اور حضرت عیسےٰ کے پیرو بھی آخر وقت میں شرمناک بیوفا ثابت ہوئے۔ مگر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب آخر دم تک اور آپکے بعد بھی وفادار اور مخلص اور ثابت قدم رہے پھر میں پوچھتا ہوں کہ کس قوم کو معیار بناکر اور کس مذہب کو سچا مان کر ہم فخر سے اسلام کے مخالفوں کے روبرو بلند دعوے کرسکتے ہیں؟

شیعیت پیغمبر خدا صلعم کو ناکام ثابت کرتی ہے

کیا شیعہ مذہب کو؟ وہ تو سکھاتا ہے کہ نبی عرب ناکام اور حسرت بھرے دل کے ساتھ دنیا سے اُٹھے ۲۳ برس تک ایک ہی مقصود یعنی اپنے داماد کی وصایت اور خلافت کے لئے کوشش کرتے رہے مگر آخر ناکام ہی رہے آپ کے گرد وپیش ہمیشہ فاسقوں۔ منافقوں اور آپکی بیٹی اور داماد کے دشمنوں کا مجمع رہتا۔ ابوبکرؓ سے وہ دبتے۔ عمر سے وہ جھینپتے۔ عثمانؓ سے [illegible]

[illegible]

[illegible]

مومن تھا اور [illegible] ۔ بس کل کائنات انکی تین سالہ کارروائی کی یہی تھی اور آنکھ بند کرتے ہی ان منافقوں نے جن کا سرغنہ ابوبکر تھا (الا لعنت اللہ علے الکاذبین) انکی بیٹی اور داماد سے وہ کیا جو خدا کرے ایک یہودی کے بھی پیش نہ آئے۔ بیٹی کے پیٹ پر لات مار کر اسکا بچہ گرادیا جسکے صدمہ سے وہ بہت جلد اپنے باپ سے جاملی اور داماد کے سارے حقوق چھین کر اسے بازاروں اور کوچوں میں نکلنے کے قابل نہ رکھا وہ صدی کے چوتھے حصہ تک گھر کی چار دیواروں میں محصور رہا۔ پھر اسکے بعد اسکے پاک فرزند جو اسکے پوشیدہ علوم کے وارث ہوئے وہ دیس بدیس ٹکریں مارتے تباہ ہوگئے اور ایک غار میں چھپ گیا۔ جو صدیوں سے وہیں دبکا بیٹھا ہے اور کسی وقت وہاں سے نکل کر شیعوں کی ساری اگلی حسرتیں اور باپ دادوں کی کسریں نکالیگا۔ اور آنچہ پدر نتواند پسر تمام کند کی مثل کو ثابت کریگا۔ میں حضرات مومن صاحبان سے بمنت پوچھتا ہوں کہ خدا کے لئے اسکا جواب دیں کہ صحابہ کا چال چلن ہمیں کیا سبق دیتا ہے اور آپکے آئمہ کا (آپ کے زعم کے موافق) چال چلن ہمیں کیا سکھاتا ہے اگر اسکے سوا کوئی اور بات ہو جو مینے بیان کی ہے تو سب سے اول میں شکرگذاری کے ساتھ

لہ حضرت عثمانؓ نے بیرِ رومہ بیس ہزار درہم پر خرید کر مسلمانوں پر سبیل کردیا اور مدینہ میں اسکے سوا شیریں پانی نہ تھا اور یہ کنواں (باولی) جناب عثمان نے آنحضرت صلعم کے ایما سے خریدا اور جیش عسرت میں ہزار اونٹ اور پچاس گھوڑوں کے علاوہ ایک ہزار دینار دیے کیا یہ کم احسان ہو حضرت علی کی زندگی بھر میں ایسی نصرت کی کوئی نظیر ہے؟ منہ

اسے سننے والا ہوں۔

صحابہ کی سیرت ہمیں سبق دیتی ہے کہ خدا تعالیٰ تمام صفات کاملہ سے موصوف ہے

پھر سنو صحابہ کی سیرت سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ خدا ہے۔ وہ قادر مطلق ہے یفعل اللّٰہ ما یشاء و یحکم ما یرید اس کی صفت ہے اور اس کا دعوےٰ وما کان اللّٰہ لیعجزہ من شیٔ فی السّمٰوٰت ولا فی الارض انہ کان علیما قدیرا سچا دعوےٰ ہے۔ جو کچھ اس نے ازل سے ارادہ کیا۔ اسے پورا کیا اور مخلوق سے کوئی اسکے راہ میں روک نہ ہوا۔ اور جو وعدے اُس نے قرآن میں کیٔے اور جن لوگوں کے حق میں کیٔے اور ان وعدوں کے مصداقوں کے جو جو نشان قایم کیٔے وہ عین وقتوں میں جسقدر اُسنے چاہا۔ ان لوگوں کے حق میں بلاکم وکاست پُورے ہوسٔے۔ اور اس کے وعید اور تہدیدیں جو اسکی قاہریت اور غالبیت پر دلالت کرتی تھیں [illegible] لوگوں کے حق میں پوری ہوئیں جو انکے [illegible] منافق۔ فاسق۔ کافر [illegible] گئے تھے [illegible] کارروائیاں باطل [illegible] کی کوشش انکا کوئی اتفاق [illegible] نہ ہوا اور وہ بصد حسرت اس جہان سے ناپید ہوگئے۔ کچھ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہلاک ہوئے۔ اور کچھ بعد۔ اور خدا کے علم اور قدرت نے ایک بھی ایسا نہ چھوڑا جو وعید کے وقت اُسکے قہر کا نشانہ تہا۔ اور صدیقی جماعت

صدیقی جماعت کی سیرت ہمیں خدا کے وعدوں پر یقین اور نیک کاموں کی ترغیب دیتی ہے

کے چال چلن سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ خدا تعالےٰ کا ایک نظام ہے جسکے اصول اور قواعد منظم اور مضبوط ہیں اور علت و معلول کا علمی سلسلہ یعنی رحیمیت کا کارخانہ اور معاً رحمانیت کا ہنگامہ حق اور مقرر ہے اور ان سب مربوطات کا رابطہ حکیمانہ نظام پر مبنی ہے۔ جس طرح قانون قدرت یعنی فعل آلٰہی میں حکیمانہ نظام ہے۔ جسکی وجہ سے انسانی کوششیں وسایل حقہ کو پکڑ کر بارور ہوتی ہیں اسی طرح خدا کے دوسرے قانون قدرت یعنی قرآن کریم میں بہی ایک حکیمانہ نظام ہے جیسے کذالک نجزی المحسنین اور کذالک نجزی کل کفور کے وعدہ و وعید نے دائمی اور غیر متبدل قانون کی شکل میں پیش کیا اور عاملین کیلئے اُمید اور بیم کی راہ قیامت تک کہول دی ہے اور صحابہ کے چال چلن سے ہمارے دل میں یہ پیدا ہوتی ہے کہ ہم بھی اسی راہ پر قدم ماریں جسپر چلکر اُنہوں نے انعامات آلٰہی حاصل کیٔے اسلئے کہ جب ہم دیکھتے ہیں کہ خدا تعالےٰ کے وعدے انکے حق میں پورے ہوگئے تو ہمیں خدا کے وعدوں پر اور قرآن کے صدق پر سچا یقین آتا اور دل میں رغبت پیدا ہوتی ہے کہ اسی پامال سڑک پر چلیں اور یہ بہی سبق ملتا ہے کہ قرآن کریم زندہ اور مبارک کتاب ہے۔ جسپر چلنے والا اسی دنیا میں اوّلاً اور آخرت میں ثانیاً راحت اور

فلاح پاتا ہے اور اس کا مخالف دونوں جہانوں میں ذلیل اور رسوا ہوتا ہے اور بالآخر یہ کہ سورۂ فاتحہ کامل اور پُرتاثیر دُعا ہے جسے ایک قوم نے اپنی زندگی کا دستور العمل بناکر منعم علیہم جماعت کے وہ سارے انعامات پائے جو انہیں ملے تھے اور مغضوب اور ضالین کے بدنتیجوں سے محفوظ رہے۔ میرے نزدیک سورۂ فاتحہ قاطع دلیل ہے

سورہ فاتحہ برہان قاطع ہے حضرت صدیق کی خلافت کی حقیقت پر

صدیقی خلافت پر اور خوفناک حربہ ہے ہر ایک باطل کی گردن پر۔ اسی وجہ سے میں نے دیباچہ کو اس مبارک سورت سے آغاز اور مزین کیا ہے۔ کاش شیعہ نمازوں میں پڑھتے وقت جب صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضآلین پر پہونچیں تدبر سے سوچیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں وہ کونسا گروہ تھا جسے خدا تعالےٰ نے منعم علیہم کے خطاب سے سرفراز فرمایا اور انکی راہ پر چلنے کی ساری دنیا کو ہدایت کی اور وہ انعام اور افضال کیا تھے۔ جو انہیں خدا تعالےٰ سے ملے اور [illegible] سبب [illegible] پایا۔ اور مغضوب [illegible] گروہ ہے اور کن برے عمل سے یہ کہ وہ نام انہیں دیا۔ اور [illegible] کونسا فرقہ ہے اور کس سبب سے وہ گمراہ ہوئے۔ ظاہر ہے کہ منعم علیہم وہ راستباز لوگ ہیں جنہیں اس جہان میں خدا کی نصرت اور تائید نے نوازا۔ وہ اپنے دشمنوں پر مظفر ومنصور ہوئے۔ اِن کے اعدا اس دنیا میں تلخ کام اور نامراد ہوئے۔ اور انکے احباب شادکام اور کامیاب ہوئے۔ وُہ وہی لوگ ہیں جنکی نسبت خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی ان اللہ قوی عزیز۔ اور ان جندنا لھم الغالبون اور الا ان حزب اللہ ھم المفلحون وہ جس عظیم الشان مسئلہ معاد کو سکہانے آئے تھے۔ یعنے آخرت کے ثواب اور عقاب کو وہ نہایت نازک اور نہاں در نہاں مسئلہ تھا وہ بغیر اسکے کبھی ثابت نہیں ہوسکتا تھا۔ کہ ان کے دو نام بشیر و نذیر اسی جہان میں اپنا پورا اور صاف صاف اثر دکہاتے۔ اور یہی دنیا بقدر مناسب ثواب اور عقاب دکہانیکی ہموار اور صاف سطح ہوجاتی۔ انکی کامیابی سے راہ کھل گئی کہ ان کے دعوے کے بموجب اس دنیا کے پرے بھی ایک عالم ہے اور ضرور ہے اور انسانی ہستی اپنے اعمال کی جوابدہ ہستی ہے اور اس دوسرے عالم میں انسان ضرور یا مستحق ثواب ہوگا یا مستوجب عقاب ہوگا۔ اس قاعدہ کیموافق آخری زمانہ میں محمد رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) مبعوث ہوئے۔ آپنے دعوے کیا کہ میں بھی منعم علیہم جماعت کا ایک فرد اور اکمل فرد ہوں۔ اور یہ دُعا جو سورہ فاتحہ میں سکھائی گئی ہے۔ آپکی ہر نماز میں فرض کیگئی اس لحاظ سے ازبس ضروری تھا کہ آپ اس دُنیا میں اعلےٰ درجہ کے کامیاب ہوتے۔ آپ کے احباب لانظیر انعام پاتے اور آپکے اعدا لانظیر آگ کے کندے بنتے۔ اگر یہ نمایاں نصرت اور فرقان آپکے اعدا اور احباب میں

ظاہر نہ ہوتا تو یہ سورۃ فاتحہ نعوذ باللہ رگ وید کی بے اثر اور بے برکت دعاؤں سے زیادہ لطیف نہ ہوتی۔ اب بتاؤ وہ کون لوگ ہیں جنہوں نے حضرت نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسم بشیر کے نتائج اور برکات سے حصہ لیا۔ اور وہ کون ہیں جن پر اسم نذیر کی تاثیر کی صاعقہ پڑی اسکا بدیہی جواب یہی ہے کہ وہ نبیوں کے رنگ کا گروہ یا یوں کہو کہ منعم علیہم گروہ حضرت صدیق اور آپکی جماعت ہوا۔ اب کسقدر صفائی سے یہ ثابت ہو گیا۔ کہ صراط الذین انعمت علیہم پڑھنے والا یہی چاہتا ہے کہ اسے صدیقی جماعت میں داخل اور انکے برکات و انعامات سے متمتع کیا جاوے۔ یہ تو بڑی بدقسمتی اور نحوست کی بات ہوگی کہ ایک مسلمان سورۂ فاتحہ پڑھنے والا جب صراط الذین انعمت علیہم پڑھے اور منعم علیہم کا تصور کرے تو اسکی آنکھ حضرت نوح اور دوسرے نبیوں یا موسوی سلسلہ کے نبیوں پر ٹھہر جاوے [illegible] خاتم النبیین پر آپڑے اور آگے محمدی سلسلہ کو بے برکت اور منعم علیہم کے انعامات [illegible]

[illegible]

[illegible]

اور کون ہوگا۔ اسلئے کہ اس نے صاف اقرار کر دیا کہ اسلام [illegible] محض دھوکا [illegible] انعام اور برکتیں تو سب پہلوں پر ختم ہو چکی تھیں۔ اور اگر وہ سورہ فاتحہ کے اصلی معنوں پر متوجہ اور سچی اور پُر تاثیر دُعا کی حقیقی رمز سے آگاہ ہو تو محمدی سلسلہ میں وہ کونسا منعم علیہ گروہ ہے جسے وہ پیش نظر رکھتا اور اس دُعا میں انکی سی برکات سے برخوردار ہونے کی آرزو کرتا ہے میں شیعوں سے پوچھتا ہوں کہ اگر آپ لوگ سورۂ فاتحہ پڑھتے ہوئے بیخودی میں اسکے اطراف سے گزر نہیں جاتے اور اسکے معنوں میں غوّاصی کرتے ہیں تو محمدی سلسلہ میں کس فریق کو معہود فی الذہن رکھتے ہیں کیا ان نامرادی و ناکامی کی پُر حسرت تصویر ائمہ کو۔ تو پھر اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم کے یہ معنی ہوئے کہ تو ہمپر وہی نامرادیاں۔ دشمن کامیاں۔ شکست خوریاں۔ تباہیاں وطن سے آوارگیاں اور اقسام اقسام کی حسرتیں نازل فرما جو تو نے ہمارے آئمہ اطہار کے مبارک سلسلہ پر اتاریں۔ تعصب اور بیجا جوش اور بات ہے۔ کوئی شخص خدا کے لئے غور کرے اور میری بات کی تہ تک پہنچکر جواب دے کہ کیا معنی اس سورۂ شریف کے شیعہ مذہب کے مطابق ہو سکتے ہیں۔ سبحان اللہ عجیب خدا ہی حق کی تائید میں کیا کما ثبوت پہلے سے رکھدیتے ہیں۔ اگر کوئی سلیم الفطرت سورۂ فاتحہ ہی میں غور کرے تو بجز صدیقی جماعت میں داخل ہونے اور شیعہ مذہب سے ہزار جان بیزار ہو جانیکے کوئی چارہ نہ دیکھیگا

> شیعوں نے سورہ فاتحہ میں صراط الذین انعمت علیہم کو تدبر سے کبھی نہیں پڑھا۔

اسکے بعد سوچنا چاہیے کہ مغضوب علیہم اور ضالین کون لوگ ہیں۔ جب یہ ثابت ہو جاے

کہ وہ یہود و نصاریٰ ہیں تو دیکھنا چاہیئے کہ کن عملوں سے وہ اس مکروہ خطاب کے سزاوار ٹھہرے
یہ بات بھی بڑی آسانی سے طے ہوجاتی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہود نے راست بازوں سے بیجا عداوت
کی تب ان پر خدا کا غضب اُترا اور نصاریٰ نے ایک عاجز انسان سے بیجا محبت کی اور اسکے
حق میں ناروا غلو اور اطرا کیا تب وہ سچی راہ سے دُور اور ضالین کے نام سے موسوم ہوئے میں افسوس
سے کہتا ہوں کہ یہود اور نصاریٰ کی یہی دو بُری عادتیں شیعوں میں موجود ہیں یہ لوگ ایک ہی وقت میں
یہودی بھی ہیں اور نصرانی بھی۔ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک لاکھ چوبیس ہزار راستباز خدام
سے جو ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کے مثیل تھے بیجا عداوت کرتے
اور یسوع مسیح کیطرح حضرت علی کے حق میں حد سے زیادہ اطرا کرتے ہیں

شیعوں میں یہود و نصاریٰ دونوں فرقوں کی سیرت جمع ہے۔

کاش شیعہ سورہ فاتحہ کو غور سے [illegible] اور ضالین کی باتوں سے فائدہ اُٹھائیں
[illegible]
سے اس مذہب کی [illegible] نے بھیجا ہے۔ اسپر حضرت صدیق اور انکی جماعت بھی رہی
وہ بحث باہرہ وجود باجود حضرت خلیفۃ اللہ المسیح المہدی والامام المنتظر
کا جسے حق تعالےٰ نے غیبت کبریٰ یعنی صدیوں کے بعد مبعوث فرمایا۔ یہ عجیب بات ہے
کہ اہلسنت میں بھی یہی بات تسلیم کیگئی۔ کہ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد تین سو برس
تک وہ سچی برکتیں اور خیرات قایم رہیں۔ جو حضور رسول کریم کے ساتھ دنیا میں آئی تھیں اور صلاح اور
تقویٰ اور امور دین کی بجا آوری کا بازار گرم رہا۔ وہ اسپر گواہ لاتے ہیں خیر القرون والی حدیث کو اور
درحقیقت بات بھی اسی طرح ہے۔ شیطان کا بڑا تسلط اور ناپاک فتنوں اور بُری بدعتوں اور متفرق مذہبوں
اور مشربوں کا ظہور چوتھی صدی سے شروع ہوا اور تیرھویں کے آخر تک اپنے کمال کو پہنچگیا۔ تمام اسلامی
تاریخیں ظاہر کرتی ہیں کہ عقاید اور عملیات میں تفرق اور فساد چوتھی صدی میں شروع ہوا ہی شیعوں میں
بھی یہ بات عقیدہ حقہ کی طرح مانی گئی ہے کہ تیسری صدی کے اواخر میں برکات اور خیرات گم ہوگئیں اور اس
باریک راز کو اس پیرایہ میں ظاہر کیا گیا ہے کہ آخری امام سرمن رائے کی غار میں پوشیدہ ہوگیا اسی
امام کو شیعہ حضرت قائم علیہ السّلام اور خلیفۃ اللہ اور حجۃ اللہ اور مہدی اور امام منتظر علیہ السّلام کہتے ہیں
اور رات دن اس کی تفریج کروب اور تنفیس ہموم کے لئے دُعائیں مانگتے ہیں ان امام حضرت کو
غیبتِ کبریٰ کہتے ہیں۔ اور اس غیبت کے ثبوت کے لئے بہت سی روایتیں آئمہ سے نقل کرتے
اور تمام انبیاء کی نسبت ایسی غیبت کے ثابت کرنیکی کوشش کرتے ہیں +

امام منتظر کے مسئلہ کی حقیقت

ایک محقق بڑی آسانی سے ان دونوں قوموں کے مسلمات سے ایک نتیجے اور پکے نتیجہ پر پہونچ جاتا ہے۔ اور اس بات پر یقین کرنے کے لیے کافی وجوہ پاتا ہے کہ امام منتظر کا مسئلہ ایسا مسئلہ ہے جو ضروری ہے کہ اسکی بنیاد حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے رکھی اور اکابر دین اور آئمہ ہدائے اسکی نسبت وصیت کرتے اور خبر دیتے رہے اور پھر عادتاً حواشی اور عوارض نے ایک بات کو افسانہ کی شکل و صورت دیدی اور غیبت کو یعنی اس امر کو کہ وہ ایک وقت تک قوم کی نگاہ سے مخفی اور غیر معروف رہیگا یہ لباس پہنا دیا کہ وہ اتنی صدیوں تک غار میں چھپا رہیگا۔

یہ نہایت سچی بات ہے کہ یہ غیبت ہر ایک ماموراور مرسل کے حصہ میں آئی ہے اور وہ اس طرح واقع ہوئی کہ وہ ایک گمنامی کیحالت میں رہ کر اور کچھ عرصہ تک دنیا کے فرزندوں نے کذاب مفتری اور دوکاندار کہلا کر آخر کار خدا کی نصرتوں اور تائیدوں کے مورد ہوئے۔ پھر ایک دفعہ بہت سعید [illegible] شروع [illegible] ہوئیں کہ یہ خدا کے سچے مہدی اور خلیفہ ہیں۔ یہ بات بڑی توجہ کے [illegible] ہے کہ شیعوں نیں مسئلہ غیبت پر بڑا زور دیا گیا ہے اور اسے مدار ایمان و نجات ٹھہرایا گیا ہے۔ چنانچہ **بابویہ قمی** کی کتاب **اکمال الدین و اتمام النعمہ** کا موضوع یہی ہے اور اس میں ایسی بہت حدیثیں لکھی گئی ہیں جو ایک بصبر اور غیبت پر ایمان نہ لانیوالے کو بے ایمان قرار دیتی ہیں۔

مہدی موعود کا نشان خسوف و کسوف رمضان میں اور طاعون شیعہ سُنّی دونوں فرقوں میں مسلم ہے

غرض ایک طرف سُنی مہدی اور مسیح کے منتظر دوسری طرف شیعہ ایک آخری اور صاحب جلال امام کے منتظر ان دونوں قوموں کے اس اتفاق سے جو باوجود سخت باہمی اختلاف کے ایک بات پر ہو گیا ہے صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ اس بات کی اصل ہے اور وہ یہی ہے کہ مخبر صادق علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے آخری زمانہ میں ایک عظیم الشان امام کی ضرور خبر دی۔ لیکن ان سب باتوں کے علاوہ ایک اور زبردست بات ہے۔ جو سُنّیوں اور شیعوں میں مشترک ہے، اور وہ ایسی قوی حجت ہے کہ ایک سفیہ اور سفلہ کے سوا کوئی اسکے قبول کرنیسے انکار نہیں کر سکتا وہ ہے اُس قایم اور منتظر مھدی علیہ السّلام کیوقت میں کسوف اور خسوف کا ہونا۔

روایتوں سے انکار کرنا آسان ہوتا ہے۔ مگر جو روایت پیشگوئی پر مشتمل ہو اور پیشگوئی اپنی مفہوم کے مطابق واقع بھی ہو جائے اُس سے کون انکار کر سکتا ہے۔ دار قطنی میں جو اہلسنّت کے مجموعہ صحاح ستہ میں سے ایک کتاب ہے بڑی قوت اور جوش سے روایت کیا گیا ہے کہ ہمارے مہدی موعود

کے لئے دو بڑے نشان ہیں یعنی ماہ رمضان میں کسوف خسوف کا ہونا۔ اگرچہ یہ نشان خدا کے فضل سے پورے ہو کر ایک مدعی کے صدق دعوے کے دو عادل گواہ ٹھہر گئے۔ مگر افسوس ہے کہ بہت سے بدقسمت سُنیوں نے ان خدا کے نشانوں کو پاؤں کے نیچے کچل ڈالا اور انکی تکذیب میں وہ باتیں کیں جو یہود کی گستاخیوں کو یاد دلاتی ہیں۔ مگر عجیب بات یہ ہے کہ شیعوں نے بھی جو سب سے زیادہ حضرت قائم الزمان امام منتظر کے لئے آنکھیں سفید کر رہے تھے اور راتدن انکے خروج کے لئے وظیفے پڑھتے اور دعائیں مانگتے تھے اور انتظار غیبت کو جزو ایمان سمجھتے تھے۔ ان نشانوں سے فائدہ نہ اٹھایا اور اس بات سے اسطرح اعراض کیا کہ گویا انہیں اس سے کوئی تعلق ہی نہیں۔ اور گویا کسوف و خسوف کے نشان مہدی کو سُنیوں ہی سے تعلق ہے اور میرا گمان ہے کہ پنجاب اور ہندوستان کے اکثر شیعہ ممکن ہے۔ کہ اس عظیم الشان پیشگوئی سے بیخبر ہوں اسلئے اس پیشگوئی کو آج میں کتاب اکمال الدین [illegible]

[illegible]

صدق اور [illegible] خسوف کسوف کے نشان کے موافق ظاہر ہو جانے [illegible]

ہیں۔ از بسکہ غیبت ایک جان کاہ چیز تھی اور ضروری تھا کہ مخبر صادق اسکے لئے کوئی غایت اور علامت اختتام مقرر کرتا۔ لہذا معلوم ہوتا ہے کہ اس رحیم کریم نے دو جلی نشان خسوف کسوف کے اسکے لئے مقرر کر دیئے۔ چنانچہ کتاب مذکور میں لکھا ہے۔ عن ابی جعفر علیہ السلام قال اشارتین بین یدی ھذا الامر خسوف القمر بخمس و کسوف الشمس بخمسۃ عشر لم یکن ذالک منذ ھبط آدم علیہ السلام الی الارض الخ۔ اور دوسری روایت۔ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال تنکسف الشمس لخمس مضین من شھر رمضان قبل قیام القائم علیہ السلام۔

کیوں سب سے بڑھکر ہمارے حضرت مہدی کو شیعہ لبیک نہ کہیں

اب میں نہیں سمجھتا کہ شیعوں کے پاس کیا عذر باقی رہ گیا ہے۔ اور وہ کیوں اس شخص کو قبول نہ کریں جسنے مسیح موعود اور مہدی مسعود اور امام منتظر ہونیکا دعوے کیا اور پھر خدا تعالےٰ نے اسکے صدق کے لئے مخبر صادق کی پیشگوئی کے موافق خسوف و کسوف کا نشان بھی اسکے زمانہ میں ظاہر کر دیا۔ کسقدر عجیب بات ہے کہ سُنیوں کی کتاب کی روایت آخر شیعوں کے مقتدر امام تک ہی جا کر ٹھہرتی ہے۔ اور اب شیعوں کی بڑی معتبر کتاب میں بھی میں نے اس روایت کو دکھا دیا ہے کیا ہنوز جانکاہ انتظار کی زحمت سے سیری نہیں ہوئی۔ کب تک شیعہ غار کیطرف اور نصارے اور جاہل مسلمان آسمان کیطرف دیکھیں گے

آنے والا آگیا اور آسمان اور زمین نے اُسکے صدق پر گواہی دے دی۔ آسمان نے کسوف خسوف سے اور زمین نے طاعون کے کثرتِ انتشار سے اور یہی دو بڑے نشان حضرت قایم علیہ السلام کے زمانہ کے شیعوں کی کتابوں میں لکھے ہوئے تھے چنانچہ کتاب اکمال الدین میں لکھا ہے قال سمعت ابا عبد اللہ علیہ السلام یقول قدام القائم **موتان** موت احمر و موت ابیض حتی یذہب من کل سبعۃ خمسۃ فالموت الاحمر السیف والموت الابیض الطاعون (اکمال الدین صفحہ ۳۴۸ مطبوعہ ایران) اے لاہور کے شیعو اور دوسرے تمام ملکوں کے اثنا عشریو اُٹھو اور خدا کے لئے گواہی دو۔ کہ کیا خدا نے اتمامِ حجت میں کوئی کسر باقی رکھی ہے۔ اے نصرانیو۔ زمین پر مسیح کی قبر اور اے شیعو آسمان پر کسوف و خسوف تمہیں بتا رہے ہیں کہ وہ موعود مسیح اور موعود مہدی جسکے انتظار میں تم مضطرب بیٹھے تھے اور جو درحقیقت قبل از وقت غار بلکہ آسمان پر تھا اب آگیا ہے۔ اب تمہارا کلام ہے [illegible] پر ابدی مہر لگا د[illegible]

حضرت مسیح موعود نے صدیقی جماعت کا ایک فرد ہو کر صدیق کی حقیت پر مہر لگا دی اور حضرت صدیق اول و آخر دونوں زمانوں میں حق پر ثابت ہوئے

حاصل کلام ہر ایک فر[illegible] سمجھتا تھا کہ وہ موعود منتظر اسی کے مشرب و مذہب کا ہوگا۔ حنفی کہتے تھے وہ حنفی ہوگا۔ وہابی غیر مقلد کہتے تھے وہ پکا غیر مقلد اور ٹھیٹھ نواب صدیق خانی ہوگا۔ اور شیعہ خیال کرتے تھے کہ وہ شیعہ محب حسین اور چناں و چنیں ہوگا۔ آخر اس نے پیدا ہو کر اپنے عمل سے ایک مذہب کو سچا کر دکھایا۔ میرے نزدیک حضرت مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ السلام کا وجود بڑی بھاری دلیل اور تمام دلایل سے بے نیاز کرنیوالی برہان ہے حضرت صدیق کی حقیت پر آپکے عمل اور ایمان نے عملاً خطِ تنسیخ پھیر دیا۔ صدیقی مذہب کے سوا تمام مذاہب باطلہ پر۔ فالحمد للہ حمداً کثیراً۔

آخر میں ایک بات کا کہنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا اور وہ یہ ہے کہ رات کو میں نے رویا میں دیکھا کہ میرے عزیز دوست محمود شاہ مرحوم (ولد حکیم میر حسام الدین صاحب) نے مجھے ایک عینک دی ہے وہ بڑی خوبصورت تھی اور اسکے شیشے عادت سے زیادہ چوڑے تھے۔ جب میں نے اُسے لگایا اسکی ٹھنڈک اور لذت میرے قلب کو محسوس ہوئی اور نظر اُفق تک ہر شے کو بہت صفائی سے دیکھتی تھی اسکی تاویل میں نے یہ کی کہ میری یہ کتاب خلافت راشدہ بحمد اللہ محمود و مقبول ہوگی اور معاً یہ کہ کوئی بڑا تیز باطل کش حربہ میرے ہاتھ آئیگا جو پہلے نہیں آیا۔ صبح میں نے عادتاً اکمال الدین و اتمام النعمۃ کو پڑھنا شروع کر دیا اور اس میں خسوف و کسوف والی پیشگوئی جو مہدی موعود کا نشان تھا نکل آئی۔ میری

خوشی کا اندازہ خدا تعالیٰ کو بہتر معلوم ہے۔ جو مجھے اس حدیث کے ملنے سے شیعوں کی کتاب میں حاصل ہوئی میں پکار اُٹھا کہ آج سے شیعہ مذہب پر بھی ہمنے وہی فتح پائی جو نصرانیوں پر مسیح کی قبر کے اظہار سے ہم نے پائی تھی۔

اب انصاف اور عقل کی اجازت حاصل کر کے کوئی شیعہ اہل حق کے مقابل سر اُٹھا نہیں سکیگا اور زیادہ تر خوشی اس بات سے ہوئی۔ کہ حضرت امام زمان مسیح موعود علیہ السلام بارہا فرماتے تھے کہ دارقطنی والی حدیث اگر شیعوں کی کتاب میں بھی ملجائے تو بہت بڑی حجت دونوں قوموں پر ہوجائے۔ سو خدا نے آج یہ آرزو پوری کی اور میری رویا کا صدق بھی ظاہر ہو گیا۔ فالحمد للہ حمداً کثیراً اور عجیب بات یہ ہے کہ پہلی دفعہ جبکہ میں نے لکچر اثبات خلافت شیخین دینا تھا۔ اسوقت بھی ایسا ہی خواب آیا تھا کہ میرے دوست چودری نصر اللہ خاں صاحب میرے لئے [illegible] لائے ہیں اس [illegible] خدا تعالیٰ نے [illegible] دیا ہے کہ [illegible] حضور [illegible] ابھی میں اس رویا [illegible] تا ہوں اور بہت سی مفید اور عجیب باتوں کو جنکے اظہار کے لئے میرا دل تڑپتا ہے۔ دوسرے حصہ پر موقوف رکھتا ہوں۔ ممکن ہے کہ انکا بوجھ برداشت کرنے کے قابل قلوب اس پہلے حصہ کے پڑھنے سے تیار ہوجائیں۔ جس اخلاص اور درد دل سے میں نے یہ کتاب لکھی ہے مجھے اُمید ہے کہ میرا رب رحیم اسے بہتوں کے لئے نافع بنائے گا۔ جس شوق اور اخلاص سے لوگوں نے اس کتاب کی تکمیل اور اشاعت کیلئے مجھے خطوط لکھے ہیں اس سے میری اُمید کو اور بھی قوت ملتی ہے۔ مَیں اس پر ایمان رکھتا ہوں کہ **اما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض** خدا کا سچا وعدہ ہے اسکے مطابق میری یہ سعی انشاء اللہ قیامت تک مثمر رہے گی۔ اور فی الحقیقت میری ساری امیدوں کا مرجع میرا مولا کریم ہے جس نے مجھ سے ناتواں میں نفخ روح کر کے اس بھاری کام کے سرانجام کی توفیق دی۔ وہی میرا اجر اور وہی میری جزا ہو۔ آمین ✦

مَیں نے مصلحتاً پسند کیا ہے کہ اس کتاب کے آخر میں اپنی چند تحریریں اس مضمون کے متعلق پیوند کردوں جو وقتاً فوقتاً الحکم میں شائع ہوتی رہیں۔ اس سے میرا مدعا یہ ہے کہ ایک مسئلہ مجموعی ہیئت میں پیش ہو اور اس طرح غور اور تدبر کو کافی سامان ملجائے۔

آخر میں ایک عجیب بات سُناتا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ ہماری عزیز اور مکرم احمدی جماعت اور دوسرے حق کے طالب اس سے خوش اور مستفید ہونگے اور وہ یہ ہے کہ لاہور کی شیعہ جماعت کے پیشوا علی حائری کا اشتہار (وسیلۃ المینا لدفع البلا)

اس دیباچہ کے لکھنے کیوقت مجھے ملا۔ اسے جو میں نے پڑھا تو اسکے سوا اسمیں کچھ نہ تھا۔ کہ کچھ تو خدا کے مسیح موعود امام منتظر علیہ السلام کی نسبت سخت ناسزا اور ناپاک الفاظ استعمال کیے ہیں۔ اور کچھ فضول اور بے دلیل دعووں اور مشرکانہ باتوں سے اُسے مزین کیا ہے۔ اگرچہ مجھے حق پہنچیا تھا۔ کہ اس گندہ زبان موذی کی باتوں کا دنداں شکن جواب دیتا مگر میں اس سوچ میں تھا کہ میں کیونکر گالیوں میں مقابلہ کر سکتا ہوں اس قوم کا جنکے باپ دادوں کو فحش اور پھکڑبازی کی مشق صدیوں سے کرائی جاتی اور بدزبانی کا ناپاک گوسالہ انکے رگ و ریشہ میں پلایا گیا ہے۔ میں اگر ایک لفظ لکھونگا تو وہ الفین نہیں آلاف جلدیں گالیونکی تصنیف کر دینگے۔ اسی سوچ میں تھا کہ اکمال الدین سے مہدی موعود کے نشان والی حدیث کسوف و خسوف اور طاعون کی ملگئی۔ میں نے خدا تعالے کا شکر کیا اور یقین کیا کہ اب اسکے بعد رفض کا باطل اس حربہ سے پاش پاش ہو جائیگا اور جائری کے اس حصہ پرداز گندہ اشتہار [illegible] نشان کا ہی جواب ہوگا [illegible] دانشمندوں کو اس سے سبق سیکھنا چاہئے کہ باطل نے کیا کارروائی کی [illegible] ہماری طرف کیا کارروائی ہوئی ہمیشہ تجربہ کیا گیا ہے کہ جب کوئی دشمن حق حق پر حملہ کرتا ہے۔ خدا تعالے اُسی وقت نئی اور حکمتی ہوئی تائیدیں ظاہر کرتا ہے مجھے اس موذی اشتہار سے قبل اسکا ہرگز علم نہ تھا۔ کہ آخری امام کیلئے شیعوں کی کتابوں میں بھی کسوف و خسوف ماہ رمضان اور طاعون کو نشان قرار دیا گیا ہے۔ خدا کی غیرت نے یہ نیا حربہ حائری کی اس ایذا کے مقابل میرے ہاتھ میں دیا مجھے انتظار اور شوق ہے کہ میاں حائری اسکا کیا جواب دیتے ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اپنے منحوس نام کی شامت اور وخامت سے حیرت مذموم میں پھنسکر حضرت خلیل کے حریف کی طرح مبہوت رہ جائیں۔ واٰخر دعوٰینا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علےٰ رسولہ ونبیہ محمد و اٰلہ اجمعین

خاکسار

عبدالکریم۔ قادیان۔ بعد از عصر۔ ۲۰ جون ۱۹۰۲ء

تنبیہ

دارقطنی کے اثر میں (ان لمھدینا ایتین لم تکونا منذ خلق السمٰوٰت والارض ینخسف القمر لاول لیلۃ من رمضان وتنکسف الشمس فی النصف منہ۔ ترجمہ یعنی ہمارے مہدی کی تائید وتصدیق کے لئے دو نشان مقرر ہیں اور جب سے کہ زمین و آسمان پیدا کئے گئے۔ وہ دو نشان کسی مدعی کے وقت ظہور میں نہیں آئے۔ اور وہ یہ ہیں کہ مہدی کے دعوے کے وقت ماہ کی اسکی پہلی رات گہن ہوگا جو اس کے خسوف کی تین راتوں میں پہلی رات ہے۔ یعنی تیرہویں رات [illegible]

[illegible]

خسوف کسوف رمضان میں ان تاریخوں میں ہوا ہو) جسکے الفاظ بالکل سنت اللہ کے مطابق ہیں اور اکمال الدین کے اثر میں کسی قدر لفظی فرق ہے۔ اور اتنا ہی ہے جتنا اہل سنت رواۃ کے حفظ و اتقان اور قوت تنقید اور جودت قریحت میں اور رواۃ شیعہ کی غباوۃ اور عدم اتقان میں ہے مگر اس خفیف فرق سے کوئی دانشمند جو جانتا ہے کہ صاحبان اکتشافات اور تحقیقات کن کن مواد اور قرائن سے مضبوط قواعد اور اصول موضوعہ نکال لیتے ہیں۔ تذبذب اور حیرت میں نہیں پڑ سکتا اسقدر بدیہی اور صاف مشترک مادہ دونوں اثروں میں ہے کہ سرسری نظر بھی بول اٹھتی ہے کہ ایک ہی چشمہ سے دو مختلف استعدادوں اور قابلیتوں نے پانی لیا ہے اور پھر اپنے اپنے ظرف کے موافق اس مقدس پانی کو یا مصفا رکھا ہے یا مکدر کر دیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ دارقطنی کی روایت اولے بالقبول ہے اسلئے کہ اس کے سارے پاکیزہ الفاظ قانون قدرت کے مطابق ہیں اور اکمال الدین والی روایت اسکے نیچے لائی جا کر اور اسکی روشنی میں خفیف سی اصلاح کے زیر مشق ہو کر پھر یہ دونوں روایتیں ایک دوسرے کے تظاہر سے وہ قوت اور متانت پیدا کر لیتی ہیں کہ ان سے بڑھکر اور کوئی روایت پیدا کر ہی نہیں سکتی خدا کرے کہ ہمارے شیعہ دوست اس سے نور حاصل کریں اور ظلمت سے نکلنے کے لئے جلد کوشش کریں ؏

ضمیمہ

مَیں اپنی طرف سے بہت دن ہُوئے مضمون ختم کرکے کاتب کو دے چکا تھا۔ آج اُس نے درخواست کی کہ کسی قدر اَور مضمون ہو تو کاپی پُوری ہوتی ہے۔ مَیں اسے خدا کی طرف سے تحریک سمجھکر نئی بات کی طرف متوجہ ہوا جو اِس [illegible] کے مناسب حال لکھی ہے۔ [illegible] استدلال مجھے بہت پسند آیا جو یہاں لکھتا ہوں اُمید [illegible] طالبانِ حق اِس سے بہت فایدہ اُٹھائیں گے۔

اللہ تعالٰے فرماتا ہے۔ وما ارسلنا من رسول ولا نبی الا اذا تمنٰے القی الشیطان فی امنیتہ فینسخ اللہ ما یلقی الشیطان ثم یحکم اللہ اٰیاتہ واللہ علیمٌ حکیم اور ہم نے جتنے رسول اور نبی بھیجے ہیں اُنسے یونہی معاملہ ہوتا رہا ہے کہ جب اُس رسول یا نبی نے کوئی تمنّی کی شیطان نے اُسکی آرزو کا خلاف کرنیکے لئے

دراندازی کی۔ آخر خداتعالےٰ ایسا کرتا رہا ہے کہ شیطان کے تمام منصوبوں اور

دراندازیوں کو خاک میں ملادیتا اور اسکے بعد اپنے نشانوں یعنی نبی اور رسول کی

آرزو کو پختہ کردیتا اور اُسی کو ہمیشہ تک قایم رکھتا ہے ؎

یہ آیت عجیب قولِ فیصل ہے اہلِ حق اور شیعوں کی نزاع میں۔ شیعہ کہتے

ہیں۔ کہ جناب رسول کی دلی آرزو تھی۔ کہ ان کے بعد حضرت علی خلیفہ بلافصل ہوں

اور اسکے لیے ۲۳ سا[illegible] آپکے جا[illegible] امکان میں تھا۔ زور بھی بہت

ہی لگائے نہ صرف رسول کریم نے بلکہ خود خدا نے۔ جبرئیل نے اور تمام بنوہاشم

نے۔ مگر ایک عورت (عائشہ صدیقہؓ) اور ایک مرد (حضرت عمرؓ) نے آں

حضرت کی تمنی میں دراندازی کی اور ایک منصوبہ سے جو مدتوں سے پکایا جا رہا تھا۔

خدا کے رسول کی آرزو پر پانی پھیر دیا گیا۔ مگر یہ آیت تو اُنکے اس خیال کی دھجیاں

اُڑا دیتی ہے۔ فرض کرو حضرت عائشہؓ نے یا حضرت عمرؓ نے۔ اوّل الذکر نے

آں حضرت کی زندگی کے آخری دنوں میں اور دوسرے شخص نے آپکی وفات کے

بعد حضرت علی کی وصایت اور خلافتِ بلافصل کے شیرازہ کو اُدھیڑنیکی کوشش کی۔

مگر بموجب خدا تعالیٰ کی اس جلالی آیت کے از بس ضروری تہا کہ وہ القائے شیطان

منسوخ ہو جاتا اور آیات اللہ یا رسول کی تمنی قایم رہجاتی اور اگر وہی قایم رہتا جو حضرت

عائشہ نے پہلے اور حضرت عمرؓ نے پیچھے کیا تو کیا صاف سمجھا نہیں جائیگا کہ خلافت

کی یہی شکل اور وضع جو ظہور میں آئی خدا کا منشا اور رسول کی تمنی تھی مگر افسوس کہ

شیعوں کے اعتقاد کے موافق رسول کی تمنی۔ وصی رسول کی تمنی خاک میں مل گئی

اور انکی ساری اولاد ناکامی کی حسرتیں دلو میں لیکر جہان سے رخصت

ہوئی۔ سوچنا اور خوب سوچنا چاہیئے کہ اس نازک معاملہ میں القائے شیطان

کس قوم کی تمنی کو کہنا جائز ہوگا اور آیات اللہ کس جماعت کی تمنی ہوگی۔

فتدبروا ولا تکونوا من الذین یمرون علے ایات

اللہ وھم عنھا معرضون۔

تمہید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

[illegible] اشاعت میں اس قدر التوا ہوا۔ حق یہ تہا کہ [illegible]
[illegible] توقف کی ایک وجہ یہ بھی ہوئی کہ میں نے عادتاً جو کچھ کہا تھا
زبانی کہا تہا۔ سوائے دوچار آیتوں کے مَیں نے خود کسی اَور امر کو نوٹ نہیں کیا تہا۔ اس مجمع میں
میری مکرم دوست مولوی محمد فیروزدین صاحب مدرس اول فارسی بورڈ سکول میری تقریر کو
لکہتے گئے مگر قواعد مختصر نویس کے نہ جاننے کے سبب سے مولویصاحب ممدوح باللفظ ساری تقریر پر قابض
ہوجانیکے لئے جہاد کرتے تھے۔ لیکن مجھے شبہ ہوتا کہ مولویصاحب پورے کامیاب ہونگے آخر جب مولوی
صاحب نے میری منثور تقریر کو منظم اور شیرازہ بند کرکے مجھے مرحمت کیا مجھے پڑھکر یقین ہوگیا۔ کہ
سبق اللسان القلم باایں ہمہ جناب مولویصاحب نے چھوٹی تقطیع کے پوری چھیالیس صفحے مجھے لکھکر
دیئے۔ اب مَیں نے یہ تو پسند نہ کیا کہ اس حیثیت میں اسے چھپوادوں۔ دل میں آیا کہ کسی قدر بہتر
صورت اور مفید تر طرز میں اس کا شایع ہونا مناسب ہے۔ اسی حیص بیص میں کئی دن گذر گئے۔
اور رات دن کے غور و فکر نے معلومات میں اَور بھی وسعت پیدا کردی۔ آخر میں نے شروع سے
آخر تک اُس لکھے ہوئے کو پھر اپنے ہاتھ سے لکھا۔ کچھ حصہ اس کا لفظاً بحال رکھا اور زیادہ حصے
کو ازدیاد مضامین کے ساتھ بالکل نیا لباس پہنایا۔ مگر مجھے دل سے اعتراف ہے کہ یہ سب
کچھ کرمی مولوی صاحب موصوف کی حسن سعی کا نتیجہ ہے۔ اگر وہ ایک لکھا ہوا مجموعہ مجھے نہ دیتے
تو میں بوجہ لکھنے میں سست ہونے کے اس زبانی بولے ہوئے کو دوبارہ لکھنے کی جرأت نہ کرسکتا
خداتعالےٰ مولویصاحب کو اسکا اجر دے اور ہمیشہ نیک کاموں کی توفیق بخشے ✦

جب میں نے اس لیکچر کے دینے کا ارادہ کیا معمولاً میں نے جناب باری تعالےٰ میں بہت بہت دُعا کی۔ اور اپنے سیّد و مولیٰ رحمۃ للعالمین (صلے اللہ علیہ وسلم) پر درود بھیجکر انتظار کیا کہ اللہ تعالیٰ اس کام میں مجھے اپنی روح سے تائید بخشے۔ لیکچر کے معین دن کی رات کیا دیکھتا ہوں۔ اللہ تعالےٰ کا کوئی بشر میرے دوست چوہدری نصر اللہ خاں صاحب وکیل سیالکوٹی کی تمثل میں آیا۔ اور مجھے بڑی خوبصورت عینک دکھائی۔ مَیں نے اُسے تجربہ کرکے بینائی کے لئے فوق العادۃ نور بخش اور تقویت دہ پایا۔ قیمت پوچھنے پر آپ نے فرمایا کہ میں یہ آپ کیلئے ہدیہ لایا ہوں۔ میرے دل میں اس سے بڑا یقین حاصل ہوا۔ کہ اس کام میں اللہ تعالےٰ میری بڑی نصرت کریگا۔ اور قرآن کریم سے مسائل کے استنباط میں روح حق میری بینائی اور فہم کو تیزی بخشے گی۔ فکان کما اریت وللہ الحمد۔

اس لیکچر کی نسبت بعض لوگوں کا خیال تہا۔ کہ اس میں شیعوں کے اشتہار کے مندرجہ حوالجات پر ہی کلام ہوگا جنہیں وہ علمائے اہلسنت سے منسوب کرتے ہیں [illegible] جو بہت [illegible] نہ تھے اپنے مظنون کے خلاف دیکھکر کسیقدر شکستہ دل ہوئے [illegible] اس رائے پر بڑا ہی مستقیم القلب تھا کہ تمام ظلمتوں سے نور کیطرف لیجانیوالا اور حکم عدل صرف قرآن کریم ہی ہے اور میں اس ایثار کی مدلل وجوہ بھی لیکچر میں بیان کر چکا تہا۔ لیکن عوام کے قلوب کی تسلیت کیلئے اسطرف مایل ہوگیا۔ کہ تہوڑی سی اس دجل کی پردہ دری بھی کروں۔ مگر پھر تردد پیدا ہوا کہ اس سے سچی اور قطعی فیصلہ کی راہ اسی عام پامال سڑک سے ملتبس ہوجائے گی جسپر قدم مارنیسے آجتک کوئی منزل مقصود تک نہیں پہنچا اسی تردد میں میں نے اپنے مخدوم مولوی نورالدین صاحب کی خدمت میں لکھا کہ وہ اس بارہ میں حضرت مرشد برحق امام صادق مرزا غلام احمد (اللہ تعالیٰ کی برکات۔ نصرت اور سلام انکو شامل حال ہو) سے استشارہ فرماکر مجھے اطلاع بخشیں۔ اسکے جواب میں حضرت امام المسلمین (ایدہ اللہ) نے براہ راست مجھے یہ خط لکھا:۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علےٰ رسولہ الکریم

مکرمی اخویم مولوی عبدالکریم صاحب

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ اخویم حکیم مولوی نورالدین صاحب نے آپ کا کارڈ مجھکو دکھایا۔ بہت سوچنے کے بعد یہ بات معلوم ہوئی کہ اس زمانہ کے اندرونی اور بیرونی اختلافوں کے دور کرنیکے لئے قرآن شریف جیسا اور کوئی ذریعہ نہیں روایات اور دیگر کتابوں کی بنا پر بحث کرنیسے نزاع طلبی اور غیر منفصل

ہوجاتی ہے۔ سو اس طولانی سلسلہ میں پڑ کر فتح نمایاں کے ساتھ انجام ہونا روئداد موجودہ کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے آجتک تنازعات ختم ہونے میں نہیں آتے۔ اگر اہل سنت کیطرف سے بیس جزو کی کتاب نکلی تو مخالفوں کی طرف سے اسی جزو کی نکلی۔ جس سے ناظرین کو معتدبہ فائدہ نہیں ہوا۔ میرے نزدیک بہتر ہے کہ طریق بحث کو بدل دیا جائے۔ یعنی ہر ایک بات کیلئے قرآن کریم کو حکم ٹھہرایا جاوے یقیناً قرآن کریم ہر مقام میں مدد دیگا والسلام ؎

خاکسار غلام احمد ۱۱ مارچ ۱۸۹۶ء از قادیان

اس مبارک خط نے جسے میری کارروائی اور تجویز سے پورا توارد واقع ہوا تھا مجھے بہت مسرت بخشی اور آیندہ کے لیئے مجھے ایک فضول اور مبتذل کام سے باز رکھا۔ فجزاہ اللہ عنی خیر الجزاء۔ [illegible]نے اپنے دعوے کے موافق ساری باتوں کا فیصلہ قرآن کریم سے کیا ہے۔ جو دعوے کیا ہے [illegible] اور جو [illegible] اس دعوے کی تائید میں پیش کیئے ہیں قرآن سے کیئے [illegible] اگر کہیں کوئی تاریخ [illegible] دعوے کی تقویت میں لایا ہوں یا کوئی روایت ذکر کی ہے تو وہ بطور [illegible]حمل ہو یہ [illegible] اس دلربا عمارت کی چھت آیات قرآنی کے قواعد پر قایم اور استوار ہے شیعوں سے بمنت التجا ہے کہ انصاف کے قوی ہاتھوں سے اس رسالہ کو پکڑیں۔ اسلیئے کہ دل کا بیجا اشتعال ہاتھوں میں رعشہ پیدا کرتا اور پھر نگاہ کو کسی مطلب پر غور کیلیئے ٹھہرنے نہیں دیتا دلکو تھام کر اسے بہ تدبر پڑھیں اور خدا تعالےٰ سے ڈر کر اس سے فائدہ اٹھانیکی کوشش کریں۔ اگر کوئی جواب لکھیں تو اسی کو اسوہ ٹھہرا کر اپنے دعوے اور دلائل کو بینات فرقانیہ سے مؤکد اور مزین کرے میں نے اسکے لکھنے میں بہت بہت دعائیں کی ہیں۔ لکھتے لکھتے اس خوف سے ٹھہر ٹھہر گیا ہوں کہ کہیں میرا بیان بخاطر طرفداری اور نا روا جذبات کا سرجوش نہ ہو۔ میں نے موقع موقع پر اللہ تعالیٰ سے یوں دعا کی کہ اے علیم خبیر عزیز رحیم۔ اگر میری یہ کارروائی تیری رضا کے حصول کا ذریعہ ہو تو میری اس میں مدد کر۔ اور اگر یہ تیری سخط و مقت کی موجب ہو تو میری ساری طاقتوں کو اس سے ایسا پھیر دے جیسے تو ایک متقی مخلص کو معاصی کے ارتکاب سے پھیر دیتا ہے۔ مجھے واثق امید ہے کہ اللہ تعالےٰ اسے نافع اور مقبول بنائیگا۔ فعلی اللہ توکلی وبہ ثقتی هو ولی فی الدنیا والاخرۃ۔ ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلاً للذین اٰمنوا ربنا انک رءوف رحیم۔ اٰمین۔

عبدالکریم ۔ سیالکوٹ

۸۔ اپریل ۱۸۹۶ء چہار شنبہ

لکچر

اثبات خلافت شیخین

(از قرآن کریم)

الحمد للہ رب العالمین الرحمن الرحیم مالک یوم الدین [illegible] صلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد والمومنین بہ اجمعین۔

امّا بعد

مَیں نے اشتہار دیا تھا کہ میں قرآن کریم کے رُو سے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی کی خلافت کو ثابت کرونگا۔ اور یہ بھی ثابت کرونگا کہ ان لوگوں نے اسلام کی سچی حمایت اور تائید کی۔ یہ تحریک اس طرح سے ہوئی یعنی اس لکچر کا موجب یہ ہُوا کہ میں نے سیالکوٹ میں ایک اشتہار دائر و سائر دیکھا جس کا نام مشتہر نے "آئینہ حق نما" رکھا تھا سیالکوٹ میں کس کی ایماء سے پھیلایا گیا؟ اللہ تعالے بہتر جانتا ہے اس میں یہ دعوے تھا کہ شیخین رضی اس دُنیا سے باایمان نہیں گئے۔ یا دوسرے الفاظ میں یوں سمجھیے کہ دنیا سے بے ایمان منافق اور مرتد گئے۔ نعوذ باللہ۔

اس اشتہار سے جو قلق اور اضطراب میرے دل پر طاری ہوا۔ اللہ تعالیٰ علیم اُسے خوب جانتا ہے جسدن سے یہ اشتہار دیکھا اُسی دن سے مجھکو کرب اور غم لگا رہا۔ بہت دیر تک سوچتا رہا کہ مَیں ان

برگزیدوں کیطرف سے کیا ذب اور دفاع (ڈیفنس) کرسکتا ہوں۔ سوا اسکے کہ جیسا ان برگزیدوں کی نسبت ناسزا سب وشتم کے ناپاک اور گندے الفاظ مشتہر کیئے گئے ہیں۔ میں اسکے مقابلہ میں انکی حقیقی تمجید ظاہر کروں۔

یہ وجہ ہوئی جس سے میرے دلمیں اس لیکچر کی تحریک پیدا ہوئی۔ اور خدا تعالیٰ نے مجھے اپنے خاص فضل سے موفق و موئید فرمایا۔ اس بات کے فیصلہ کے لیئے کہ ہم جناب صدیق اکبرؓ و فاروق اعظم کی نسبت یہ ثابت کریں کہ وہ کیسے حامیِ اسلام اور موئید دین تھے۔ بہت بڑا وقت چاہیئے۔ اور میں اعتراف کرتا ہوں کہ اس امر کی نسبت علمائے دین بہت کچھ لکھ چکے ہیں اور بڑی بڑی مبسوط کتابوں میں منکرین کو جواب دیچکے ہیں اور میں ایسا دعوے تو نہیں کرسکتا کہ ان سے زیادہ جواب دونگا مگر اس غرض کے لیئے جو کچھ میں نے سوچا ہے اور وہ آسان فیصلہ کی راہ نظر آتی ہے یہ ہے کہ بجائے اسکے کہ یوں بحث [illegible] ہیں یہ لکھا ہے اور فلاں کتاب یہ کہتی ہے۔ ہمارا حریف ایک کتاب کی [illegible] [illegible] اور کتاب کی طرف۔ قرآن مجید کو حکم عدل قرار دیا جائے اسواسطے کہ قرآن کریم نے دعویٰ کیا ہے کہ وہ تمام اختلافات کو دور کرنے اور مٹانے آیا ہے۔ اور ہر اختلاف کے لیئے وہی فصل اور حکم ہے۔ پس یہی بہتر معلوم ہوتا ہے کہ اس اختلاف کو بھی قرآن شریف پر عرض کریں تاکہ ایک قطعی اور یقینی فیصلہ ہاتھ آئے۔ غور کرو ایک ایسا واقعہ جسکے سبب سے اسلام کے بر اعظم میں دو بڑے عظیم الشان دریا پیدا ہوگئے ہیں۔ ایک عذب فرات (میٹھا خوشگوار) اور دوسرا ملح اجاج (کڑوا تلخ) اور دونوں میں ایک ایسا برزخ اور حجر محجور قایم ہوگیا ہے کہ اب انکا التقاء و اتصال محال ہے کیا قرآن شریف اس اختلاف کے مٹانے کا بھی ذمہ وار نہیں؟ اور کیا خبیر علیم خدا آگاہ نہ تہا کہ اسلام میں ایک خطرناک نزاع پیدا ہوگی۔ بیشک ایک مسلم مومن انسان کی طرح جو قرآن شریف کو کامل مکمل اور ہر اختلاف کا مٹانیوالا سمجھتا ہے میں ضرور یقین کرتا ہوں کہ اسکے لیئے بھی قرآن شریف حکم ہے۔ اور قرآن شریف سے بڑھکر کوئی کتاب ایسی نہیں ہوسکتی جو اس امر کیلیئے صاف اور صریح فیصلہ کرنے والی قرار دیجائے۔ دنیا میں جسقدر کتابیں اس بارہ میں تصنیف ہوئی ہیں کیا وہ کتاب الٰہی کے ہم پلہ ہیں؟ کیا قرآن کریم کیساتھ کسی پہلو میں موازنت کرسکتی ہیں؟ حاشا و کلا۔ کوئی مسلمان ہرگز ہرگز اس امر کو باور نہیں کرسکتا۔ تو پھر آؤ اس بھاری مقدمہ کو اس بے لاگ صادق مصدق آسمانی جج کے حضور میں پیش کریں۔

بقول شیعوں کے اس خیر القرون میں جسے اسلام نے تمام دنیا کیلیئے قیامت تک اسوۂ حسنہ

اور مقابل اقتدا نمونہ کہنے پر بجا فخر کیا ہے۔ دو فریق تھے۔ ایک فریق وہ تھا۔ جو ہر بات میں تقیہ کرنا ضروری
جانتا تھا۔ اور نامساعدۃ روزگار اور ضعف قلب کی وجہ سے کسی طرح بھی سچی ہو منانہ جرأت اور شجاعت
سے حق کو ظاہر نہیں کر سکتا تھا۔ اور نہ کسی امر حق کی اُس سے حمایت ہو سکتی تھی وہ فریق تقیہ کی آڑ
میں صرف اپنا محفوظ رہنا غنیمت سمجھتا تھا۔ یہ وہ لوگ تھے جن کے سردار حضرت علی شیر خدا مصداق لافتیٰ
تھے۔ اب ہر ایک عقلمند غور کر سکتا ہے کہ ایک ایسا گروہ جو جبن اور بزدلی کو اپنا فرض سمجھتا ہے اور کسی طرح اظہار
حق کی جرأت نہیں کر سکتا۔ اُنکی وساطت سے اگر کوئی مذہب یا روایت پہنچے تو وہ کہاں تک قابلِ وثوق
ہو سکتی ہے ؟ دوسری جماعت بقول شیعوں کے وہ لوگ تھے جن کی بات بات میں تجبر اور تکبر تھا۔ وہ
ہر امر میں مطلق العنان تھے۔ خدا انکی ترجیح کرتا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اُن سے دبتے۔ شیر خدا
خیبر شکن اُن سے سہمے رہتے۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار مسلمان اُنکے فوق [illegible] رعب کے مقابل دم نہ مارتے
جو چاہتے کہتے اور جو کچھ اُنکا ارادہ ہوتا کر گذرتے۔ وہ تھو[illegible] حضرت ا[illegible] حضرت
عمر فاروق اور اُنکی جماعت تھی۔ پہلی قسم کے لوگ معدودے چند تھے۔ اور دوسرا گروہ ایک لاکھ چوبیس
ہزار آدمی کے قریب تھا۔ پھر یہ آخر الذکر لوگ بقول شیعہ کے دنیا پرست مرتد اور منافق تھے اور محض
دنیا کے لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے گرد جمع ہو رہے تھے۔ اب خیال کرنا چاہیئے کہ جو روایت
اور داستان اس قماش کے لوگوں کے توسط سے ہم تک پہونچے وہ کہاں تک صدق اور حق پر مبنی ہو سکتی
ہے اور کیوں یہ احتمال بجا نہ ہوگا۔ کہ ہر روایت کو اُن لوگوں نے اپنی رنگ میں رنگین کر لیا ہوگا ؟ جب
روایات کا یہ حال ہے تو ہم اپنے حریف مقابل کو کہتے ہیں کہ وہ خدا تعالےٰ کو حاضر ناظر جان کر اور یوم الجزا
کو سامنے رکھکر اس کا جواب دے کہ قرآن شریف کے سوائے کوئی کتاب یا کوئی اور انسان حکم ہونے کا
استحقاق رکھ سکتا ہے ؟ جب دونوں فریقوں کی روایت کا یہ حال ہے کہ ایک تو تقیہ کر کے حق کو چھپانیوالا
اور دیدہ و دانستہ حق کے خلاف کہنے والا ہے اور دوسرا فریق بقول شیعوں کے جابر۔ غاصب۔ مرتد اور
منافق ہے تو ہم مجبور ہونگے کہ آخر قرآن کریم ہی کو سچا فیصلہ کرنیوالا مانیں اور در حقیقت وہی قول
فصل ہے جس پر کسی انسان کی دست درازی نہیں ہوئی اور جس پر کوئی شخص خواہش نفسانی سے تحریف
و تبدیل کا ہاتھ نہیں بڑھا سکا۔ اگرچہ بعض ناعاقبت اندیش شیعوں نے جو متعارف درجے کے احمق بھی
تھے قرآن کریم کی نسبت بھی پورا پورا اعتماد ظاہر نہیں کیا۔ لیکن ان معدودے چند بطالوں کو خود محققین علمائے شیعہ نے[1]

---

[1] صراط مستقیم میں جو شیعوں میں ایک معتبر تفسیر ہے زیر آیہ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون درج کر لکھا ہے

بڑے زور سے رد کیا ہے۔ انہوں نے قرآن کریم کی نسبت یہی فیصلہ کیا ہے کہ وہ تحریف و تبدیل سے محفوظ و مصئون ہے اور موجود بین الدفتین وہی ہے جو نبی امین پر نازل ہوا تھا۔ کمی بیشی کو اسمیں مطلق دخل نہیں لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ تنزیل من حکیم حمید۔

جب یہ بات ثابت ہو چکی کہ صرف قرآن کریم ہی ہر امر میں جج ہونیکا منصب رکھتا ہے اور اسی کا فیصلہ ناطق اور قطعی سمجھنے کے لائق ہے۔ اور فریقین (شیعہ۔ سنی) صرف قرآن کریم کا فیصلہ ماننے پر مجبور ہو سکتے ہیں اور وہی وہ دونوں فریقوں میں متفق علیہ کتاب ہے۔ تو اب یہ دیکھنا چاہیئے کہ قرآن کریم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سچے پیروؤں کیلیئے یا جن لوگوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی برکات سے حصہ لیا انکے لئے کیا نشان قرار دیئے ہیں۔ قرآن کریم نے جو زندہ فیضان اور ابدی انعام اور مخلد برکات مقرر کی ہیں اُنکی علامتیں کیا ہیں اور وہ کن لوگوں میں پائی جاتی ہیں۔ اُس خوفناک [illegible] دور کو۔ جبکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ میں تھے اُسوقت تمام قوم کی [illegible] اس بات پر تُلے ہوئے تھے کہ جس طرح ہو سکے آپکو نیست و نابود کیا جائے۔ اگرچہ کیسی [illegible] تدبیریں کیں۔ وقت نہیں۔ کہ مفصل بیان کروں۔ بہر حال کوئی کوشش نہیں جو ایک ہتھیار بند جری اور شجاع اور کینہ توز قوم کر سکتی ہے۔ جو اُنہوں نے اس نبی اُمّی بیکس بے بس

۱ے انا لہ الحافظون من التحریف والتبدیل والزیادۃ والنقصان۔ یعنی ہم حافظ ہیں تحریف اور تبدیل اور زیادتی اور کمی سے حدیقہ سلطانی میں ہے نقلاً عن مجمع البیان فی تفسیر انا لہ لحافظون۔ والزیادۃ فی القرآن بطلانہا مجمع علیہ و اما النقصان فرواہ قوم من اصحابنا وبعض الحشویۃ من العامۃ والاصح خلافہ کما نص بہ سید المرتضےٰ قاضی نور اللہ شوستری کی کتاب مصائب النواصب میں لکھا ہے جو لوگ ہماری طرف نسبت کرتے ہیں کہ شیعہ قایل ہیں اس بات کے کہ قرآن میں کچھ تغیر ہوا۔ سو یہ قول جمہور امامیہ کا نہیں۔ اسکے قایل گروہ قلیل ہیں جن کا اعتبار نہیں۔ شیخ صدوق ابو جعفر محمد بن علی بابویہ رسالہ اعتقادات میں لکھتے ہیں۔ ہمارا اعتقاد قرآن میں یہ ہے۔ کہ تحقیق قرآن جسکو اللہ تعالے نے اپنے پیغمبر پر نازل کیا وہی ہے جو دو دفتوں میں موجود ہے۔ اور وہی ہے جو لوگوں کے ہاتھ میں پایا جاتا ہے محمد بن حسن حر عاملی جو بڑا محدث شیعوں میں گذرا ہے لکھتا ہے ہر کسیکہ تتبع اخبار و تفحص تواریخ و آثار نمودہ بعلم یقینی میداند کہ قرآن در غایت و اعلے درجہ تواتر بودہ و آلاف صحابہ حفظ و نقل میکردند و آں در عہد رسول خدا مجموع مؤلف بود

بے سامان۔ بے زر۔ بے زور کی نسبت اُٹھا رکھی ہو۔ کئی برس تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
ہر ایک قسم کے تعلقات کو مسدود رکھا۔ یہانتک کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر وہ حالت
بھی آئی۔ کہ شعب ابی طالب میں مخفی ہیں اور چند صحابی رض ساتھ ہیں جو سب کے سب مصیبتوں کا نشانہ
بن رہے ہیں۔ بھوک اور پیاس کے مارے انکے زار نالے آسمان تک پہونچ رہے ہیں۔ مگر مکہ کے
قسی القلب لوگوں کے دل میں ذرا ترس نہیں۔ گذرنیوالے سنتے ہیں۔ مگر کوئی رحم نہیں کر سکتا۔
کیا ایسے وقت میں کوئی شخص قیاس کر سکتا تھا۔ کہ یہ رسول کوئی عظیم الشان آدمی ہوگا اور ایسا
شہنشاہ ہوگا۔ کہ جسکے سامنے قیصر و کسرٰے جیسے بادشاہوں کی گردنیں جھکیں گی۔ کوئی پولیٹیشن کوئی
قیافہ دان اور زمانہ کی کجدار و مریز کا پہچاننے والا بھی اسوقت ہرگز ایسا قیاس نہیں کر سکتا تھا۔ وہاں
تو اُن بیچاروں کو اپنی جان کے لالے پڑ رہے تھے۔ حکومت اور بادشاہت کے سرسبز میدانوں کو تصور
میں لانا کیونکر ممکن ہو سکتا تھا۔ غرض یہ ایک ایسا خطرناک نظارہ ہے کہ دنیا کی سب [illegible] اسکی
نظیر پیش نہیں کر سکتی۔ ایسے خوفناک وقت میں اگر کوئی شخص ایسے رسول پر ایمان لاوے اور اپنی
تمام مشہور و معروف جاہ و حشمت کو ترک کر کے قوم کے طعن کا نشانہ بنے اور ہر قسم کی ہلاکت کا عرضہ
بنکر اس قسم کے انسان کو تسلیم کرے تو کیا کہا جائیگا۔ کہ کسی طمع کی بنا پر اس شخص کو قبول کیا۔ عجیب
دل ہے جو ایسا قیاس کرے۔ اور سخت ہی سیاہ دل ہے جو ایسا خیال کرے۔ ہاں اگر ایسا ہوتا کہ اپنی
قوم کے لوگ جو وجاہت و ثقاہت اور جرأت میں مسلم تھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو قبول کر
لیتے تو دل خوش کن اُمیدوں اور استقبالی کامیابیوں کو ایک دنیا طلب کی رفاقت اور معیت ایمان
کی تحریک کا باعث قوی سمجھا جاتا۔ مگر وہ عزیز قوم تو اول المنکرین بلکہ اشد المؤذین بن گئی۔ ایسی کس مپرسی
حالت میں صدیق اکبرؓ نے پوری صداقت کے ساتھ اس جلیل الشان انسان کو قبول کیا۔ کیا اسلیے قبول کیا کہ آن
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی خفیہ وقت پر گرفتار کرا دی اور کیا اسلیے تسلیم کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
خفیہ کمیٹیوں کے پاس عرض کری۔ ایسا ہرگز نہیں بلکہ اس قبول کرنے سے صدیق اکبرؓ کی وہ وجاہت جو قوم میں مسلم تھی
یک لخت جاتی رہی تاریخ کے پڑھنے والے جانتے ہیں۔ کہ حضرت صدیق اکبر قبل اس کے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کیخدمت بابرکت میں حاضر ہوں اپنی قوم میں ذی وجاہت اور مرجع خاص و عام تھے۔
اور ایسے شخص تھے۔ کہ قریش کے بڑے بڑے اہم معاملات اور بیرونی تعلقات کے بھگتانے کیلئے
وہ ایک بڑا ذریعہ اور سفیر تھے۔ ولیم میور نے اپنی کتاب اینلس آف دی اولی کیلیفیٹ (تاریخ
خلفائے راشدین) میں جناب صدیق کی نسبت ایک قابلِ غور فقرہ لکھا ہے جس سے میرے اس

بیان کی شہادت نکلتی ہے اور وہ یہ ہے "جب میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کیطرف غور کرتا ہوں جو بڑا دانا ذی فہم
معاملات دُنیا کے پُرپیچ حالات سے واقف تھا۔ اور اپنی قوم میں سب سے زیرک تہا۔ اور پھر اس شخص
کی صاف عقیدت۔ سچی اور بے ریا ارادت کو دیکھتا ہوں۔ جو اس کو رسول عربی کی نسبت تھی تو
خواہ مخواہ مجھے شک پڑتا ہے کہ رسول عربی کا دعوے شاید صحیح ہو۔" حاصل یہی ہے گو الفاظ اور
ہوں۔ اللہ اللہ! حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا اعلے درجہ کا ذی ثروت اور ذی وجاہت ہونا اور
اُس بیکسی کی حالت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پور امخلصانہ تعلق پیدا کرنا ایک ایسے
مسلم دشمن رسول کو مجبور یا مذبذب کر رہا ہے کہ رسول خدا کو اپنے دعوے نبوت میں منصوبہ باز اور
مفتری نہ سمجھے۔ اسلیئے کہ بقول میور کے اگر نعوذ باللہ آنحضرت صلعم اپنے دعوے میں کاذب ہوتے تو
ایسا ذی وجاہت شخص اُنپر ایمان لاکر اپنی سابقہ عزت و وجاہت کو بھی خاک میں ملاتا۔ حاصل
[illegible] میور باوجود عیسائی ہونیکے حضرت صدیق اکبر رضی کی عظمت اور سچی عقیدت کا صاف
اعتراف کرتے ہیں۔ اور نہ صرف اعتراف بلکہ نبی عربی کی نبوت کی صداقت کا اُسے ایک نشان اور
معیار قرار دیتے ہیں۔ افسوس ہماری مخالفین شیعہ کے حال پر جو ایسے کھلے کھلے اور روشن آیات سے

سلہ پھر ایک دوسری کتاب میں لکھتے ہیں۔ آپکی طینت میں ہمدردی اور حلم مخمر تہا۔ مگر امور مہمہ کے پیش آنے پر بڑے ذی عزم تھے
جذبات اور اشتعال آپکی حرکات میں کبھی دخل نہیں پاسکتے تھے۔ آپ کے ساتھ ہمیشہ آپکی دانش اور بردبار استقامت رہنما رہتی
آپ صادقانہ تعلق اور غیر متغیر اخلاص سے جو آپکو اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کیساتھ تہا اُس وقت سے آجتک اسلام میں الصدیق
کے خطاب سے مخاطب کئے جاتے ہیں اور بڑے رقیق القلب اور رحیم ہونیکی وجہ سے آپکو الاواہ بھی کہتے ہیں۔ ابوبکر صدیق
تجارت میں پورے ماہر ہوشیار اور کامیاب تھے اور اخراجات میں ایسے میانہ رو تھے کہ جب آپ مسلمان ہوئے آپکے پاس
چالیس ہزار درہم تھے آپ فیاضی میں بینظیر اور خیرات مبرات میں انتھک تھے۔ بہت سا حصہ آپکی جائداد کا اُن غلاموں کی خریداری میں صرف
ہوا جنہیں اہل مکہ بوجہ مسلمان ہوجانیکے ایذا دیتے تھے چنانچہ جب آپنے اپنے نبی کے ساتھ ہجرت کی اُسوقت آپکے پاس صرف پانچہزار
درہم تھے۔ آپ قریش کی تواریخ سے غیر معمولی طور پر واقف تھے۔ چنانچہ قریش معاملات الانساب میں انہی کیطرف اشارہ کرتے۔
آپکے فیصلہ میں پوری بردباری اور بے طرفداری ہوتی۔ آپکی طرز گفتگو اور طریق سلوک دلکش تہا۔ اسی وجہ سے قریش
آپ سے استشارت و استصواب کے بڑے خواہاں رہتے اور آپ تمام شہر میں ہردل عزیز تھے۔ ڈاکٹر سپرنگر کے اس
قول سے میں پورا متفق ہوں کہ پیغمبر اسلام صلعم پر ابوبکر رضی کا ایمان لانا بڑا عظیم ثبوت اس امر کا ہے کہ پیغمبر صاحب اپنے مشن کے آغاز
میں خالص صادق تھے۔ (ولیم میور کی لائف آف محمد صلے اللہ علیہ وسلم جلد دوم صفحہ ۱۰۲ و ۱۰۳ مع نوٹ)

دانستہ آنکھ بند کر رہے ہیں۔ ایسی ہی اوقات میں حضرت صدیق کے وجود میں قرآن کریم کی وہ زبردست پیشگوئی پوری ہوئی جو اس آیہ شریفہ میں ہے۔ وقال رجل مومن من آل فرعون یکتم ایمانہ اتقتلون رجلاً ان یقول ربی اللہ وقد جاءکم بالبینات من ربکم الآیہ۔ یعنی فرعون کے متعلقین میں سے ایک مومن نے جو ہنوز ایمان کو پوشیدہ رکہتا تہا۔ موسے کے دشمنوں سے کہا تم ایک آدمی کو اس جرم پر قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ اللہ میرا رب ہے۔ یعنی بمقابلہ تمہاری مادی دنیوی علوم کے میں دبستان الٰہی کا تعلیم یافتہ ہوں اور اس پاک تعلیم اور صادق دعوے کی تائید میں تمہیں اس نے کھلے نشان بھی دکہائے ہیں اگر یہ اتنا بڑا دعوے کر نہیں کہ میں خدا کا شاگرد ہوں اور علوم حقہ کا مخزن ہوں جہوٹا ہی۔ تو عنقریب میدان مقابلہ میں اسکا پردہ کھلجائیگا اور یہ جہوٹ اسکا نام ونشان مٹا ڈالے گا اور اگر اپنے دعوے میں سچا ہے تو اس پیشگوئیوں کے بعض حصے تمہاری نسبت پورے ہو کر رہینگے۔ تمہیں اسکے خون سے ہاتھ رنگین کرنے اور اسکے قتل کے جرم کا داغ اوڑھنے کیا حاجت۔ یہ تو بڑا پکا قاعدہ ہی کہ الوہیت کی غیرت اسکے نام پر افترا کرنے والے اپنی حد سے نکلنے والے اور جہوٹی شیخی مارنیوالے کو کبھی کامیابی کا موہنہ دیکھنے نہیں دیتی۔ تواتر قومی اور دوست دشمن کی تاریخ کہتی ہے کہ یہ نظارہ مکہ میں ابوبکر صدیق کی جان نثاری اور مخلصانہ طرفداری نے دکہایا۔ اگر کوئی تعصب کا مارا ہوا بخل بجائے صدیقؓ کو اس کا مصداق قرار دینا نہیں چاہتا تو کسی اور مرد خدا کو آپ کے قائم مقام پیش کرے۔ یہاں یہ دال تو گلنے کی نہیں کہ حضرت خیبر شکن مشکلکشا، کو سامنے کرسکے اسلئے کہ مکہ کے اکہاڑے میں آپکو دنگل میں نکلنے کے دست وبازو دیئے نہیں گئے تھے۔ اور نوعمری ہنوز مقتضی تھی۔ کہ آپ معصوم ایمان کی چادر میں مُنہ سر لپیٹے ہیں اور ان آیات کا محل ومصداق پیدا کرنا ضروری ہی اس لئے کہ سورہ مومن کی یہ آیات موسوی رنگ میں مثیل موسے (علے نبینا وعلیہ السلام) کے ایک دردناک واقعی کی خبر دیتی اور ایک عظیم الشان صداقت کو ظاہر کرتی ہیں۔ اور جیسی یہ سورہ شریفہ درحقیقت مکی ہے ضروری ہی کہ مکہ کے صالح فرزند پر بھی ایسا ہی جگر خراش صدمہ واقع ہوا ہو۔ وہ ہوا اور ایسے نازک وقت میں ابوبکر صدیقؓ نے دشمنوں کے خونخوار حملے کی کچھ بھی پروا نہ کر کے اس سنگدل فرعونی قوم کو وہی تبلیغ کی جو اس مرد مومن نے اسوقت فرعونی دربار میں کی تہی۔ عجیب بات یہ ہی کہ حضرت ابوبکرؓ کو اسلام کے ابوجہل اور فرعون اور جاہلیت کے ابوالحکم سے دوستانہ تعلق تہا جیسے ایک ذی وجاہت کو ذی وجاہت سے ہوا کرتا ہی۔ یہی تعلق اور وجاہت تہی جسنے تبلیغ کی جرأت بخشی ورنہ ایسے حق ناشنو سفاک گروہ کو چہوٹے چہوٹے جتہے اور تہوڑی دل گردہ کا

آدمی ایک بات بھی تو کہہ نہیں سکتا۔ ان آیات کے الفاظ میں غور کرنے سے حضرت صدیق کے
ایمان کی حقیقت کھلتی ہے۔ اور ایک خداشناس فہیم آدمی دنگ رہجاتا ہے کہ ایسے ابتدائی وقت میں
یہ کامل معرفت خدا کے خاص الہام وانعام کے سوا کیونکر حاصل ہو سکتی ہے کیا فراست حقہ صدیق کو
بخشی گئی تھی کہ وہ نہ صرف خود اس بات پر پختہ یقین کر بیٹھے کہ رسول کریم (صلے اللہ علیہ وسلم) خدا تعالے
کے تربیت یافتہ ہیں۔ بلکہ اس دلی بصیرت اور قوت ایمان نے انہیں مجمع کفار میں تبلیغ حق کرنے پر آمادہ
کر دیا۔ مکہ معظمہ میں تو حضرت رسالتمآب (صلے اللہ علیہ وسلم) طرح طرح کے فتنوں اور آزمائشوں کا نشانہ
بنے۔ اور بالاتفاق معجزات خرق عادات اور تائیدات بینہ ہنوز ایک وقت کا انتظار کر رہی تھیں تو
پھر وہ کونسی علامات وآیات تھیں جنہیں دیکھکر ایک مکی رئیس جو اہل کتاب نہ تھا اور اپنی سوسائٹی کے
لسانی علوم کے سوا اور کچھ نہ جانتا تھا۔ ایسی معرفت تامہ کی بات بولتا ہے کہ یہ داعی صفات کاملہ کی
[illegible] تربیت کردہ ہے۔ اور اسکے دعوے اور تحدیاں اور پیشگوئیاں جو تمہاری نسبت ہیں جسقدر خدا
[illegible] ضرور پوری ہو جائینگی۔ پھر میں کہتا ہوں۔ کہ وہ کیسی فراست حقہ اور قوت یقین تھی جسنے صدیق
کے دل میں میخ فولاد کیطرح گاڑ دیا۔ کہ مکہ کے فرعونیوں کا مصلح مسرف کذاب نہیں ہے یہی الفاظ اور یہ ایمان
اگر کوئی بدر کے بعد احزاب کے بعد اور قریظہ و بنی نظیر کے استیصال کے بعد بولتا اور ظاہر کرتا تو نکتہ بعد
الوقوع ہوتا۔ مگر ہنوز آگ دہک رہی ہے اور ایک شخص کو اس میں دھکیلنے کی سازشیں ہو رہی ہیں اور ہنوز
معلوم نہیں کہ نتیجہ کیا ہوتا ہے۔ ایسے حال میں اگر ملکہ نبوت کے مشابہ قوت حضرت ابوبکر میں نہیں تو وہ ایسی
پیشگوئی کس بل اور بوتے سے کرتے ہیں۔ یا یونہی کہدو کہ قرآن کریم کی متعلق پیشگوئی کی تصدیق اس قوت سے
کیونکر کرتے ہیں میرا کامل ایمان ہے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ جو شخص سلیم دل رکھتا اور خدا کی صفات اور
نبوات کی حقیقت میں غور کرنیکا ملکہ رکھتا ہے۔ مجھ سے متفق ہوگا۔ کہ خداوند علیم حکیم نے اسلام کی عظیم الشان
دعوت کے لئے حضرت صدیق کو داعی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تائید کرنیکو ازل میں چن لیا تھا۔ لہذا
ایک فوق العادہ ملکہ جو ملکہ نبوت کے قریب قریب ہوتا ضرور تھا کہ حضرت صدیق کو بھی عطا ہو اسلئے کہ
والذی جاء بالصدق وصدق بہ دونوں میں مناسبت قلبی کا ہونا ازبس ضروری ہے خدا کا
شکر ہے کہ مختلف واقعات نے ثابت کر دیا ہے کہ ان محب ومحبوب میں روحانی شدید مناسبت تھی اول اسکی
واقعہ تصدیق نے۔ دوسرے ہجرت کے خطرناک دن کی رفاقت نے۔ تیسرے حضرت خلیفۃ اللہ (صلے اللہ
علیہ وسلم) کی طرح اسلام کو سخت تزلزل کے بعد از سر نو زندہ کرنے اور استوار کر دینے نے پانچویں اپنے
محبوب ومقتدا (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے ہم پہلو سونے نے چھٹے حضور رسالتمآب (صلے اللہ علیہ وسلم) پر

جو ان شرفا میں سب سے اوّل ایمان لانے نے۔ حضرات اہل تشیع۔ خدا کے لئے ان امور میں غور کرو کہ آیا یہ مناسبات بڑے لطیفے اور کھینچ تان کر بنائی ہوئی تسویلیں ہیں یا خدا کا کلام اور اس کا کام اور حضرت رسالت پناہ (علیہ الصلوۃ والسلام) کی عملی زندگی ان مناسبات کے سچے گواہ اور مؤید ہیں میں اعتراف کرتا ہوں اور سب سے پہلے اس بات پر ایمان لاتا ہوں کہ قرآن کریم جیسے تمام مومنین صالحین کی مدح و تمجید سے بھرا ہوا ہے۔ اسی رنگ میں جناب مرتضےٰ علیہ السّلام کی مدح میں بھی بالفصیح لسان ناطق ہے اور ان برگزیدوں کے ہمرنگ اتباع قیامت تک اُن پاک آیات کے مصداق ٹھہرائے جائینگے مگر حق اور انصاف اس اقرار پر مجبور کرتا ہے کہ مخصوصاً و صریحاً رسالت و نبوت کی تثلیث کی شکل میں جو شخص محمود و مفصل و منود کتاب اللہ میں مذکور و مسطور ہے وہ حضرت ابوبکر صدیق ہیں۔ میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ جسکی قسم کھا کر جھوٹ بولنا ملعونوں کا کام ہے کہ میں نے خوف خدا اور تقویٰ اللہ کو مدنظر رکھکر مدتوں اس بحر میں غوطہ زنی کی ہے۔ اور آخر میں اس نتیجہ حقہ پر پہنچا ہوں کہ حضرات اہل تشیع کا جناب علی علیہ السلام کو مخصوصاً قرآن کریم کی عامۃ الورود آیات کا مورد و مصداق ٹھہرانے کی کوشش کرنا ذرہ بر بھی اس سے زیادہ قابل قدر نہیں جیسے نصرانیوں نے حضرت ابن مریم علیہ السّلام کو توریت کی عظیم الشان پیشگوئیوں کا مصداق بنانے کے لئے ہاتھ پاؤں مارے ہیں۔ جو کچھ تو پہلے ہی اَور مومنین کے حق میں پوری ہو چکیں اور کچھ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے وجود باجود پر برابر آتی ہیں اور حضرت یسوع کا اُن میں کچھ بھی حصہ نہیں۔ آہ صد آہ۔ کیا کروں کہ یہ صاف اور سچی باتیں ان کے دل میں ڈالوں۔ ایک ہی ہے جو دلوں کو بدل سکتا اور قبول حق کے لئے جب چاہے سینوں کو کھول سکتا ہے میں دیکھتا ہوں کہ میرے دل میں اس قوم کی غلطیوں کی اصلاح کیلئے فوق العادۃ جوش اور نور ڈالا گیا ہے اور میں اپنے قلم کو اُن کے حق میں ابر رحمت یقین کرتا ہوں کیونکہ میں اس راہ میں بحمد اللہ اوّل الموفقین ہوں جیسے خداوند کریم نے باطل کی تردید اور حق کی تائید میں نئی اور جلد منزل تک پہنچا دینے والی راہ بتائی۔ فللہ الحمد۔

دوسرا وقت حضرت صدیق کے جوہر ایمان کے پرکھنے کا وہ کپکپا دینے والا وقت ہے۔ جب حق ناشناس قریش نے اس کریم انسان صلعم کی نسبت آخری کوشش کی کہ آپکو قتل کرکے آئے دن کا جھگڑا فیصل کریں اور جسکا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں صاف طور پر اسطرح بیان کیا ہے۔

واذ یمکر بك الذین کفروا لیثبتوك او یقتلوك او یخرجوك ویمکرون ویمکر اللہ واللہ خیر الماکرین

اور جب کفار تیرے خلاف منصوبہ بازیاں کر رہے تھے کہ تجھے قید کرلیں یا قتل کردیں یا وطن سے نکالدیں اور وہ بُرے منصوبے گانٹھ رہے تھے اور خدا بھی اپنی تدبیر میں

مصروف تہا۔ اور خدا کی تدبیر سب پر غالب آجایا کرتی ہے۔

واذ یمکر بک اس سے پہلے آغاز رکوع میں اللہ تعالیٰ مومنوں کو فرماتا ہی۔ کہ اگر تم تقوی اللہ اختیار کروگے تو ہم تمہیں فرقان یعنی لعدائے ملت پر نمایاں فتح عنایت کرینگے اور کفار کی ستیز و آویز اور اُن کی ایذاؤں اور مکائد سے تمہیں نجات بخشینگے۔ اور اس اپنی مستمرہ عادت کے ثبوت میں کہ وہ ہمیشہ سے متقین کا ناصر و مولٰے ہے امام المتقین سید المحسنین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا محض تقوی اللہ کی وساطت سے نجات پانا بیان فرماتا ہی۔ کہ یاد کر جبکہ تیری نسبت کافروں نے منصوبہ باندھا کہ تجھے قید کر دیں یا وطن سے نکالدیں یا ہلاک ہی کر دیں وہ تیرے قتل کے لئے منصوبہ بازیاں اور جان توڑ کوششیں کر رہے تھے اور ہم تیرے بچاؤ کی تدبیر کر رہے تھے اور آخر ہم ہی جیت گئے تیرا بال بھی بیکا نہ ہوا۔ عقلمندوں اور تجربہ کاروں نے ایک مثل بنائی ہوئی ہی۔ کہ دوست مصیبت کیوقت پہچانا جاتا ہے۔ اس سے زیادہ پُر آشوب طوفان ممکن ہو سکتا ہے؟ قوم میں خون آشام جوش پھیلا ہوا ہی حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا سر لانے پر بیش قرار انعام تجویز ہو چکا ہے۔ اب بھی وہ صادق انسان جو قیامت تک سچے محبوں۔ عاشقوں۔ مریدوں اور ناصران ملت کیلئے یگانہ نمونہ ٹھہر چکا ہے دل کی کشائش سے اپنے مظلوم محبوب و مولٰے کا ساتھ دینے کو تیار ہو گیا ہی۔ تا کہ اس مشہور مثل کی صداقت پر اپنے بے لوث مخلصانہ چال چلن سے مہر کر دے اور دکہا دے کہ وہ ہر خوفناک امتحان میں یکساں کامل اور مقبول نکل سکنے کا فخر رکھتا ہے۔ کیا ابوبکرؓ دیکھتے تھے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کسی عظیم الشان ملکیت یا جلد ہاتھ آجانے والی دولت اور تلافی مافات کرنیوالی حالت کیطرف جارہے ہیں۔ ابوبکر صدیقؓ دیکھتے تھے۔ کہ ساری دنیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہے۔ اور جان بچانیکی بھی کوئی سبیل نہیں۔ چہ جائیکہ امیدوں کیلئے بالنقد کوئی منظر ہو۔ اللہ اللہ!! ایسے نازک ترین وقت میں کس خوشی سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیتے ہیں۔ بال بچوں کی حفاظت کا کوئی سامان کیا ہے؟ کوئی خرچ تجویز کر گئے ہیں؟ کوئی بدرقہ مقرر کیا ہے؟ کوئی نہیں۔ الٰہی حفاظت پر سب کچھ چھوڑ کر اپنے ہادی اور مولٰے کے ساتھ چل دیتے ہیں۔ تدبّر کرنیوالے کے لئے یہ کچھ کم نشان ہے؟ اب یہ بیان ایسا ہے اور یہ واقعہ ایسا ہے کہ ظالم سیاہ دل مخالفین بھی اس سے انکار نہیں کر سکتے۔ ہاں ہمارے حریف حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ دینے کو تسلیم تو کرتے ہیں بلکہ گھبرا کر آخر یہ کہتے ہیں کہ ابوبکر اسلیئے آپ کے ساتھ ہوئے تھے کہ موقع پاکر آپ کو گرفتار کرادیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی اسلیئے انکو ساتھ لیگئے تھے۔ کہ کفار کو آپکا پتہ نہ بتادیں۔ یہ ایسا خیال ہے کہ اس سے زیادہ ایک سلیم الفطرت کو

مکروہ اور ناپاک تصور میں نہیں آسکتا۔ غار ثور مکہ سے کوئی دُور نہیں تھی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس میں تین روز رہے کیا صدیق اکبر کو اس اثنا میں موقع نہ ملا کہ کفار کو اطلاع دیدیں یا خود گرفتار کرلیں ؟* کیا رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم غار ثور میں کبھی سوئے نہیں ہونگے جو صدیق اکبر موقع پاکر نکل آتے اور کفار کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا پتا بتادیتے۔ لوگ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ڈھونڈھ ہی رہے تھے اور چاروں طرف تلاش اور تجسس کے گھوڑے دوڑا رہے تھے۔ اگر حضرت ابوبکر رض منافق تھے تو وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس سے موقعہ پاکر اور دفعۃً بھاگ کر آسکتے اور کفار کا غار ثور کا پتا بتا سکتے تھے۔ دیکھو! شیعوں کے اس ناپاک افترا کو واقعات صریحاً جھٹلا رہے ہیں۔ الغرض حضرت صدیق رض کی رفاقت اور آخری نتائج نے جو ظاہر ہوئے صاف ثابت کردیا ہے کہ صدیق اکبر رض مخلص دوست اور سچے جان نثار تھے کہ دنیا کی تاریخ میں اسکی نظیر نہیں ملتی۔ اور سب سے بڑی بات اور قابل فخر امر یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے بھی اس واقعہ کو نصرتِ دین ا[illegible] امن کا سبق سیکھنے والوں کے لئے نمونہ ٹھہرایا ہے۔

الا تنصروہ فقد نصرہ اللہ اذ اخرجہ الذین کفروا ثانی اثنین اذ ھما فی الغار۔ اذ یقول لصاحبہ لا تحزن ط ان اللہ معنا ط

اگر تم اسکو نصرت نہ دوگے تو کچھ پروا نہیں خدا اسکا ناصر ہے، جو اسکو پہلے بھی بڑی نصرت دے چکا ہے جبکہ اس کو کفار نے مکہ سے نکالدیا۔ وہ دوسرا تھا۔ دو میں کا۔ جبکہ وہ اپنے رفیق سے کہہ رہا تھا کہ حزین و غمگین نہ ہو۔ یقیناً اللہ تعالےٰ ہمارے ساتھ ہے۔

یہ آیت مدینہ شریفہ میں اُتری ہے جبکہ مخالفوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خلاف سخت منصوبے

---

* اس میں رسد رسانی بھی تو جناب صدیقؓ ہی کے خدام کے سپرد تھی۔

ف۔ یہ آیتیں سورہ براۃ کی ہیں اسوقت رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا مقام قابل غور ہے۔ ایک وہ وقت تہا کہ اعلائے کلمۃ اللہ کی خاطر مکہ معظمہ میں ناگفتنی مصائب اور اذیتیں اُٹھاتے۔ ایک ایک سے بڑی منت اور التجا کرکے صرف اتنا ہی چاہتے کہ وہ آپکی ایک بات ہی سننی گوارا کرے۔ اس لاشریک یکتا ذات پاک کے گھر کو جسے ایک مومن حنیف نے صرف اس کی عبادت کے لئے مخصوص کیا تہا۔ تین سو ساٹھ بت کے تصرف میں دیکھکر کڑھتے۔ آج وہ وقت ہے کہ ایک مقتدر بادشاہ اور یگانہ بااختیار مالک کی طرح حکم دیتے ہیں کہ وہ سرزمین جھوٹے دعویداروں۔ نابکار غاصبوں۔ نجس فاسقوں اور انکے

باندھے اور متواتر فوج کشی کر کے چاہا کہ اسلام کو نیست و نابود کر دیں۔ شام کے رؤسا نے شاہ روم کو

اصنام داوثان کی رجس سے خالی اور پاک صاف کیجائے۔ اگر ایک دہریہ یا میٹیریلیسٹ غور کرنیوالا
دل لیکر ہماری ہادی جلیل کے تمام کی واقعات یعنے آپکی سخت قابل رحم حالت اور مادہ پرست
اسباب بین نگاہ میں کامیابی کی کوئی بھی اُمید نہ دلانیوالی زندگی کا مطالعہ کرتا اس زریں ورق تک
پہونچے جو آپ کی مدنی لائف کے اس فوق العادۃ کامیاب حصے نے پیش کیا ہی تو وہ اس ساری
کارروائی میں اس غیب الغیب عزیز حکیم ہستی کا بہت کھلا کھلا ہاتھ اور صاف چمکتا ہوا وجود یقین
کرنے پر شرح صدر سے مائل ہوگا۔ سورہ براءۃ اُس پر شجاعت تبلیغ اور صدع بالامر کا اظہار کرتی ہی۔ کہ
جسے سوچ سمجھکر ایک شخص جو انسانی دل کی کیفیات کو پڑھنے اور غور کرنے سے دلچسپی رکھتا ہے۔
بے اختیار مان لیتا ہی کہ یہ خود خداوند قادر مطلق کا کام ہے اور لاریب اُس علام الغیوب کا کلام ہی کیا
یہ اس ضعیف اور ناتواں انسان کے دل و دماغ اور خود تراشیدہ منصوبہ کا نتیجہ ہو سکتا ہی جو اس بڑے
پُر سطوت و باشان مگر رعب سے کانپنے والے سفیر کو تسلی دیتا اور یہ سچی بات کہکر مطمئن کرنا چاہتا ہی
کہ تو مجھ سے کیوں ڈرتا ہی میں تو ایک ایسی بڑھیا کا بیٹا ہوں جو باسی گوشت کھایا کرتی تھی۔ الحاصل
یہ سورہ شریفہ دکھاتی ہے کہ جناب بشیر نذیر صلے اللہ علیہ وسلم امر تبلیغی میں لانظیر شجاعت رکھتے
اور آپنے اپنی ساری زندگی میں اور خصوصاً اس پُر جلالت سورہ کی تبلیغ میں عملاً ثابت کیا ہی کہ آپنے
قرآن کریم کے اس قول ثقیل (یا ایھا النبی بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم
تفعل فما بلغت رسالتہ) کی پوری تعمیل فرمائی ہی۔ اس سورۃ کے مختلف مقاموں سے (ام
حسبتم ان تترکوا الآیہ) ۔ (الذین آمنوا وھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ باموالھم الآیہ)
(یا یھا الذین آمنوا لا تتخذوا آباءکم واخوانکم اولیاء الآیہ) صاف ثابت ہوتا ہی۔ کہ
اللہ تعالی مسلمانوں کو آیندہ بڑی آزمایشوں اور امتحانوں میں ڈال کر صادق اور کاذب اور مومن اور
منافق میں بین فرق دکھانا چاہتا ہی۔ باپ۔ دادوں۔ بھائیوں۔ بیٹوں۔ بیبیوں۔ قبیلوں اور تمام
محبوب و مرغوب چیزوں کو محض اللہ تعالی کی خاطر چھوڑ کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے علم
اطاعت کے نیچے جمع ہونا بہت بڑا امتحان ہی۔ جن لوگوں نے یہ سب کچھ چھوڑا اور پھر سب کچھ جوڑ اجڑایا
راہ خدا میں خرچ کیا اللہ تعالے کے ہاں سے انہیں سرٹفکیٹ عطا ہوتا ہی۔ اعظم درجۃ عند اللہ
واولئک ھم الفائزون یعنے وہی اس امتحان میں پاس ہوئے پھر اس کامیابی کا ثمرہ یوں بیان

آنحضرت پر چڑھا لانا چاہا۔ ایسی حالت میں بعضے کچے مومن اور منافق کفار کا مقابلہ کرنے سے پیچھے ہٹ گئے۔

فرمایا یبشرھم ربھم برحمۃ منہ ورضوان وجنت لھم فیھا نعیم مقیم خالدین فیھا ابداً ان اللہ عندہ اجر عظیم۔ یعنی اس تمام محنت شاقہ کے عوض میں آقائے محسن قدر دان کی طرف سے ان کو رحمت اور خوشنودی مزاج اور دائمی آرام کی خوشخبری ہے۔ خالدین فیھا اور یہ آرام دائمی اور خوشنودی مزاج اور رحمت یعنی سند اعمال صالح بجالانے اور انپر خوشنودی خدا ہی کے مستحق ہونیکی توفیق اُن سے کبھی بھی چھینی نہ جائیگی۔ یہ آیت اور اسی قسم کی صدہا آیتیں جن میں سے بعض لکچر میں بیان ہوئی ہیں صاف ظاہر کرتی ہیں کہ اس قسم کے پاس شدہ مومنین یعنی جنہوں نے خدا تعالےٰ اور اس کے صادق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر اپنی تمام مالوفات ومحبوبات سے ہجرت کی اور رسول اکرم کے حضور میں دینی ضرورتوں کے پیش آنے پر مال اور جان کے پیش کرنے اور خرچ کر ڈالنے سے کبھی دریغ نہ کیا۔ وطن میں (مکہ) آرام سے بیٹھے ہیں۔ قوم میں مسلم محترم اور معزز ہیں۔ تجارت اور اسباب تمول میں معروف مشہور ہیں مگر خدا تعالےٰ کے لیئے اس کے برگزیدہ رسول کا ساتھ دیکر سبھی کچھ کھو بیٹھے ہیں۔ ایسے مومن یقیناً رضائے الٰہی کے اس عالی مقام پر پہنچ گئے ہیں اور وہ پکی سند حاصل کر چکے ہیں کہ آیندہ کبھی بھی اس سے مخذول ومحروم نہ ہونگے۔ یعنے جیسے اسوقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں آپکے روبرو آپ کے ہر کام میں معین ہیں۔ ناصر ہیں۔ منفق فی سبیل اللہ ہیں۔ مومن ہیں۔ صادق ہیں۔ صدیق ہیں اور بالآخر مبشر ما بجنہ ہیں۔ اسی طرح آپ کی وفات کے بعد بھی رہینگے اور اسی پر اُن کی زندگی کا دَور بھی ختم ہوگا۔

یہاں تک تو خدا تعالےٰ عزاسمہٗ نے ایمان۔ ہجرت۔ جہاد اور نصرت دین اور تائید رسول کے فوائد اور اُن کے نتائج بیان فرمائے ہیں اور کسی خاص شخص اور قوم کو الفاظ قرآنی میں خصوصاً مخاطب کرنے کے بغیر ایک عام ترغیب اور ترہیب اُن اعمال حسنہ کی بجا آوری اور ان کے ترک کی نسبت فرمائی ہے مگر اس سے آگے ان سب امور کیلیئے جو دین وملت کی جان ہیں ایک معین مبین اور معروف ومحدود راہ ایک خاص ممتاز اور اول درجہ پر پاس شدہ اور پکی سند پائے ہوئے انسان کا نشان بیان فرماتا ہے اور اسوقت سے قیامت تک صرف صرف واللہ العظیم الکریم ثم باللہ العلیم الخبیر صرف صرف اسی جان باز ناصر کو ایسے صفات کے موصوف جماعت کا محرک اُسوہ اور قابل افتخار نمونہ ٹھیراتا ہے چنانچہ فرماتا ہے۔ یاایھا الذین امنوا ما لکم اذا قیل لکم انفروا فی سبیل اللہ

اسپر اللہ تعالیٰ ایک عظیم الشان نصرت کی طرف اشارہ کرتا ہی کہ اگر تم اس رسول کی نصرت نہ کروگے تو

اثاقلتم الی الارض ارضیتم بالحیوۃ الدنیا من الاخرۃ فما متاع الحیوۃ الدنیا
فی الاخرۃ الا قلیل - الا تنفروا یعذبکم عذابا الیما ویستبدل قوما غیرکم
ولا تضروہ شیئا واللہ علی کل شئ قدیر - الا تنصروہ فقد نصرہ اللہ
الآیہ - ترجمہ - اے وہ لوگو جو ایمان کا دعوے کرتے ہو سبب کیا ہے کہ جب تمہیں اللہ کی راہ میں تائید
دین کے لئے نکلنے کو کہا جائے تم اُٹھ نہ سکنے والے بوجھل آدمی کی طرح زمین سے لگے جاتے ہو کیا تم آخرت کو
چھوڑ دُنیوی زندگی پر خوش ہو جس کی آخرت کے مقابلہ میں کوئی بھی حقیقت نہیں - اگر تم نہ نکلے تو اللہ
تمکو سخت سزا دیگا اور تمہارے بدلے اَور لوگ پیدا کر دیگا - اور تم اس کا کچھ بھی بگاڑ نہ سکوگے اللہ تعالیٰ
تمہیں ہلاک کرنے اور نئی جان نثار اور مجاہد قوم پیدا کرنے پر قادر ہی اگر تم اس رسول کی مدد نہ کروگے
تو اللہ ضرور اسکی مدد کریگا - اور یقیناً کریگا - چنانچہ اس سے پہلے وہ اپنی نصرت اور مدد کا ثبوت دے چکا ہے
اور ایسے خوفناک وقت میں دے چکا ہی جب ناقدر شناس قوم نے اسکو مکہ سے نکلنے پر مجبور کیا پھر ایسے زہرہ گداز
مرد آزما سفر میں اللہ نے اسے تنہا بھٹکتا نہیں چھوڑا بلکہ ایک سچے انیس و مونس اور جاں باز رفیق طریق کو اسکے
ساتھ کر دیا جب وہ دونوں تنگ و تاریک غار میں پناہ گزین ہوئے وہ رفیق اپنی مصیبت، فراق اہل بیت اور
مہاجرت وطن اور ایذائے اعداء کی ذرا بھی پرواہ نہ کرکے اپنے محبوب و مولیٰ اور مرشد و آقا کیلئے یعقوب
علیہ السلام کیطرح حزین ہی کہ کہیں میرے اس پیارے کو کوئی صدمہ نہ پہنچ جائے اور میری جان چاہے اس
راہ میں فدا ہو جائے وہ قدر دان مولیٰ سید الشاکرین صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ معنا کہکر اس
خدائی مخلص کو تسلی دیتا ہی اور معنا میں وحی الٰہی یہ خبر دیتی ہی کہ اللہ تعالیٰ کے اثبات استحقاق
الوہیت اور ابطال عبادت غیر اللہ کیخاطر ان دونوں یکساں خطرے میں پڑے ہوئے رفیقوں کا سلامت
رہنا اور یکے بعد دیگرے بلافصل مقتدر شہنشاہ اور مالک رقاب امم بننا ضروری ہی اور فی الحقیقت اس
وحی الغیب کے مطابق عملاً بھی ہوا چنانچہ پہلا کفر کا جوش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے اور دوسرا
گر دیا ہی ارتداد کا فتنہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے نیست و نابود ہو کر باقی دو دستگیر پھیکے
اور تمام عالم کے مومنین کیلئے قیامت تک حق کی راہ صاف اور سیدھی کھل گئی - اے خوفناک بھیانک
غار تو جو ایک وقت سانپوں اور بچھوؤں اور درندوں کی ماند تھی اب تو تنگ و تاریک اور خوفناک
نہ کہلائی گئی - تو اب مبارک جگہ اور نورانی نشان ہو گئی نصرت اسی لئے کہ تجھ میں دو پاک نورانی وجود

اللہ تعالیٰ تو نصرت کریگا۔ دلیل یہ ہے کہ نصرت کا ثبوت تو آگے ہو چکا جبکہ چھوٹی نگاہ والوں کے نزدیک

مسکن گزین ہوئے بلکہ تو خود اپنی ذات میں بھی ایک درخشاں آیت اور نور مبین ہے اور تیرا یہ نور قیامت تک
ویسا ہی لازوال رہیگا اسلئے کہ تو اے مبارک غار ایک بڑی گھٹا ٹوپ تاریکی۔ ایک ظلم عظیم اور ایک عالم
کو برہم کرنیوالی نزاع کے پاش پاش کرنیوالی اور سچا فیصلہ کرنیوالی ہے تو جیسے اس صادق رحمۃ للعالمین
صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک نشان ہو ویسا ہی بلا کم وکاست اسکے حلقہ بگوش صدیق رضی اللہ
عنہ کی تصدق اور للہیت کا بھی نشان ہے۔ صدیوں پہلے نبوت کے طور پر تیرا نام ثور رکھا گیا
اسلئے کہ خدا تعالیٰ عالم الغیب کے وجود۔ علم اور قدرت پر اور اس کامل انسان کی صداقت پر بین دلیل
ہو جسکے لئے مقدر تہا کہ ایک بہاری فتنہ کے ثوران یعنی جوش زن ہونے کیوقت تجھ میں پناہ گزین
ہو کر اعدا کے شر سے محفوظ رہیگا۔ خدا تعالےٰ ایسا فضل کرے کہ جیسے تو نے ایک بڑے فتنہ اور شر کے
ہیجان کے وقت اُن دو برگزیدہ فراریوں کو پناہ دیکر ایک فیصلہ کر دیا۔ آجکے دن بھی جو چاروں طرف
بے تمیزی کا طوفان برپا ہو رہا ہے اور شر کے شرارے یوں اُڑ رہے ہیں جیسے کسی بڑے بہاری میگزین
کو آگ لگ جاتی ہو تو ایک کھلے کھلے فیصلہ اور حق کے واضح ہو جانیکا ذریعہ ہو۔ شریر بدباطن آج بلا سلطان
مبین اور برہان متین کے اللہ تعالےٰ اور اسکے ازل سے چنے ہوئے بندوں میں تفریق کرنا چاہتا ہے
ظالم ناہنجار اور ملعون سیاہ کار حاسد رقیب کی طرح ان دو محب و محبوب اور عاشق و معشوق میں جنہیں
معنا نے "من تو شدم تو من شدی" کا مصداق بنا دیا ہو اور اس معیت کی ہم کناری نے انکے امتیاز
تشخصی کو بھی مٹا ڈالا ہو۔ جدائی ڈلوانے اور حریف یکدیگر بنانیکی تاک میں لگ رہا ہو۔ ابن سبا
کے یادگار یاد رکہو۔ صدیق اور انکی جماعت کو خدا کی شہادت اور رسول امین کی روداد ڈگری دلا چکی ہے
اب بیٹھے سر پیٹا کرو۔ جف القلم بما ھو کائن۔ الغرض ان آیات سے ظاہر ہوتا ہو کہ خدا کی راہ میں
تائید دین کے لئے نکلنے کی تحریک پیدا کرنے کو جو بڑا محرک اور مسلم نمونہ تجویز کیا گیا ہو وہ صاحب الغار
(رضی اللہ عنہ) کا مبارک وجود ہو اور نیز ان آیات نے ڈنکے کی چوٹ سے ظاہر کر دیا ہو کہ اسوقت ایسے ہی
لوگ بھی جو اعلائے کلمۃ اللہ میں سستی اور غفلت کرتے۔ اور اس لئے سخت تنبیہ اور ملامت کے مستوجب
تھے مگر صاحب الغار رضی اللہ عنہ اور آپ کے ہم رنگ اصحاب خدا اور رسول کے نزدیک نصرت دین کا
قابل اقتدار نمونہ تھے۔ سب سے بڑی اور قابل توجہ بات یہ ہو کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سورہ شریفہ
کی تبلیغ کے لئے جناب علی رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا۔ یہ مسلم امر ہے کہ اس سے پہلے جناب صدیق رضی اللہ

ہرطرف ہلاکت کا منظر تھا۔ کافروں نے آپکو وطن سے نکال دیا اگرچہ عرفی اور قومی حقوق کے لحاظ سے

حضور علیہ الصلوۃ والسلام کیطرف سے ایسر قافلہ حجاج ہو کر گئے تھے اور آپ قریش میں ہر پہلو کے لحاظ سے موقر اور معزز ہی تھے مگر نوجوان علی رضی اللہ عنہ کا بھیجنا علاوہ اَور وجوہ کے ایک یہ بھی بڑی قوی اور اطمینان بخش وجہ رکھتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسوقت استنباط سے جو آپکو وحی اللہ (کلام اللہ) کی نسبت بھی معلوم کر لیا ہوگا۔ بلکہ میری روح تو صاف گواہی دیتی ہے کہ وحی الٰہی نے صاف آپکو ارشاد کیا ہوگا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زبان سے اُن تمام امور کا تبلیغ کرنا جن میں ایک اہم امر صاحب الغار رضی اللہ عنہ کو قیامت تک مومنین کیلئے پیروی کے قابل نمونہ ٹھیرانا اور آپ کا خلیفہ بلا فصل ہونا ظاہر کرنا تھا۔ مناسب اور ضرور ہے۔ سو خدا تعالیٰ عالم الغیب اور عزیز نے جیسا چاہا ویسا ہوا اس کی اندازہ کی ہوئی باتیں ٹل نہیں سکتیں۔ صدیق اکبر وہ سابقین مہاجرین اور معززین کے سردار بن گئے! رب العالمین کے رسول صلعم کے بلا فصل خلیفہ نکلے! قرآن مجید میں صاحب النبی صلعم اور اسوہ انصار دین ٹھہرائے گئے! کیا یہ سب انسان کی منصوبہ بازی اور خانہ ساز کمیٹیوں کا نتیجہ ہے مدبر بالارادہ اور متصرف الکل علیم حکیم عز اسمہ کے علم وقدرت پر سبقت کر کے آپنے منصب خلافت لے لیا؟ اور جری اللہ۔ نبی اللہ۔ صادع بالامر اور مبلغ حق علیہ الصلوۃ والسلام پر دباؤ ڈالکر قرآن میں مستثنیٰ طور پر بالتصریح اپنی فضیلت لکھوالی؟ کوئی رشید ہے جو ان سب باتوں میں خدا ترس دل سے غور کرے اور تعصب کے بے ایمان شیطان پر سارے دروازے بند کر کے خالی البال ہو کر ان میں فکر کرے!

ایک اَور قابل غور بات ہے۔ اُس خوفناک اور پُرفتن وقت میں جسے اللہ تعالےٰ نے اذ اخرجہ الذین کفروا کہکر یاد دلایا ہے۔ دو شخص ایسے نظر آتے ہیں جنکی جان نثاری اور ایثار کی طرف حیرت سے دیکھا جاتا ہے۔ ایک تو وہ شخص ہے جسنے اُن خونی حملہ آوروں کا اپنے تئیں بہت ہی قریب نشانہ بنانا چاہا وہ اپنی جان کی پرواہ نہ کر کے اس بستر پر لیٹ گیا جسے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے خون سے تر کرنے کیلئے وہ سفاک حملہ کرنیوالے تھے۔ دوسرا وہ شخص ہے جو رفیق طریق بنا۔ ایک رقیق دل اور محدود البصیرۃ تو بہت جلد قطعی رائے دینے کو تیار ہوگا۔ کہ پہلا شخص جان نثاری میں اپنی نظیر آپ ہی ہے۔ مگر حیرت تو یہ ہے۔ کہ خدائے علیم جسکے ہاتھ میں انسان کی کوششوں اور محنتوں کی بڑی مستقیم میزان ہے اس دوسرے جان نثار کا آپ اپنے کلام میں ذکر فرمانا منضبط فرماتا ہے اور انکو فضیلت کی کسی اَور پہلو پر سوچنے کیطرف توجہ دلاتا ہے عقلمندو بغور کرو۔ ایک شخص کو انسانی روایت۔ محرف مبدل تاریخ۔ اغراض کے دست مال افسانی ایک واقع کا ہیرو ثابت کرنے کی کوشش میں جانکاہ کیا ہے ہیں اور ایک شخص کو کلام خدا نے بزرگ اپنی صریح منطوق سے مرد میدان بنا رہا ہے۔ اب تم اپنے لئے آپ فیصلہ کرو!

ان کا حق نہ تہا۔ کہ آپ کو نکالتے۔ ان آیات سے یہود و نصارٰے پر بھی بڑی حجت ہی جو آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے جہادوں کو ظالمانہ لڑائیاں اسلام کی اشاعت کیلئے سمجھتے ہیں۔ مشرکین مکہ نے شہر بدر کیا۔
جلاوطن کیا اور اپنے مسلّم دستور کے برخلاف کیا اور ہر قسم کے جائز تمدنی اور ملکی حقوق اور منافع سے آپکو محروم کیا
سوچنے والا دل لیکر غور کرو کہ ایسے وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حزین اور غمگین دل کے لئے (جبکہ آپ
قومی حقوق سے بھی محروم ہو گئے ہیں اور پرلے درجہ کے دُکھ دیئے ہوئے اور ستائے ہوئے ہیں) اللہ تعالیٰ ایسے
انیس اور رفیق کو انتخاب کرنا پسند فرما سکتا تھا۔ جسکے دل میں ذرا بھی امانت۔ مروّت اور صداقت نہ تھی؛
تجربہ اور مشاہدہ کس طرف لیجاتا۔ اور واقعات مجریہ کس اعتراف پر مجبور کرتے ہیں کہ لا تحزن ان اللہ معنا
حزیں مت ہو اسلئے کہ اللہ ہمارے ساتھ ہی۔ اس قسم کے وعدے قرآن کے متفرق مقامات میں دیکھو۔ فرعون
جیسے جبار اور سرکش آدمی کے مقابل حضرت موسیٰ مضطرب ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ تسلی فرماتا ہی انا معکم
ہم تمہارے ساتھ ہیں کیا معیت کے یہ معنی ہیں کہ اُس میں بُرا ارادہ اور بُری مشیت مخفی ہوتی ہی اور کیا اللہ تعالیٰ
کی صفت جس کے ساتھ علم اور حکمت اور قدرت لازم ہیں۔ ایک منافق بزدل اور خبیث باطن آدمی کے
ساتھ ہو سکتی ہے صادق اور مصدق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے۔
کیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ابوبکر رضہ کو بزدل اور منافق سمجھکر ایسا فرما سکتے تھے کہ یقیناً اللہ میرے اور
تیرے ساتھ ہی میں نے جہانتک قرآن شریف میں تدبر کیا ہے۔ اور جہاں تک میری استطاعت فہم
قرآن تک رسائی رکھتی ہے میں نے اسم اللہ کو قرآن شریف میں وہاں مستعمل دیکھا ہے جبکہ قومیں رسول
اور رسالت کے مٹانے کے لئے جوش مارتی ہیں اور الوہیت اپنے بلاشرکت استحقاق کے نظام کے قیام
کے لئے رسالت کی نصرت ضروری سمجھتی ہے اسوقت اللہ تعالیٰ اپنے ذاتی نام اللہ کو جامع جمیع صفات کاملہ
ہے استعمال کرتا ہی جسکا مطلب یہ ہوتا ہی کہ وہ معبود جس کی صفات میں صفت قہر اور انتقام بھی داخل ہے،
دین حق کے خلاف اُٹھنے والوں اور نبوت کے دشمنوں کو پاش پاش کر دیگا۔ یہاں بھی اللہ تعالیٰ کا کوئی
اور اسم مذکور نہیں ہوا۔ اسکا ذاتی نام ہی آیا ہے گویا رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ گو بڑے
بڑے منصوبے اور مکاید ہمارے خلاف ہوں لیکن اللہ تعالیٰ اپنی جمیع صفات کاملہ کے ساتھ ہمارے ساتھ
ہے اور ضرور ضرور اسکی نصرت ہمارا ساتھ دیگی۔ کیا اس حالت میں وہ رفیق جو اپنے محبوب کیحالت دیکھکر
سخت کڑھتا ہے اور جس نے جان نثاری اور ایثار کی غیر مسبوق مثال قایم کی ہے اس معیت میں شامل
نہیں یقیناً ہے۔

میرا مقصد اس سارے بیان سے یہ ہے کہ خود اللہ تعالیٰ جل شانہ نے اُن لوگوں کے جنہوں نے

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا سچے دل اور اخلاص سے ساتھ دیا کیا نشان مقرر کیئے۔ اور پھر ایسے ساتھ دینے والوں کو کن کن برکات اور فیوض سے مستفیض کیا۔ اور کیا حضرت ابو بکرؓ میں وہ نشان پائے جاتے ہیں یا نہیں۔ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اُن برکات سے جو اللہ تعالےٰ نے سچے مخلصین کے لئے مقرر کی ہیں۔ اور اُن وعدوں سے جو خدا تعالےٰ نے ایسے لوگوں کے ساتھ کیئے۔ حصہ لیا یا نہیں۔ سو اس امر کے لئے قرآن شریف کی اس آیت کی طرف غور کرو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ والذین ھاجروا فی اللہ من بعد ما ظلموا لنبوئنھم فی الدنیا حسنۃ ولاجر الاخرۃ اکبر لو کانوا یعلمون۔ ترجمہ۔ جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں وطن چھوڑا اس کے بعد کہ اُن پر ظلم ہوا ہم ان کو ضرور ضرور دُنیا میں اچھا ٹھکانا دیں گے اور آخرت کا اجر تو بہت ہی بڑا ہے۔ کاش وہ جان لیں۔

اس آیت میں عجیب ثبوت ہے اس امر کا کہ جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں سچی نیت سے ہجرت کی۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے لئے وطن چھوڑا۔ ضرور ضرور اسی دنیا میں انہیں اس ترک وطن اور ترکِ جاہ کا نعم البدل ملا۔ اس عزت افزائی اور بندہ نوازی سے جسے ہر دشمن اور دوست آنکھ نے بالبداہت دیکھ لیا۔ اللہ تعالےٰ کا ارادہ یہ ہے کہ وعدہ کی کامل جانب کا جو آخرت کے متعلق غیر مرئی اور نظری ہے حسّی نظیر سے عالم کو یقین دلائے۔

اللہ تعالےٰ کی عادت یا قانون قدرت ہے کہ جو شخص اس کی راہ میں کچھ کھوئے اللہ تعالیٰ اسے اس تباہ کردہ شے سے مشابہ مگر اسکے حوصلہ سے بہت ہی زیادہ بقدر اپنے جود و کرم کے دیدیتا ہے کوئی شخص اللہ تعالےٰ کو نہیں کہہ سکتا کہ میں نے سچے دل سے محض تیری رضا کے لئے فلاں فلاں چیز کو کھویا اور اس کا اجر مجھے نہ ملا۔ انسان کی کوشش ہزاروں رنج اور دُکھ اس کی راہ میں جھیلے اُسکے اجر عظیم کے مقابل سر ملامت و خجلت اُونچا نہیں کر سکتی۔ اللہ تعالےٰ کا یہ قول فللہ الحجۃ البالغہ ہمیشہ پکارتا ہے۔ مال خرچ کرنیوالوں کی نسبت وعدہ مثل الذین ینفقون فی سبیل اللہ کمثل حبۃ الآیہ پڑھ لو اور جان دینے والوں کے حق میں لا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء کی بشارت دیکھ لو۔ یہی اللہ تعالیٰ کی عادت قدیمہ ہے اور یہی اخروی جزا کا یقینی اور قطعی ثبوت ہے۔ اس مسئلہ کو صاف طور پر صرف قرآن کریم نے دنیا میں ظاہر کیا اور اور کوئی کتاب

ف۔ قرآن شریف کو دیکھو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی قوم کی بُت پرستی سے سخت بیزار ہوگئے ہیں۔ اور کہتے

مسئلہ جزائے اعمال کے ثبوت سے بالوضاحت عہدہ آہنین ہو سکی۔ قرآن کریم نے ہی اس فلسفہ حقہ کا بین ثبوت دیا ہے۔ کہ جس شخص نے ارادت کے ساتھ اللہ کی راہ میں قدم اُٹھایا ہے اس دنیا میں وہ ضرور کامیاب ہوا ہے اور اس دوسرے عالم میں بھی دائمی سرور کا وارث ہوگا۔ جن لوگوں نے اللہ تعالےٰ کی راہ میں دنیا میں دُکھ اُٹھایا ہے اُنہیں سکھ دیکر اور جنہوں نے اللہ کی راہ میں کچھ کھویا۔ انہیں بہت کچھ اسی دنیا میں عطا فرماکر اس بات کا ثبوت دیا ہے کہ ضرور ضرور وہ مابعد الموت کے اخروی وعدوں کو بھی اسی طرح پورا کریگا۔ اس لئے کہ قرآن کریم کے وعدہ وعید دنیا اور آخرت کی دونوں حیثیں ساتھ ساتھ رکھتے ہیں جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات سے جناب رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کے حالات سے خدا تعالےٰ نے اس امر کا ثبوت دیا ہے کہ وہ لوگ جو قرآن کریم پر ایمان لائے سے دنیوی فیوض سے مستفیض ہوئے ہیں اور آلہی مواعید کو اُنہوں نے حق اور صادق پایا ہے وہ یقین کرلیں کہ آیندہ کی نعماء اور برکات بھی حق اور یقینی ہیں۔ اور خدا ضرور ضرور اپنے وعدوں کو پورا کریگا۔ اس بنا پر غور کرو۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی قومی شہرت۔ عزت و وجاہت اور مال و دولت اور پیارے وطن کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں چھوڑا اور اس بے کسی اور بے بسی کیحالت میں اس مقدس رسول کیساتھ چل کھڑے ہوئے۔

مذکورہ بالا آیت مکہ میں اُتری تھی۔ اس اعلےٰ درجہ کی مصیبت اور خستہ حالی کے وقت اللہ تعالےٰ نے وعدہ فرمایا۔ کہ جو لوگ اللہ تعالےٰ کی راہ میں وطن چھوڑینگے۔ اُنہیں ضرور ضرور اس دنیا میں اچھا ٹھکانا عطا فرمائینگے۔ اور اس سے آخرت کے وعدوں کے ایفا کا ثبوت دینگے۔ کسی ملکی دقیقہ شناس کی رائے اور کسی قیافہ دان کا قیافہ ایسی حالت میں اس امر کا یقین کرسکتا یا کسی کو دلا سکتا تہا۔ کہ یہہ پیشین گوئی کبھی بھی پوری ہوگی یا جیسے آج کوتاہ نظر عیسائی بآگرفر کہتے ہیں کہ آپ اپنے پیرووں کو آیندہ کے دل خوش کن وعدے دیکر جنگ کا اشتعال دلاتے تھے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خود اس حالت میں سر رکہنے کے لئے جگہ نہیں تھی۔ مہاجرین کیساتھ اس وعدہ کے وفا کا خیال انسانی حدود استطاعت سے قطعاً خارج تھا۔

بقیہ حاشیہ۔ ہیں انا براء منکم ہم تم سے بیزار ہیں۔ انی مھاجر الی ربی میں اپنے رب کی طرف ہجرت کرنیوالا ہوں۔ اور بالآخر وہ صرف اللہ تعالیٰ کی خاطر قوم۔ برادری۔ اور وطن چھوڑ جاتے ہیں۔ تو خداوند تعالےٰ ان کو اس سے اچھا ٹھکانا عطا فرماتا ہے۔ ان کی اولاد کو کثرت سے بڑہاتا اور کنعان کی زمین ہمیشہ کے لئے ان کو عطا فرماتا ہے۔ جو آجتک انہی کی نسل میں ہے۔ منہ

لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کے موافق اس وعدہ حقہ کو پورا کیا۔ اس کا پختہ وعدہ تہا۔ کہ جن لوگوں نے اسکی راہ میں وطن چھوڑا ہے۔ ضرور اسی دنیا میں اعلےٰ درجہ کا ٹھکانا پائیں گے۔ اب دیکھو اللہ تعالیٰ کی راہ میں سب سے پہلا وطن و عزت چھوڑنے والا کون شخص ہے۔ وہ کون شخص ہے جو ہجرت کے پورے مضمون کا مصداق ہے جس نے بہت ہی کچھ خدا کے لئے خدا کے رسول کے ساتھ ہوکر برباد کیا۔ جسکی پہلی قومی تباہ شدہ پوزیشن ذاتی تقاضا رکہتی ہے کہ الٰہی رحمت جبر کسر کرکے اسی عالم میں اسکی فوق العادۃ وجاہت ظاہر کرد ے وہ حضرت ابوبکر صدیق ہی تو تھے۔ یہ کس قدر سچ ہے کہ آپنے اس پیارے رسول کے لئے جان اور مال اور اولاد کی کچھ پروا نہ کی اور اس کس مپرسی کی حالت میں سید العالم صلی اللہ علیہ وسلم کے یار غمگسار بنے۔ مگر کیا صدیق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیلئے سب کچھ کھوکر آخر کار یہ کہنے کا موقعہ پاسکے کہ اے رسول مَیں نے وطن اور اقربا چھوڑے۔ سوسائٹی کی مسرت بخش معاشرت سے محروم ہوا۔ اور اب میں آپکے ساتھ ہوکر مخذول ہوگیا ہوں۔ نہیں ہرگز نہیں۔ خدا تعالےٰ کے صادق وعدہ کے بموجب سب سے پہلے چاہئے تھا کہ وہی مہاجر الی اللہ اس مبوٴ الصدق یا مسند خلافت پر بیٹھتا اور وہی بیٹھا۔ اسی نے سب سے پہلے وطن۔ اقربا۔ عزت و وجاہت۔ مال و ثروت کو چھوڑا۔ اور خدائی وعدہ کے بموجب سب سے پہلے اسی کو متمکن فی الارض اور خلیفۃ اللہ ہونا چاہئے تھا۔ اور وہی سب سے پہلے بلا فصل اس باجلال مسند پر جلوہ افروز ہوا۔ یہ خدا کی طرف سے مقدر تہا۔ اور اسی طرح ہوا۔ اس زیرک انسان کی زیرکی۔ معرفت اسرار نبوت۔ عہد دوستی کی پابندی اور غیر متزلزل استقامت منجملہ آیات اللہ کے ایک بینہ آیت ہے۔ ابوبکر صدیق رضؓ نے ایسے وقت صداقت کا ڈپلوما حاصل کیا جبکہ چاروں طرف سے کذبت کی ندیر صادق صلے اللہ علیہ وسلم کے کان میں آتی تھی۔ جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے داعی اللہ کی پہلی آواز (اقرء باسم ربك الذی خلق۔ اقراء وربك الاکرام) سُن کر اللہ تعالےٰ کی تفہیم سے سمجھ لیا کہ یہ نادرہ زمان قاری اکرم مربی کا تربیت یافتہ ہے۔ یہ ضرور ایک دن اکرم اور معزز ہو جائے گا۔ اسکا قدیر رب اس کو کبھی ذلیل ہونے نہ دیگا۔ جناب ابوبکرؓ نے اسوقت جبکہ نبوت کی آفاقی صداقت کی کوئی آیت ظاہر نہ ہوئی تھی۔ اپنا ایسا صدق اور اخلاص اور ایمان ظاہر کیا۔ جو اگر کوئی ظاہر بین اور طامع دنیا ہوتا تو حادثاً انجام پر کامیابی کے ظہور کے وقت کرتا۔ سبحان اللہ فتن کے سلسلے سے شروع کرکے جو صبر کا تلخ سلسلہ تھا فوز عظیم بادشاہنشاہی کے سلسلہ تک جو شکر اور ناز کا عالم تہا۔ آپکی مودت اور محبت رسول کی کڑیاں مسلسل مربوط اور غیر منفصل نظر آتی ہیں۔ ان آخری کلمات نے جو سید الجمیلین صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک موٗنھ چومتے وقت

جناب صدیقؓ کی زبان سے نکلے "میرے ماں باپ تجھپر فدا ہوں تو زندگی میں بھی خوبصورت تہا اور اب بھی ویسا ہی خوبصورت ہے"۔ دوستوں اور مریدوں کے لئے عہد دوستی کے نباہنے کا قابل فخر نمونہ باقی چھوڑا ہے۔

بہرحال دیکھو۔ اور پھر دیکھو۔ غور کرو اور پھر غور کرو کہ یہ وعدہ اللہ تعالیٰ کا کیسے پورا ہوا جو کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے اپنے پیارے وطن پیارے اقربا اور قومی عزت و وجاہت اور سلسلہ شہرت کو چھوڑا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے بلا فصل آپ ہی کو خلافت کی مسند پر بٹھایا ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء والله ذو الفضل العظيم۔ اگر کوئی شخص اس امر کو نہ مانے اور اس آیت کا مصداق اول اور احق جناب صدیق رضؓ کو قرار نہ دے تو واقعات عالم کی شہادت اور سند سے کسی اور کو پیش کرے۔ مگر احمق کی عقل دیکھو۔ جسے وہ سب سے پہلے پیش کرتا ہے۔ واقعات حقہ اُسے سب سے پیچھے پھینکتے ہیں۔ اس سفید جھوٹ کا شیعہ یا طرفدار گروہ کہ پچھلا سب سے پہلا ہے۔ خدا سے رسول سے تینتیس ہزار بلکہ ایک لاکھ چوبیس ہزار مومنوں سے واقعات عالم سے مشیت الٰہی سے اُس وقت بھی مار اور ہار رکھا چکا ہے۔ اب فضول بکواس سے یا مرثیہ خوانی اور نوحہ زنی سے کیا توقع رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وماهم بمعجزين۔ وہ مجھکو ہرا نہیں سکینگے کیا الٰہی ارادہ پر کوئی غالب آسکتا ہے۔ خدا کو کوئی جیت سکتا ہے۔ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے بلا فصل خلیفہ بنانا ہوتا تو کیا وہ ایسا نہ کرسکتا تہا۔ کیوں نہ کرسکتا۔ ضرور کرسکتا تھا۔ لیکن اُس نے ایسا نہیں کیا۔ مشیت الٰہی اسی طرح تھی۔ سب سے پہلے خلافت جس کا حق تہا۔ اسی کو ملنی چاہیئے تھی۔ اور اسی کو ملی۔ کوئی روئے چلائے خدا کو جو کرنا منظور تھا۔ وہ پورا ہوگیا۔

ایک کشمیری مجتہد محمد قاسم نام جو لاہور کا رہنے والا ہے اپنی تفسیر میں لکھتا ہے کہ "گرد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم منافقین بکثرت بودند و رئیس ایشاں ابوبکر بود"۔ یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے گرد منافقین بکثرت تھے اور ان منافقوں کا سردار ابوبکر تہا۔ (نعوذ باللہ) تعجب ہے اس قوم کی فراست اور حیا پر۔ یہ لوگ منافق اور مخلص کے اعمال اور پھر تیئیس برس تک کے اعمال اور نتائج پر غور نہیں کرسکتے۔ افسوس وہ قوم جو ۲۳ برس سے تیار کی جارہی تھی اور جو ہزاروں خون بہاکر اس حالت کو پہونچی۔ اور جسکی نسبت اللہ تعالیٰ نے نصرت اور فتح کے ہزارہا وعدے دیکر اپنے رسول کو مطمئن کردیا تہا اب اس قوم کی تربیت اور حکومت کی عظیم الشان مسند پر منافق بیٹھتا ہے تو وہ بیٹھتا ہے جو رئیس المنافقین ہے۔ اے سیاہ دل اگر تو یوں لکھتا کہ "گرد آنحضرت صلعم مومنین صالحین بکثرت بودند و

رئیس و رئیس ایشان جناب ابوبکر رضہ بود۔ تو خدا تعالیٰ کا کلام مشاہدہ اور تاریخ الایام سب ہی اسکی تائید اور شہادت میں تیار ہے۔ اے حق پوش قوم اے اسلام کے اندرونی دشمنو! کیونکر تم اس لعنت اور غضب سے جو ان استہزا زوں کے دشمنوں کے لئے مقدر ہے اپنا بچاؤ کر سکو گے۔

دوسرا بڑا نشان پوری رفاقت اور پوری کوشش کے ساتھ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مقاصد رسالت میں مدد دینا ہے۔ یہ نے ابتدا وحی سے سلسلہ شروع کیا ہے۔ اور اخیر تک جناب ابوبکر رضہ کو ساتھ لیا ہے وہ کام جسکے لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور جسکے لئے ۲۳ سال تک دکھ اٹھایا وہ کام کیا تھا۔ کلمۃ اللہ کی تبلیغ اور دین حق کی اشاعت۔ کوئی چیز اس سے زیادہ پیاری آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ہرگز ہرگز نہ تھی۔ یہی آپ کی زندگی کا مقصد تھا۔ اور اسی بات میں دن رات آپ نے اپنی زندگی کو صرف کر دیا۔ اس ساری مدت رسالت میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں۔ اور جانفشانی اور جان نثاری کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتے یہانتک کہ جس مقصد کے لئے آپ مبعوث ہوئے ہیں وہ پورا ہو جاتا اور الیوم اکملت لکم دینکم کی آواز آتی ہے تکمیل دین اور تکمیل قرآن کے بعد بہت جلد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی ختم ہو جاتی ہے آپ کے کوچ فرمانے کے بعد کیا ہوتا ہے۔ عرب کی تمام تاریخوں کو پڑھکر دیکھ لو۔ کامل ابن اثیر ابن خلدون طبری کو پڑھو سب کا بالاتفاق یہ قول ہے ارتد العرب بعد وفات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ اہل عرب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مرتد ہو گئے۔ اتنا بڑا ہنگامہ ہوا کہ اگر اسکی تفصیل کیجائے تو وہ تفصیل اس مختصر تحریر میں نہیں آسکتی۔

مختلف قبیلے اور مختلف گروہ زکوۃ کے تارک اور منکر ہو گئے۔ ایک طرف مسیلمہ کذاب نے رسالت کا دعوے کیا تھا لاکھ سے زیادہ جمعیت فراہم کر لی تھی۔ دوسری طرف ایک عورت سجاح نامی نے بھی نبوت کا دعوے کر کے بہت سی فوج جمع کر لی تھی۔ ادھر اسود عنسی نے نبوت کا دعوے کیا اس کے ساتھ بھی بہت سی فوج تھی۔ منافقین کا ایک بڑا بھاری الگ گروہ موجود تھا اور ضرر رسیدہ اقوام جدا موقع کی منتظر اور بدلا لینے پر تلی ہوئی تھیں۔ اہل کتاب جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کیوقت مقابلہ نہیں کر سکے وہ علیحدہ موجود تھے۔ غرض ایک نہایت خطرناک اور پر آشوب وقت تھا ایسے خطرناک اور جان جوکھوں کے وقت میں کس نے پھر اسلام کو از سر نو زندہ کیا۔ کس نے پھر مرجھانے والی شاخ کو تازہ کیا۔ جس مشن کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ۲۳ سال میں پورا کیا اسکو کس نے

تباہی سے بچایا۔ کس کی تعجب انگیز استقامت نے اس بار گراں کو اٹھایا۔ کوئی تاریخ اس سے انکار نہیں کر سکتی کہ ایسے زلزلہ ڈالنے والے زمانہ میں حضرت ابوبکر کی جان توڑ کوششوں نے پھر اسلام کو زندہ کیا۔ انہی کے ابرِ فیض نے ملّت کے خشکی کے قریب پہونچے ہوئے درخت کو سیراب اور شاداب کیا۔

مَیں نے کہا تھا کہ قرآن کریم سے دکھاؤنگا کہ اسلام نے اپنے سچے متبعین کے لئے کیا نشان رکھے ہیں اور وہ کن لوگوں میں پائے جاتے ہیں سچے مومنوں کی نسبت اللہ تعالیٰ نے کیا وعدے کئے ہیں۔ اور کیونکر وہ پورے ہوئے؟ اللہ تعالیٰ کی کلام معجز نظام کو پڑھو اور غور کرو۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ ما محمد الّا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افان مات او قتل انقلبتم علےٰ اعقابکم ومن ینقلب علےٰ عقبیہ فلن یضر اللّٰہ شیئًا وسیجزی اللّٰہ الشاکرین۔ ترجمہ۔ محمد تو ایک رسول ہی ہے۔ اس سے پیشتر بہت سے رسول گذر چکے۔ کیا اگر وہ مرجائے یا مارا جائے۔ تو تم الٹے پھر جاؤ گے یعنی مرتد ہو جاؤگے۔ اور جو کوئی مرتد ہو جائیگا وہ اللہ کا کچھ بھی بگاڑ نہ سکے گا اور خدا عنقریب شاکرین یعنی ثابت قدم رہنے والوں کو بدلا دیگا۔ اس آخری ٹکڑے پر بہت غور کرنی چاہیئے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ محمد رسول اللہ ہیں۔ ان سے پہلے بھی رسول گذرے اگر مرجائے یا قتل ہو جائے۔ تو کیا تم حی و قیوم کا دین چھوڑ کر مرتد ہو جاؤگے یہ دین رسول کا نہیں۔ فاطر السمٰوات والارض کا دین ہے اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مر بھی جائیں تاہم یہ دین قیامت تک زندہ رہیگا۔ ومن ینقلب میں اشارہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد انقلاب ہو جائیگا اور ارتداد اور بغاوت اور فتنہ عظیم واقع ہوگا۔

مگر پھر فرماتا ہے۔ ومن ینقلب علےٰ عقبیہ فلن یضر اللّٰہ شیئًا۔ یعنی گو لاکھوں مرتد ہو جائیں مگر اسلام کو ضرر نہیں پہونچا سکینگے۔

عالم الغیب خدا تعالےٰ کا کلام کسی آئندہ وقت میں جو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آنیوالا تھا۔ دو فریق کے وجود کی خبر دیتا ہے۔ ایک فریق المنقلبین علی الاعقاب یا مرتدین اور دوسرا الشاکرین۔ یا مومنین۔ معلوم ہوا کہ منقلبین کے مقابل شاکرین ہیں۔ یعنی ایک طرف تو کافر نعمت بدعہدوں اور غداروں کا غول ہوگا۔ اور دوسری طرف انکے بالمقابل شاکرین ہونگے جو اسلام حبل متین سے متمسک رہیں گے۔ پھر ایسے وفاداروں کی نسبت فرمایا کہ یقینًا اللہ تعالےٰ انکو جزا دیگا۔ اب میں غور کرتا ہوں اور تدبر کرنیوالوں کو غور دلاتا ہوں کہ ایسے فتنہ عظیم کے فرو کرنیمیں کس

شخص نے آسمانی قوت ظاہر کی۔ کیا کسی تاریخ میں ہے کہ وہ حضرت علیؓ یا مقداد یا عمار بن یاسر امام حسنؓ یا حسینؓ تھے۔ کس نے اس امر میں یدِ طولےٰ دکھایا؟ کہتے ہیں جناب علیؓ آپکے غسل دینے میں مشغول تھے۔ بہت خوب رضی اللہ عنہ المومنون اُنہوں نے آپ سے نہیں بلکہ الہام الٰہی سے یہ کام کیا ہر کسے را بہر کارے ساختند۔ جو جس لایق ہوتا ہے وُہی خدمت اس سے لیجاتی ہے۔ خداوند تعالےٰ نے اندرون خانہ کی خدمت صوفی مذاق فقیر منش خادم کو سپرد کی اور میدان کیخدمت اور اس امانت عظیمہ کا بار جس کے اُٹھانیکے قوے کسی مخلوق میں نہ تھے اس کے اہل اور قابل یعنی صدیق رضؓ کو تفویض فرمایا۔ یہ خدا تعالیٰ کی تقسیم ہے۔ اھم یقسمون رحمۃ ربک۔ میں پھر پوچھتا ہوں ایسے فتنۂ عظیمہ کو کس نے مٹایا۔ کس نے دین کو از سرِ نو زندہ کر دیا۔ صرف ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کیا۔ کیا یہ امر خدائے حمید و علیم کیطرف سے نہیں؟ کیوں نہ ان کو ایسی حالت میں صرع یا فالج ہو گیا کہ وہ اس فخر کے قابل ہی نہ رہتے اور ایک قوم کی بیجا شکایات اور اُنکی موت بالغیظ کا باعث نہ ہوتے مگر خدا کو دین سنبھالنا تھا۔ اُس نے دُنیا سے رسول کو نہیں اُٹھایا۔ جب تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوتِ رسالت ایمان اور فیضان کو انکے بلا فصل جانشین کے اندر کامل طور سے بھر نہ دیا اور صدیق رضی اللہ عنہ کو اُس صادق مصدوق رسول کے رنگ میں پورا رنگین نہ کر دیا۔ یہی سنت اللہ ہے جسکے خلاف نہ ہو سکتا تھا اور نہ ہوا۔

غور کرو اور خوب انصاف کرو یہ دُنیاوی بادشاہت نہیں تھی۔ جسے ہر کس و ناکس مرضی سے اُٹھا لیتا یہ رسالت کا بار گراں تھا جسکو وُہی شخص اُٹھا سکتا تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل و گُردہ کا ہوتا۔ وُہ وہی تھا جو دُنیائے اسلام کے لیے آدمِ ثانی بنا اور جس سے نئے سر سے اسلامی نسل قایم ہوئی۔ اس بارِ عظیم کو اسی آدمِ ثانی ابوبکرؓ نے اُٹھایا جو خدا تعالیٰ کی طرف سے اسی امر کے لیئے مقدر تھا۔ جلنے والے جلیں۔ حسد کرنیوالے ہلاک ہوں۔ مقدر ازلی نے جیسا ازل میں چاہا کر کے دکھایا۔ یفعل اللہ مایشاء و یحکم مایرید۔ پھر ایک اور آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اور ایک زبردست پیشگوئی کے طور پر یہ وعدہ کرتا ہے۔ وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم و عملوا الصالحات لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلکم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضیٰ لھم

لہ۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد میرے باپ پر اسقدر بوجھ آپڑا۔ کہ اگر پہاڑوں پر بھی وہ بوجھ پڑتا۔ تو وہ بھی چور چور ہو جاتے۔

ولیبدلنہم من بعد خوفہم امنا۔ یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا و من کفر بعد ذلک فاولئک ھم الفاسقون۔ خدا تعالےٰ نے اُن لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے اور نیک کام کیئے وعدہ کر لیا ہے کہ ان کو ضرور ضرور زمین میں جانشین اور خلیفہ بنائے گا جیسا کہ ان لوگوں کو بنایا جو تم سے پہلے تھے اور اُن کا دین جو انکے لئے پسند کر چکا ہے تمکن کر دیگا۔ اور خوف کے بعد اُن کی حالت کو امن سے بدل دیگا وہ مجھے پوجیں گے میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں گے اور جسنے اس کے بعد کفران کیا وہ لوگ فاسق ہیں۔

اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ کے لئے غور کرو۔ یہ آیت سورہ نور میں ہے اور اسوقت اُتری جبکہ ابھی اسلام میں کچھ قوت نہیں آئی تھی۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ اسوقت جو لوگ رسول کیخدمت میں ہیں۔ اور دُکھ دیے جاتے ہیں۔ اُن سے یہ وعدہ الٰہی متعلق ہے۔

میں پہلے بیان کر آیا ہوں کہ آخرت کے وعدے محسوسات سے وراءالورا ہیں جن پر وثوق کے ساتھ انسان کی کمزور نگاہیں پہونچ نہیں سکتیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان وعدوں کا ظہور آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت میں کیا۔ اور ان دُنیاوی وعدوں کے پُورا ہونیکو آخرت کے وعدونکے پورا ہونے اور جزاء اعمال کے لیئے نمونہ ٹھہرایا۔ اب دیکھو کون لوگ اس وقت رسولؐ کے گرد ہیں۔ تم میں سے جو لوگ ایمان لائے ہیں یعنی لوازم ایمان حقیقی ان میں پائے جاتے ہیں اور اعمال صالحہ بجالاتے یعنے عملی طور پر بھی ایمان کا واقعی نتیجہ یعنے نصرۃ دین کرتے ہیں ان سے اللہ تعالےٰ کا حتمی وعدہ ہو چکا کہ ضرور ضرور ان کو اولاً بالذات اسی ملک کا خلیفہ کریگا جیساکہ خلیفہ کیا۔ ان لوگوں کو جنکو موسیٰ کی پیروی کے سبب سے پہلے خلیفہ بنایا۔ چونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مثیل موسیٰ تھے ضرور تھا کہ حضور پاک کے صحابہؓ بھی خلیفہ ہوتے ۔ [1]

---

[1] بہت مشہور بات ہے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی جناب آدم علیہ السّلام کی اولاد میں پیدا ہوئے اور یہ مسلم امر ہے کہ حضرت سید ولد آدم صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ بھی تعداد میں ایک لاکھ چوبیس ہزار تھے۔ ہماری کتب الرجال میں اس تعداد کثیر کے سوانح بہ تفصیل مندرج ہیں۔ کیا یہ اتفاقی امر ہے یا اللہ تعالیٰ حکیم کے ارادہ اور تدبیر کا محکم اور ابلغ نظام ہے۔ یہ تشبیہ کامل جسے قانون قدرت آدمین مکرمین علیہما الصلوٰۃ والسّلام کی آل کی مطابقت میں دکھا چکا ہے۔ جبھی قائم رہ سکتی ہے کہ ان کثیر التعداد صحابیوں کو سچے مومن کامل صالح وارث الانبیا حضور کے سامنے اور بعد یکساں لوازم ایمان او وعدہ میثاق پر

رب العالمین کے رسولؐ کے استخلاف کے منصب پر ممکن ہے کہ ایک شخص متمکن ہو اور غاصب ہو خلیفۃ اللہ کا بلافصل خلیفہ ہو اور ناحق پر ہو۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا تھا۔ کہ شریر بدنہاد ایک وقت بڑی افتراپردازیاں اور شرارتیں کرینگے۔ اسلئے فرمایا کہ ولیمکنن لہم دینہم الذی ارتضے لہم یعنی یہ دین اسلام جو میں انکے لئے پسند کرچکا ہوں۔ اس دین کی اشاعت کی اُن کو قدرت دونگا کہ وہ حامیٔ دین ہوں اور دین اُن کے سبب سے قدرت اور مکانت حاصل کرے ولیبدلنہم من بعد خوفہم امنا۔ اب جو ڈرتے ہیں۔ اور اُن کے عرض ومال پر حملہ ہو رہا ہے قریب ہے۔ کہ وہ وقت آئے جبکہ خوف امن سے بدل جائے۔

اب اگلا فقرہ دیکھیئے۔ کیسی صفائی سے بے باک مفتریوں کے الزام کو رد کرتا ہے۔ کہ وہ لوگ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ویسے نہ رہے۔ یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا انسان کا قاعدہ ہے کہ سلطنت کا پیالہ پی کر بے اعتدال اور مست ہو جاتا اور غالباً پہلی حالت کو بھول جاتا ہے۔ خدائے علیم آنیوالے اعتراض اور خبیث الفطرت قوم کی بدگمانی کے دفع کے لئے پہلے ہی سے فرماتا ہے کہ وہ اپنے اقتدار اور خلافت کے بعد بھی ویسے ہی غریب اور سچے عباد اللہ رہینگے میری عبادت کرینگے اور میرا شریک کسی کو نہ بنائیں گے۔ جب یہ وعدہ پورا ہو جائے تو جو لوگ ان وعدوں میں شک کرینگے۔ اور جن کو واقعات نے سچا ٹھیرا دیا۔ اُن کو ان کا مصداق نہ ٹھہرائینگے وہ لوگ فاسق ہونگے۔

اللہ۔ اللہ! ؎ ہم الزام اُن کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا۔ ظالم روافض صحابہ کو فاسق ثابت کرتے تھے۔ آپ ہی فاسق ثابت ہوگئے۔ یہ وعدہ بیّن طور پر پورا ہوا۔ اور سب سے پہلے اس وعدہ کے مصداق جناب ابوبکرؓ ہوئے۔ بیشک اکثر ہوتا ہے کہ ایک ضعیف انسان بے بسی اور بکسی کیحالت میں ایک دعوے کرتا ہے لیکن قوت اور شوکت کے موقع پر اُسکے خلاف کرتا ہے لیکن

فائدہ: قایم رہنے والے مانا جائے۔ لیکن روافض کا اعتقاد جناب صدیقؓ کو فاسق۔ کافر اور مرتد کہکر اس تشبیہ کو جاہل کر دیتا ہے۔ کیونکہ اگر صدیق صدیق نہیں ہیں اور دشمنوں کے الزامات ان کی نسبت سچے ہیں۔ تو کثیر بلکہ اکثر بلکہ کل حصہ ان اصحاب کا ان بدبودار گالیوں کا مستوجب ہے۔ جو ابن سبا کے اخلاف کے موقع سے حضرت صدیقؓ کی نسبت نکلی ہیں اسلئے کہ یہ تمام صحابہ پہلے بھی اور پیچھے بھی صدیق پر صدیق کی خلافت پر صدیق کے افعال واعمال پر راضی تھے۔ اور ابد تک راضی رہے۔ فتدبر۔

یہ آیت ابوبکرؓ کے عمل کے ساتھ پوری متحد ہو۔ میں پوچھتا ہوں بعد اسکے کہ خلافت کا منصب ان کو ملا انہوں نے تقویت دین کی یا نہ کی۔؟ نمازیں پڑھیں یا نہ پڑھیں؟ وہ خوف جو لوگوں کو فرائض کے ادا کرنیمیں تھا۔ وہ امن سے بدلا یا نہ بدلا؟ خوب یاد رکھو ایک خوف تو وہ تھا۔ جو آنجناب صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں مومنوں کو رہا۔ اور دوسرا خوف جسکی طرف یہ آیہ شریفہ عجیب لطیف طور سے پیشگوئی کے طور پر اپنے ضمن میں اشارہ کرتی ہو۔ وہ زلزلہ افگن خوف تھا جو فتنہ ارتداد کیوقت عالمگیر ہوا۔ تاریخ کہتی ہے کہ اس ارتداد میں خلافت کے احکام صرف تین شہروں میں محدود رہگئے تھے۔ مدینہ طیبہ۔ مکہ محترمہ طائف۔ سو خدا تعالے کے فضل سے یہ امن بھی دین کو جناب صدیقؓ کے ہاتھ سے ملا باوجود اسکے اب بھی جو کفران کرے۔ اور قرآن کریم کی پیشگوئی کے نقص کا قائل ہو وہ دشمن اسلام اور فاسق کہلائے گا۔

پھر دیکھو اللہ تعالے سورہ انبیاء کے اخیر میں فرماتا ہو ولقد کتبنا فی الزبور[ل] من بعد الذکر ان الارض یرثھا عبادی الصالحون۔ ہم نے ذکر (توریت) کے بعد زبور میں لکھدیا ہے کہ زمین موعود کے وارث میرے عباد صالحین ہوں گے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صاف فرمادیا ہے کہ الارض یعنی اُس زمین موعود (کنعان) کے وارث میرے صالح بندے ہونگے۔ اب دیکھنا چاہیئے کہ یہ پیشگوئی جو قرآن شریف میں بھی اللہ تعالے نے مذکور فرمائی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان سے نکلوائی ضرور تھا کہ پوری ہوتی۔ تاریخ پڑھکر دیکھو کہ اس زمین کا وارث کون ہوا؟ اور وہ پیشگوئی جو معلق تھی جناب عمرؓ کے زمانہ میں پوری ہوئی یا نہ ہوئی۔ اگر حضرت فاروق کو رد کردیں تو وہ نبوت بالکل ناقص رہیگی۔ اللہ تعالے فرماتا ہو یرثھا عبادی الصالحون۔ شیعہ تو تڑپتے ہونگے۔ کہ صالحون کے بجائے **فاسقون** یا **منافقون** کیوں نہ آیا۔ اسلیئے کہ یہاں

ل توریت میں اللہ تعالے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے وعدہ فرماتا ہے کہ میں تجھکو اور تیرے بعد تیری نسل کو کنعان کا تمام ملک جس میں تو پردیسی ہے دیتا ہوں کہ ہمیشہ کے لئے ملک ہو (پیدائش ۱۷باب ۸) اور زبور میں اللہ تعالے فرماتا ہو لیکن وہ جو حلیم ہیں زمین کے وارث ہونگے (۳۷ - زبور - ۱۱) صادق زمین کے وارث ہوں گے (۳۷ - زبور ۲۹) جن پر اسکی برکت ہے زمین کے وارث ہونگے اور جن پر اسکی لعنت ہے کٹ جائینگے (۳۷ زبور ۲۲) زمین سے انگلستان یا ہندوستان کی زمین نہیں سمجھنی چاہئے بلکہ وہی پاک اور وعدہ کی زمین جسکی نسبت اللہ تعالے کا حضرت ابراہیم اور اُس کی نسل کو دینے کا وعدہ ہے۔ منہ

انکار کی تو جگہ نہیں کہ حضرت فاروق رض کا وجود ہی قرآن کریم کی اس صداقت کا مصداق بنا
مگر لفظ صالحون نے اس قوم کی جان پر آفت ڈھا دی۔ عالم الغیب خدا نے کلام مجید میں ایسے
الفاظ رکھدیئے ہیں جو تاریکی کے وقت نور کا کام کریں اور جھگڑے کیوقت قول فصل بن جائیں۔ اب
کون ہے جو حضرت عمر رض کو عبادی الصالحون میں داخل نہ سمجھیگا۔ شیعہ حضرت علی رض کو فوق العادۃ
شجاع مانتے اور تمام خوبیوں کا مخزن اور جن وانس کا مطاع تسلیم کرتے ہیں ہمیں تو کوئی عذر نہیں
کہ وہ ایسے ہی ہوں اور ایسے ہی تسلیم کیئے جائیں۔ ان کی خوبیوں سے ہمیں کوئی چڑ نہیں وہ بھی
دنیا کے ایک نور ہیں لیکن ظلم کا سیاہ پردہ عالم پر پھیلانا نہ چاہیئے کہ ایک شخص کی تعریف میں
غلو کرتے کرتے ایک واقعی مستحق عظمت سے انکار کیا جائے۔ کاش شیعہ حضرت علی رض کے ہاتھ سے
ایک ہی ایسی پیشگوئی کے پورا ہونیکی سند بالمقابل قرآن کریم کے ایسے صریح منطوق سے دکھاتے۔

یرثھا عبادی الصالحون میں ایک دقیق اشارہ یہ بھی ہے کہ جسقدر برکات اور فیوض سیدنا
ابراہیم سے جناب موسیٰ تک متواتر چلے آئے ہیں ان سب کا عظیم مورد جناب رسولکریم صلے اللہ علیہ
وسلم ہوں گے اور جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو وہ وعدہ کی زمین ملی ضرور تہا کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی ملتی اور واقعی ضرور تہا کہ ایسا ہوتا کہ نبی عربی صلے اللہ علیہ وسلم اپنے دادا حضرت
ابراھیم علیہ السلام کے وعدوں کے پورے وارث اور تثلیث موسیٰ کے سچے مصداق ہوں۔ مگر کیا
ارض مقدسہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر فتح نہ ہوسکتی تھی۔ لاریب اللہ تعالےٰ چاہتا
تو کر دیتا۔ مگر خدا تعالےٰ کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی کا غیر فانی اور ممتد سلسلہ
آپکے برحق جانشینوں میں دکہانا اور اُن قدوسیونکو اُس برگزیدہ جوہر کے ٹکڑے ثابت کرنا منظور تہا
بنابراں یہ فخر اور فضیلت آپکو آپکے جاں نثار خادم عمر رض کے ذریعہ سے ملی۔ کنعان کو حضرت عمر رض
نے نہیں لیا۔ بلکہ اس پیشگوئی کے مطابق بلاواسطہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی لیا پس جس
شخص کی فضیلت کے لئے رب العالمین اور طبقات السمٰوات والارض خود شاہد ہوں اسکی عظمت میں کلام کرنا
صرف فاسقین کا کام نہیں تو اور کس کا ہے۔ افسوس ایک رونا یہاں نہیں۔ شیعوں کیلیئے تو ماتم برپا تم
ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی عبادی الصالحون میں شامل ہوتے ہیں۔ کیونکہ الارض المقدسہ
اور بارکنا فیہا للعلمین کے امتیاز والی سرزمین آخر انکے تصرف میں آئی۔ شیعوں کے علی رض نے
بہتیرے ہاتھ پاؤں مارے ہزاروں خون بہائے۔ کہ کسی طرح کچھ دن کیلئے وہ بھی اس پیشگوئی کے
مصداق اور نیم مصداق ہی بن جائیں مگر خداوند کریم نے قیامت تک روافض پر حجت قائم رکہنی کو

انہیں محروم رکھا اور اسد اللہ الغالب اور آسمان وزمین کے طبقات کو ایک انگلی پر اٹھانیوالے صفدر کو ادنی کی ساری کوشش جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے زمین موعود چھڑا نہ سکی۔

پھر تیسرا رونا یہ ہے کہ اسکے بعد بھی جب خدا تعالیٰ نے چاہا کہ اس موعود زمین کو اپنے پاک بندوں کے ہاتھ میں رہنے دے تو سنیوں کو ہی وہاں کی حکومت عطا فرمائی۔ آجتک سوائے اہلسنت کے کوئی شخص اس وعدہ کی زمین کا مالک نہیں بنا۔ ترک جنکے تصرف میں وہ زمین آجکل ہے وہ بھی سُنی ہی ہیں تعجب ہے۔ کہ آجتک کسی شیعہ کو موقعہ نہیں ملا۔ کہ چار دن کیلئے ہی وہاں حاکم ہو کر عباد صالحین میں شامل ہونیکا فخر حاصل کرتا۔

چوتھا بڑا بھاری رونا یہ ہے کہ تمام بزرگ مقامات۔ مشاہد متبرکہ کربلا وغیرہ بھی سُنیوں ہی کے قبضہ میں ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ جو ازل سے صالح اور مومن تھے جب وعدہ الٰہی ضرور تھا کہ وہی آثار السلف کے وارث ہوں۔ اختلافات اور نزاعوں کی کیسی ہی ظلمت عالم پر چھا جائے۔ مگر برگزیدوں کی فضیلت متقیوں کی نگاہ میں آفتاب نیمروز کی طرح چمکتی رہتی ہے۔ یاد رکھو فاسق لوگ اسکے حضور عزت نہیں پاسکتے اور نہ بے ایمان اسکے وعدوں کے وارث ہوسکتے ہیں ورنہ حق وباطل میں امتیاز کا کوئی ذریعہ نہ رہے اس میں جاننے والوں کیلئے بڑے غور کا مقام اور اعلےٰ نشان ہے وکاین من ایۃ فی السمٰوات والارض یمرون علیھا وھم عنھا معرضون اور زمین و آسمان میں بہتیرے نشان ہیں جن پر وہ گزرتے ہیں۔ اور ٹال جاتے ہیں۔ زمین و آسمان خدا کے نشانات سے بھر رہے ہیں مگر کاش کوئی تدبر کرنیوالا دل ہو۔ مبارک ہیں وہ جو تمام نشانوں کو بغور دیکھکر یقین کرتے ہیں کہ خداوند تعالےٰ مدبر عالم ہے ارادہ کیساتھ تدبیریں کر رہا ہے سوچو کہ یہ تمام اتفاقات کیا بتاتے ہیں؟ کن لوگوں کے حق کیطرف اشارہ کرتے ہیں۔ اس قسم کی قرآن شریف میں بہت سی آیات ہیں، جنکا بیان اگر بہ تفصیل کیا جائے تو مجلدات تیار ہو جاتی ہیں لیکن وقت کم ہے ہو نہیں سکتا کہ ان سب کی تفصیل تھوڑے سے وقت میں بیان کیجا سکے۔ بہرحال اگر موقعہ ملا تو کسی اور وقت کچھ اور زیادہ بیان کرونگا۔ وما توفیقی الا باللہ۔

میں نے آغاز تقریر میں بیان کیا تھا۔ کہ ایسے وقت میں جبکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بے بسی اور بیکسی کی حالت میں تھے اور سخت سے سخت مصیبتوں میں گھر رہے تھے ظاہری نگاہ میں امید دلانیوالا منظر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے موجود نہ تھا ایسے وقت میں جناب صدیق اکبرؓ نے بغیر کسی نشان دیکھنے کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے صدق کو قبول کیا۔ پھر برابر ۲۳ سال تک

منزل بمنزل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا۔ کوئی دقیقہ جان نثاری اور حمایت اسلام کا
فروگذاشت نہ کیا۔ آخر کو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی خلافت حقہ وتائید
کلمۃ اللہ کا حق ادا کیا۔ مگر عجیب تر بات یہ ہے۔ کہ موت کے بعد بھی صدیق اکبر کو رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں جگہ ملتی ہے۔ اللہ تعالےٰ کی قدرت اور تقدیر نے کیوں روا رکہا کہ اس شخص
کو جس سے بقول شیعوں کے رب العالمین کے رسول کو مصلحۃً یا تقیۃً عرصہ دراز تک مصالحہ اور
مسالمہ رکہنا ضروری تہا۔ موت کے بعد مطہر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں جگہ دی۔ زندگی
تو جوں توں کرکے کٹ ہی جیسی کٹی مگر موت کے بعد بھی خدا نے آپکو چین لینے نہ دیا۔ ای قوم دیکھ تیری
نوبت ایک صدیق کے انکار میں کہاں تک پہونچگئی راستبازوں سے معادات کرنا آخر یہ خوف
ناک نتیجے پیدا کرتا ہی اے قوم آخر تو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ تو پڑھتی ہے
دیکھ اور خوب دیکھ کہ تیرا وہ زہر آلود سنان جسے ابوبکر کیطرف سیدہا کرتی ہی تیری نادانی سے
کس کے سینہ میں کاری زخم لگا تا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ خدا تعالےٰ علیم حکیم نے جناب صدیق رضی اللہ
عنہ کی زندگی اور مطہر زندگی کی دائمی طہارت اور لاینقطع اخلاص کا واضح سے واضح ثبوت قیامت
تک قائم رکہنی کو یہ ارادہ فرمایا کہ وہ دو محب اور محبوب جنہیں اس نے معناً یوں راجوڑا اور اتحاد
بخشا تہا۔ موت کے بعد بھی معیت کی ایک ہی چادر میں لپٹ کر سوئیں۔ اللہ تعالےٰ حکیم نے ہر اختلاف
کے وقت اپنے فعل اور قول سے ایک میزان بھی بخشی ہی چنانچہ فرماتا ہے انزل الکتاب والمیزان
اسی طرح اُس نے ابوبکر صدیق رضؓ کے مومن یا منافق ہونے کے بیّن فیصلہ کیلئے یہ بڑی میزان
رکہدی اس لئے کہ کسی گستاخ کو اتنا بول بولنے کا موقع بھی نہ رہے کہ گو جناب ابوبکر رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں مومن تھے۔ مگر آپ کی وفات کے بعد ویسے نہ رہی اے میرے اللہ میرے
رب مبارک ہیں تیری حکمتیں اور بڑی غالب ہیں تیری قدرتیں سب حمد تیری ہی لئے ہی الحاصل اللہ
تعالیٰ نے کافروں کو ہلاک کیا منافقوں کی پردہ دری کی اور اکثر کو نیست و نابود کیا بنی نظیر بنی قریظہ
کو پاش پاش کیا اور دین صادق کے سارے مخالفوں کو مختلف عذابوں اور ذلتوں کا ہدف بنایا عرب کو
لا الٰہ الا اللہ کیلئے خاص کردیا وما یبدئ الباطل وما یعید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مونہ سے
کہلوا کر ہمیشہ کے لیئے الباطل کے توحید کی زمین سے خارج ہوجانے کی پیشگوئی کردی مگر پھر بھی ایک عظیم
الباطل کو جسنے حضرت علی رضی اللہ عنہ جیسے کے بڑے حق کا یا خود اسی حق کا ابطال بلکہ استیصال کرنا
اور شیعوں کے گہر گہر میں قیامت تک ماتم اور شیون برپا کرنا تھا بقاع مبارکہ مطہرہ میں ابد تک قائم رکہا

بلکہ خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے آخری آرام کے گھر میں اس کا علم نصب کیا۔ خدا جانے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کبھی اپنی بیٹی کی حق تلفی یاد کر کے اور کبھی دوسرے پہلوان کی لات کا صدمہ یاد کر کے کیسے جلتے گھنتے کڑھتے ہونگے اور وہ ظالم روبرو اور پہلو بہ پہلو۔ اور اسی طرح قیامت تک دُکھ اُٹھاتے رہینگے۔ استغفر اللہ۔ سبحان اللہ تعالےٰ اللہ عما یقول الظالمون علواً کبیرا۔

شیخین بکرین مطہرین (رضی اللہ عنہما) کا حضور رحمۃ للعالمین صلے اللہ علیہ وسلم کے پہلو بہ پہلو آرام کرنا ایک حیرت انگیز کتبہ ہے جسپر جلی حروف سے یہ لکھا ہے کہ دوستی اور دوستی کا نباہنا کوئی ان سے سیکھے۔ زندگی میں بھی ساتھ اور موت کے بعد بھی ساتھ در حقیقت راستبازونکا ایک یہ بھی نشان ہی۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہی۔ ومن یطع اللہ والرسول فاؤلٰئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھدآء والصالحین وحسن اولٰئک رفیقا ذالک الفضل من اللہ وکفی باللہ علیما۔

اور جو اللہ اور رسول کے مطیع ہوں۔ وہ ان لوگوں کے ساتھ ہیں اور ساتھ ہی رہینگے جنپر اللہ تعالیٰ نے فضل کیا۔ نبیوں۔ صدیقوں۔ شہدا اور صالحین سے یہ لوگ کیسے اچھی ساتھی ہیں یہ اللہ کا فضل ہے اور خدا جاننے والا کافی ہے یعنی جو لوگ اس کڑے وقت میں رسول کو تسلیم کرینگے اور آپکا ساتھ دینگے انہیں زندگی بھر کی اطاعت کا پھل یہ ملیگا کہ موت کے بعد بھی وہ منعم علیہم کے سردار محمد صلے اللہ علیہ وسلم بلکہ تمام اس قسم کے راستبازوں کی معیت سے جُدا نہ ہونگے سو خدا تعالےٰ نے حسب فحوا اس آیہ شریفہ کے شیخین رض کی مرئی اور محسوس معیت کو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کیساتھ اخروی اور غیر مرئی معیت کا نمونہ ٹھہرادیا۔ جو لوگ خدا تعالیٰ کے آخری وعدوں کی حقیقت حسی مشاہدوں اور مثالوں سے سمجھنا چاہتے ہیں انہیں اس سی زیادہ موثر اور مفید اور محرک سبق اور کہاں ملسکتا ہی۔ عجیب بات ہے بڑے بڑے نامی مصلحوں اولوالعزم پیغمبروں ہزاروں ہزار برس رکھنے والونکے آثار مٹ گئے۔ مگر یقینی قطعی حتمی طور پر نشان موجود ہیں تو ان تین برگزیدوں (حضور سرور موجودات صلے اللہ علیہ وسلم۔ شیخین رض) کے اور پھر سب سے زیادہ تعجب یہ کہ حضرت علی رض کا ایسا نشان مٹایا کہ آسمان کے نجوم بھی اس کا پتہ نہیں دیسکتے۔ اس میں دانشمندوں کیلئے بڑے نشان ہیں اے میرے رب تیری حکمتیں کیسی عمیق ہیں تو قادر تھا کہ کھاٹ کجی ودملک دمی کے مورد کو رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں جگہ دیکر اسکا فضل خاص ظاہر کرتا۔ مگر تو نے اپنی مونھ سے بولے ہوئے جملہ معنا کو جو وحی متلو اور آسمانی کلام تھا ترجیح و تفضیل دی۔ تو نے

اس حکیمانہ فضل سے ایک ظلم عظیم کی جڑ کاٹ دی۔ فتبارک اسمک وتعالیٰ جدک ولا الٰہ غیرک۔
الغرض ان تین صادق مصدوق اور مصدق وجودوں کو ایک جگہ سلا کر اور انکا نشان قائم رکھکر اللہ تعالےٰ نے گویا یہ سمجھایا ہے کہ چونکہ حیّ وقیوم کے زندہ مذہب کے ناصر و موید اصلاً وبالذات یہ تین وجود ہیں اور باقی ان کی تبعیت سے ہیں اسلیئے حیّ وقیوم آسمانی نے تقاضا کیا کہ زندہ اور قائم مذہب اسلام کے ساتھ ساتھ ان کا نشان بھی زمین پر زندہ اور قائم رہے اس فضل اور رحمت کو کون چھین سکتا ہے ؟ قل لو انتم (ایھا الروافض) تملکون خزائن رحمۃ ربی (التی انعم بھا علی الشیخین ومن تبعھما) لامسکتم۔ ہمیشہ سے اور آج بھی جہاں ۹۵ کروڑ مسلمان اپنے سید و مولےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف توجہ کر کے مخلصانہ صلوٰۃ و سلام بھیجتے ہیں آپ کے صاحبین بالجنب بھی اس سے ویسے ہی مستفیض ہوتے ہیں اور روضہ مطہرہ کی زیارت کرنیوالا تو خواستہ و ناخواستہ متفقہ زیارت کے بغیر رہ ہی نہیں سکتا۔ یہ شیعوں کے لئے کتنی بڑی مصیبت اور درحقیقت ابطال تشیع پر کتنی بڑی دلیل ہے کہ یا تو وہ عظیم الشان یادگار کو دیکھنے ہی نہ جائیں اور جو جاتے ہیں تو وہ ناگوار نظارہ سامنے آتا ہے اسی لیئے خدا تعالےٰ نے اس قوم کا مخلصانہ اور سرگرم اور بلا شرکت رُخ روضہ مقدسہ سے پھیر دیا اور انہوں نے بالعوض یمن کے ابرھہ کیطرح حقیقی کعبہ و قبلہ کو چھوڑ کر اور مصنوعی قبلے اور مزار (کربلا۔ مشہد اور اُوراے غیرے) تراش لیئے۔ یہ شیخین کی عداوت کا ثمرہ ہے۔ میں اس سے بھی شیخین کی بڑی صداقت اور انکا منجانب اللہ ہونا سمجھتا ہوں کیونکہ یہ مسلّم امر ہے کہ اولیاء اللہ کی عداوت میں انسان ہدایت سے محروم ہو کر فسق میں ترقی کرتا ہے سو شیعوں کا یہ عمل اس پر شاہد ناطق ہے۔ منجملہ ان علامات و صفات اور برکات کے جو مومنین کے ایمان و اخلاص کا ثمرہ ٹھہرائی گئی ہیں۔ ایک یہ بھی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے والسابقون الاولون من المھاجرین والانصار والذین اتبعوھم باحسانٍ رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ واعد لھم جنات تجری تحتھا الانھار خالدین فیھا ابداً۔ ذلک الفوز العظیم
اور مہاجرین میں سے سب سے پہلے سبقت کرنیوالے اور انصار لوگ اور جنہوں نے نیکی میں ان کی پیروی کی۔ اللہ اُن سے راضی ہوا اور وہ اس سے راضی ہوئے اور خدا نے انکے لئے باغ تیار کر رکھے ہیں۔ جن کے نیچے ندیاں بہہ رہی ہیں وہ ان میں ہمیشہ ابد الآباد کیلئے رہینگے یہ بڑی کامیابی ہے وہ لوگ جو سب سے اول سابق ہوئے اب اس کو کون مٹا سکتا ہے۔ جف القلم بما ھو کائن
سب سے پہلے سبقت کرنیوالے یعنے وہ جنہوں نے اللہ کیلئے وطن چھوڑا۔ اور وہ جنہوں نے

ان مہاجروں اور انکے سید و مولےٰ کو قبول کیا۔ اور اُنکے مقاصد میں اُن کی نصرت کی۔ اور وہ
جنہوں نے ہر حال میں اور ہر رنگ میں سچے دل سے ان ناصران حق کا اتباع کیا والذین اتبعوھم
باحسان میں تدبر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی وقت مہاجرین کو بڑا سخت وقت پیش آئیگا۔ انکو
مقصد اس وقت بڑا بھاری مقصد ہوگا۔ اور محض اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے ہوگا۔ اسوقت وہ جم غفیر
جو مہاجرین کے مقصد کا اخلاص سے موید ہوگا۔ وہ بھی اس سند کا مستحق ہوگا۔ سو ایک وقت تو وہ
تھا۔ جو انصار کی آنی غلطی یا عجلت سے انتخاب خلافت میں پیش آیا اور خدا تعالےٰ نے چونکہ المہاجرین
کا ذکر الانصار پر ترتیب قرآنی میں مقدم رکھا تھا۔ اسلئے ان متبعین محسنین کے دل میں انکی حق
کا تقدم القا کر دیا۔ اور ۳۳ ہزار آدمی کا جم غفیر امام المہاجرین صدیق کے ہاتھ میں ہاتھ دیکر مہاجرین
کے اس مقصد عظیم کا مؤید اور متبع ہوا اور دوسرا وقت وہ تھا جبکہ یہ ناپاک شرارت یعنی خلافت
صدیقیہ کے انکار کا مسئلہ پیدا ہوا اور ایک کافر نعمت نمکحرام قلیل گروہ امام المہاجرین اور آپ کی
کثیر التعداد جماعت کو ناگفتنی ناموں سے یاد کرنے لگا۔ تب ایک لاتعداد جمہور ان پہلے متبعین کے رنگ و مزاج کا
پیدا ہوا۔ انہوں نے بڑے زور سے اس حق کی تائید کی۔ خدا تعالےٰ نے اس نابکار چھوٹے سے غول کے
مقابل اس جماعت کو ہر قسم کی برکات میں اور اپنے وعدہ کی میراث کی عطا میں برکت اور افزونی
بخشی۔ وہ اہل سنت کا فرقہ ناجیہ ہے کثرھم اللہ تعالیٰ و نصرھم علےٰ اعداء امام
المہاجرین۔ نوکر اور خدمتگار کی بڑی فلاح اور کامیابی یہ ہوتی ہے کہ اُس کا آقا اس سے
راضی ہو جائے۔ شیعہ بھی مجبوراً اس امر کو کسی حد تک تسلیم کرتے ہیں کہ صدیق اور آپکی جماعت
میں ارادت اور اخلاص ضرور تھا۔ مگر بالاستقلال اقتدار نے انکا پہلا ساختہ پرداختہ برباد کر دیا۔ وہ
شوکت پاتے ہی اپنے عہد سے پھر گئے۔ اور پہلی حالت پر نہ رہی چونکہ اللہ تعالےٰ کو معلوم تھا کہ ایک فرقہ
ایسے ایسے اعتراض کرنیوالا پیدا ہوگا۔ اسلئے فرمایا اللہ تعالےٰ ان سے راضی ہوا اور وہ اس سے
راضی ہوئے۔ اور ان کے لئے ایسی جنتیں طیار کی ہیں جو سدا سرسبز رہتی ہیں تجری من تحتہا
الانھار یعنے انکے پیش پا ندیاں جاری ہیں وہ کبھی مرجھا سکتی ہی نہیں عارفین جانتے ہیں کہ جنات
و انہار انہی اعمال صالحہ کا تمثلی پھل ہوگا۔ جو حیوٰۃ دنیا میں بجالائے جا رہی ہیں۔ یہ آیت اپنی منطوق
سے صاف کہہ رہی ہے کہ یہ رضا کا منشور پھر ان سے کبھی نہ چھینا جائیگا۔ میں مکرر بیان کر چکا ہوں
کہ یہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہی کہ وہ اخروی وعدوں کے ایفا کے ثبوت کے لئے جو وراء الورا اور در پردہ
ہیں دنیوی وعدوں کے ایفا کو بطور شہادت حسیہ کے پیش کرتا ہے ایک گرم ریگستان

وادی غیر ذی زرع میں ایک داعی اُٹھا بے سامان بے زر بے جاہ وحشم اُس نے ظاہر کیا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے دو خطاب دیئے ہیں بشیر و نذیر یعنی میرے پیرو موجودہ اور آیندہ ہر قسم کی سچی خوشی اور دائمی راحت کے مستوجب ہوں گے اور میرے دشمن ہلاک ہونگے اس تبشیر اور انذار کو ایسے پُر زور اور تحدی آمیز الفاظ میں تبلیغ کیا کہ حیوٰۃ ظاہری دنیا تک مقصور رہنے والے انسان ظاہری اسباب کے لحاظ سے ایمان لانا تو کہاں وعدہ دہندے کو مجنوں اور خبطی کہنے کے ملزم ہوئے درحقیقت جیسے پہلا دعوٰے ظاہر بینوں کو خیال محال نظر آتا تھا۔ دوسرا اُنہیں اور بھی تعجب انگیز معلوم ہوا نذیر و ڈر سنانے والا اپنے مخالفین کو ہلاکت کی اطلاع دینے والا وہ کون قثم ابن عبداللہ محض بے سروسامان تنہا بے یار و مددگار اپنے اور بیگانے کا چھوڑا ہوا۔ کن کو۔ جنگ جو شجاع قوم کو۔ اسی لئے تو وہ ظاہری اسباب پر نگاہ کر کے بار بار کہتے ہیں وقالوا نحن اکثر اموالا واولادا وما نحن بمعذبین۔ یعنی ہم ایک بے سامان بے یار و مددگار شخص سے جو ہمیں ہلاکت کی دھمکی دیتا ہے کیونکر ذلیل اور ہلاک ہونگے۔ اللہ اللہ یہ خدا کا فعل ہے اس بیچون و چرا ذات اس غیب الغیب ہستی اس بے ند و ضد وجود نے چاہا کہ حسب تقاضا ذاتی غیب الغیب اور ورا الورا بھی رہے اور با ایں ہمہ پہچانا اور حمد کیا گیا بھی ایسا ہو جیسے اُسکی صفات کا تقاضا ہے مگر کیونکر وہ شناخت کیا گیا۔ اور کیسے ساری ستائیشوں نے اُسی کی طرف رجوع کیا اس نے اپنی پوری باجمال قدرت نفاذ ارادے، اور محیط علم کی شان دکھا کر اپنے تئیں صاف صاف دکھا دیا اور اپنی خدائی کے عرش عظیم کے آگے لا انتہا مخلوق کی گردنوں کو جھکایا اور یہ خدائی صفتیں خلیفۃ اللہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے کامل طور پر ظاہر ہوئیں اور اسی طرح ہوئیں۔ جس طرح اسم بشیر و نذیر نے اپنے واقعی مفہوم و معنی کے لحاظ سے ابتداءً دعوٰے کیا تھا پرلے درجے کی بے سامانی کے ساتھ پرلے درجے کی تبشیر و انذار کی تحدی نے ایک عرصہ دراز کی ہزاروں ناکامیابیوں دشمن کامیوں اور خرق العادۃ مصیبتوں کے بعد کامل طور پہ پورا ہو کر دکھا دیا۔ کہ وہ سب وعدہ وعید مقتدر علیم خبیر خالق السمٰوات والارض کے وعدہ وعید تھے۔

الغرض ایسی ابتدائی حالت میں جبکہ وہ رحمت کا شہزادہ فقیری کے لباس میں تنہا چار و ناچار نظر سے متکبروں کی ہنسی اور تحقیر کا نشانہ بن رہا تھا۔ مجنون۔ ابتر۔ ساحر۔ کاہن۔ شاعر اور کافر کہا جا رہا تھا۔ ایسی خوفناک حالت میں ایک برگزیدہ شخص نے اور پھر اسی کی تحریک اور نمونہ پر ایک جماعت نے اس داعی کو قبول کیا بے تذبذب دل سے اسے بشیر و نذیر مانا۔ دشمنوں کی ایذا کی حرارت

قومی سفاہت کی حرارت۔ افلاس وفقر وفاقہ کی حرارت۔ غرض ہر قسم کی آگ میں پڑنا پیارے دین اور
پیارے رسول کی خاطر گوارا کیا۔ ابھی کچھ نہ دیکھا۔ اور سب کچھ مان لیا اور وہ کر دکھایا جو سب کچھ
دیکھ لینے کے بعد بھی اس سے زیادہ متصور نہیں ہو سکتا۔ دلوں پر دلوں کے سچے ارادوں اور مخفی در مخفی
تقاضاؤں پر اطلاع رکھنے والے قادر حکیم نے چاہا کہ ان سب دکھوں کا عوض اس عالم کی فطرت اور
حیثیت کے موافق ان کو اس عالم میں بھی دے اور اسی سے اس ابدی اور مقصود بالذات عالم
مابعد الموت کی تفہیم کی راہ پیدا کرے۔ اس لئے اس نے چاہا کہ ان سب آتشوں اور حرارتوں اور دکھوں
کے عرض انکو ایسا آرام عنایت کرے جو ان دکھوں کا بالکل ضد اور ان اعمال کی اصلی فطرت کا نتیجہ
تھا۔ اسی گرم ریگستان اور وادی غیر ذی زرع میں اس وقت جبکہ پیروان رسول مقبول صلے اللہ
علیہ وسلم نمرودان عرب کے ہاتھ سے اخدود النار میں ڈالے جا رہے تھے۔ یہ وعدہ اور بشارۃ
نازل ہوئی۔ جنات تجری من تحتها الانهار اور اسی قسم کی صدہا آیتیں اور یہ سب وعدے
اس جہان میں یوں پورے ہوئے کہ شام کی ساری زمین جسے کبھی ارض مقدسہ اور کبھی بارکنا
حولہ اور کبھی بارکنا فیہا للعلمین کہا گیا تھا۔ پیروان بشیر علیہ الصلوۃ والسلام کو مرحمت
فرمائی۔ عجیب بات ہے وہ سب علاقہ اس وقت نصاریٰ کے قبضہ میں تھا۔ اس داعی کے مقابلہ
میں ظاہری ساز و سامان کی بنا پر وہ قوم ایک بادشاہ اور ذیشان قوم تھی۔ کسوقت یہ پیشگوئی ہوئی۔
اور کیونکر پوری ہوئی۔ اور کن مبارک ہاتھوں سے پوری ہوئی۔ ایک غور کرنیوالا ان سب امور
کو جو چکر خدا کو ماننے رسالت کے ماننے اور بالآخر خلافت کے ماننے کے بغیر چارہ نہیں دیکھ سکتا
توریت میں سر زمین شام کو بہشت اور وہ زمین کہا ہے۔ جہاں دودھ اور شہد کی نہریں بہتی ہیں۔
اسی کو کامل کتاب نے تکمیل اور تصدیق کرنیوالے لفظوں میں جنات تجری من تحتها الانهار
وبارکنا فیہا للعلمین کہا۔ خداتعالے نے یہ سب کچھ مسلمانوں کو بخشا اور جناب فاروق کے
ذریعہ بشیر صادق صلے اللہ علیہ وسلم کی معلق بشارت کو پورا کیا اسلیے کہ آخرت کی حقیقی جنتوں
اور مخلد آراموں کا نمونہ اور تصدیق کا کارگر آلہ ہو۔ اگرچہ قرآن کریم ایسی صدہا آیات سے معمور
ہے جو مومنوں کے ایمان اور ایمان کے نتائج وبرکات پر مشتمل ہیں۔ مگر میں خیال کرتا ہوں کہ ایک
تیز فہم کی قوت استنباط کی تحریک کے لئے اتنا کافی ہے۔ اگر کوئی سلیم الفطرت اس قسم کی تشابہ
آیات میں جو باہم پوری مظاہرت اور مطابقت رکھتی ہیں غور کریگا تو ان کو یقیناً صدیقی اور فاروقی
جماعت پر بکلی منطبق پائے گا۔ اب میں ایک اور پہلو لیتا ہوں اور تصویر کو اسکے ہر رخ سے

بے عیب دکھانا چاہتا ہوں۔ کیا یہ صحابہ نہیں شیخین سچ مچ منافق تھے؟ اس غرض کے لئے پھر
خدا تعالےٰ کے کلام کو پڑھو اس میں منافقوں کے کیا نشان قائم کئے ہیں اور ان کے اعمال کے
کیا نتائج بیان فرمائے ہیں۔ اگرچہ پہلا مذکور شدہ حصہ اپنی ضد اور عکس کی تردید کیلئے خود ہی
کافی ہے مگر اس سے صادقوں کی صداقت کی توضیح خوب ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب پاک
میں فرمایا ہے۔ المنفقون والمنفقت بعضہم من بعض یامرون بالمنکر وینہون عن
المعروف ویقبضون ایدیہم نسوا اللہ فنسیہم ۔ ان المنفقین ہم الفاسقون۔ وعد
اللہ المنفقین والمنفقت والکفار نار جہنم خالدین فیہا ہی حسبہم ولعنہم اللہ
ولہم عذاب مقیم۔ کالذین من قبلکم کانوا اشد منکم قوۃ واکثر اموالا و
اولادا فاستمتعوا بخلاقہم واستمتعتم بخلاقکم کما استمتع الذین من قبلکم
بخلاقہم وخضتم کالذی خاضوا اولئک حبطت اعمالہم فی الدنیا والاخرۃ
واولئک ہم الخسرون ۔ ترجمہ منافق مرد اور منافق عورتیں سب کی ایک چال ہے برے
کام کا حکم دیتے ہیں بھلے کام سے منع کرتے ہیں اور اپنے ہاتھوں کو بند رکھتے ہیں انہوں نے اللہ
کو چھوڑ دیا اللہ نے انکو چھوڑ دیا یقینا منافق ہی فاسق ہیں خدا نے منافق مردوں اور منافق عورتوں
اور کفار سے ابدی عذاب جہنم کا وعدہ کر رکھا ہے وہی انکو بس ہے اور خدا نے انکو اپنی رحمت
سے بعید کیا اور اُن کو دائمی عذاب ہے۔ اُن کا حال انہی لوگوں کا سا ہے جو تم سے پیشتر تھے تم سے
قوت میں زور آور تر اور مال و اولاد میں بڑھکر تھے۔ پس انہوں نے اپنا دنیاوی فایدہ اٹھالیا
اور تم نے اپنے حصہ کا فائدہ لے لیا جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں نے فایدہ اٹھایا اور تمنے بھی دین کو
ہنسی ٹھٹول سمجھا۔ جیسے کہ ان لوگوں نے سمجھا۔ ان لوگوں کے اعمال دنیا و آخرت میں ضایع ہوگئے
اور یہی لوگ خسارہ میں پڑنیوالے ہیں۔
منافقوں کی موجودہ اور آیندہ حالت اور انجام کا نقشہ دکھانے کو یہ آیات کافی ہیں۔ موجودہ
حالت جو جناب سید الانبیا علیہ الصلوۃ والسلام کے روبرو ہے یہ ہے کہ یامرون بالمنکر
وینہون عن المعروف ویقبضون ایدیہم یعنی شرارت اور فساد پھیلاتے ہیں اور دینی ضرورتوں میں
امداد نہیں کرتے۔ حقیقت میں بہت بڑا ثبوت انسان کے اخلاص کا انفاق مال ہے ظاہری عبادات میں
سرگرمی دکھا کر ایک شخص بڑے پکے عابد کا جامہ پہن سکتا ہے مگر مختلف اوقات کے چندے اسکے اخلاص و نفاق کی تمیز
کر دیتے ہیں کہ منافق کے [illegible] پر فتن وقت میں جبکہ نو مسلموں پر ظلم شروع ہوا تھا زور دیتے [illegible]

مسکینوں اور غلاموں پر جنہوں نے دائمی سنت کے موافق مذہب جدید کا بہت بڑا فیض حاصل کیا بے روک ٹوک آفتیں برسنے لگیں مارے جاتے۔ جلتے ہوئے پتھروں سے باندھی جاتے اور دھوپ میں لٹائے جاتے اور اس قسم کی اور سختیاں ان سے برتی جاتیں۔ ایسے کثیر غلاموں کو جناب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے زر کثیر فدیہ دیکر خریدا۔ انہیں کیوں ایذا دیجاتی تھی اسلئے کہ وہ مسلمان ہوگئے تھے۔ صدیق رضی اللہ عنہ نے کیوں اُنپر ترس کھایا اسلئے کہ وہ حامی اسلام و مسلمین تھے۔ چالیس ہزار کے قریب روپیہ ایسی دینی ضرورتوں کے لئے جناب صدیق نے خرچ کیا۔ حضرت بلال جیسا نامی موذن جس سے اسلام کا بچہ بچہ اپنے باپ دادوں کے نام سے بھی زیادہ واقف ہے۔ حضرت صدیق کے احسان کا بہت بڑا مرہون ہے۔ مکہ میں بہت بڑے بڑے نامی گرامی آدمی حضرت ابو بکر رضہ کی وجاہت اور وقعت کی تاثیر سے ایمان میں داخل ہوئے الغرض مکہ معظمہ میں جناب ابو بکر نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور بسط ید کا جو ثبوت دیا یہ اسکا ایک کرشمہ ہے اب مدینہ میں چلکر دیکھو بڑے بڑے خطرناک غزوں اُحد وغیرہ کے پیش آنے پر اس فیاض جوانمرد نے گھر کا سارا اثاثہ لالاکر اپنے سید و مولیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں رکھدیا۔ آپ کی نظیر میں جناب فاروق نے آدھا اثاثہ اور کسی نے کسیقدر اور کسی نے کچھ عرض کیا۔ اور بہتوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا کا پروانہ حاصل کیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی دولت نے جو بہت بڑے تاجر تھے اسلام کو بہت دفعہ سخت خطروں سے بچایا۔ ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے جیش العسرہ کی امداد اور آراستگی سے قیامت تک وسیع حوصلگی اور سچی خدمتگذاری اسلام کا نمونہ باقی چھوڑا۔

جہاد فی اللہ کی حقیقت کیا ہے یہی کہ جیسی جیسی ضرورت دین کو پیش آوے۔ اسکی مدد کیجائے۔ مال کے بغیر کبھی سامانِ جنگ بہم پہنچ سکتا ہی؟ اونٹ درکار تھے۔ گھوڑے درکار تھے۔ اسلحہ جنگ درکار تھے۔ خدا تعالیٰ سے ڈر کر غور کرو۔ کن لوگوں کے اندوختوں نے ان سب بوجھوں کے ہلکا کرنے کی ذمہ داری لی۔ کنہوں نے اپنی آیندہ کی تجارتی اُمیدوں کا کچھ بھی لحاظ نہ کرکے سموچے راس المال اپنی آقا کے خوش کرنیکو خرچ کردیئے۔ ناانصافی ہوگی اگر میں اس مد میں یعنی امداد دین کے تذکرہ میں جناب علی رضہ کا ذکر نہ کروں لاریب آپکے مدارج انسانی فہم کے احاطہ سے باہر ہیں آپکا محاربات میں شجاعانہ لڑنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سپہ سالاری کے علم کے نیچے شیر خدا کا سچی بہادری دکھانا۔ جناب شیخین رضی اللہ عنہما کے اقتدار اور کمینڈ میں جیدبا کردار کا

بہادر سپاہی بن کر ظاہر ہونا یہ ایسے کارنامے ہیں جنہیں کوئی چھپا نہیں سکتا۔ یہ سچ ہے کہ حضرت علیؓ مال و دولت کے لحاظ سے سخت مفلس تھے۔ اسوقت تک بھی جبکہ جنابہ بتول رضی اللہ عنہا سے آپکا نکاح ٹھہرا تھا افلاس اور بے سامانی نے آپکا ساتھ نہ چھوڑا تھا۔ مگر جو کچھ انہیں دیا گیا تھا اس سے کبھی دریغ نہ کیا یعنی زور اور طاقت کو جہاں موقعہ ملا خرچ کیا اور خوب خرچ کیا۔ مگر جہاں جناب علی رضی اللہ عنہ کی تیغ زنی کا ذکر بڑے شد و مد سے کیا جاتا اور قتل کفار سے انہیں بڑے شکریہ کا مستحق سمجھا جاتا ہے کسقدر ناسپاسی اور حق پوشی ہے کہ اس قوم کا کوئی شکریہ ادا نہیں کیا جاتا۔ جنہوں نے ایک طرف تو مالی امداد سے فوج اسلام کو لڑنے کے قابل بنایا اور دوسری طرف محاربات میں اپنی جانوں کو پیش کرنے سے بھی کوتاہی نہ کی دوہرے ثواب کے مستحق باوجود اتنی جان توڑ کوششوں کے جو حمایت اسلام میں کیں گندے سے گندے القاب کے مستوجب سمجھے جاتے ہیں۔ مگر ہزار شکر ہے کہ کسی ناقدر شناس کی کوشش انکے حقوق کو ضائع نہیں کر سکتی۔ خدائے علیم شکور فرماتا ہے۔ لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح و قاتل اولئک اعظم درجة من الذین انفقوا من بعد و قاتلوا۔ یعنی فتح مکہ سے پہلے جن لوگوں نے اموال خرچ کئے اور جنگ کی۔ بعد الفتح خرچ اور جنگ کرنیوالے ان سے فضیلت اور درجہ میں برابری نہیں کر سکتے کتب سیر کے پڑھنے والے جانتے ہیں کہ فتح مکہ سے قبل اسلام کی اور اعدائے اسلام کی کیا حالت تھی اور اس عظیم اور بارعب شہر کے قبضہ اسلام میں آجانے کے بعد عموماً ساری قوموں اور مخصوصاً مکہ معظمہ کو مرجع امید و بیم ماننے والی قوموں کے نزدیک اسلام کی کیا حالت ثابت ہوگئی سو ان تاریک اوقات میں جبکہ امیدیں کبھی کوئی یونہی سی جھلک دکھا جاتی تھیں وہ کون لوگ ہیں جنہوں نے انفقوا و قاتلوا کا خطاب پایا وہ کون مرد میدان ہیں جو دونوں ہالیاں لیکر نہ صرف بندوں کی بلکہ رب العباد کی آفرین اور انعام کا مورد ٹھہرے نہ صرف انسانی غیر معصوم تاریخ میں تعریف و تمجید سے لکھے گئے بلکہ معصوم اور مقدس تاریخ یعنے قرآن مجید میں مذکور ہوئے۔

میں نے پہلے بیان کیا تھا کہ جنگ کرنا یا اپنی جان کو خطرہ میں پیش کر دینا اگرچہ بڑی تعریف کے قابل اور ضروری بات ہے۔ مگر انفاق مال یعنی مجاہدین یا فوج کی سب قسم کی ضرورتوں کو بہم پہنچا کر ان کو لڑنے کے قابل بنانا مقدم اور سب سے زیادہ ضروری ہے۔ ایک شخص جان پیش کرنیوالا اپنے ایک نفس کو پیش کرتا ہے اور بیشک قابل قدر ہے۔ مگر سامان جنگ مہیا کر دینے والا ہزاروں جانوں کو جرأت و قوت دلاتا اور پیش کرتا ہے۔ الحمد للہ کہ خود کلام مجید اس بیان کی تائید کرتا

ہے قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ نے انفقوا کو کیوں مقدم رکھا ہے۔ اس بلاغت نظام اور حکمت العلیم
کلام کی ترتیب تقدیم وتاخیر الفاظ میں بھی ہزاروں حکمتیں مرکوز رکھتی ہے۔ انفقوا کی تقدیم
قاتلوا پر صاف ناطق ہے کہ یہ کسی آیندہ کی نزاع کے فیصلے کے لئے ہے۔ اللہ تعالےٰ جانتا تھا کہ
انسانی تاریخوں کی بناپر جو اطرا۔ تعصب اور ناروا طرفداری کے رنگ سے بکلی مبرا ہونے کا دعویٰ
نہیں کرسکتیں۔ ایک قوم (روافض) جناب علی کو بڑے بڑے جنگی افسانوں کا ہیرو بنا کر اور ایک
معبود کی طرح مان کر دیگر خدام اسلام کی حقیقی کوششوں کا انکار کریں گے۔ یہ خدائے حکیم کا فیصلہ
ہے۔ قومی تواتر اور دشمن اور دوست کی روایتی اور تاریخی کتابیں بالاتفاق گواہی دیتی ہیں کہ جناب
صدیقؓ جناب عمرؓ اور جناب عثمان رضی اللہ عنہم امداد مالی وغیرہ دین میں وہ نمونے ہیں کہ قبل اور بعد کبھی
بھی کوئی اُن کا نظیر پیدا نہیں ہو سکا اور بعد وفات جناب رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے اگر کسی
نے تمول حاصل کیا یا غنی کہلایا۔ یا بڑا فیاض اور کریم بنا تو انہی مردان خدا کی بیرونی فتوحات کے
کمائی ہوئی دولت کے سبب سے۔ بہرحال یہ طے شدہ بات ہے کہ حضرت علیؓ پہلی شق میں تو کسی طرح
بھی داخل نہیں ہیں اور غالباً یہی وجہ ہے انکی اپنی جان کو سخت خطروں میں بڑے زور اور شجاعت سے
پیش کرنیکی کہ انفاق مال اگر نہیں ہو سکا تو جان دیکر ہی فہرست عشاق میں منسلک ہو سکیں
لاریب خدا تعالیٰ نے انکی سعی کو مشکور کیا اور کلا وعد اللہ الحسنیٰ نے اسپر مُہر لگادی۔

الغرض تیسرا نشان جسے اُن دو نشانوں کا (امر بالمنکر نہی عن المعروف اور قبض ید) نتیجہ سمجھنا
چاہئے۔ ان آیات میں خلود نار جہنم لعنت اور عذاب مقیم ہے۔ عذاب مقیم ایک باطنی شئے ہے اور کبھی
ظاہری صورت میں بھی نمودار ہو جاتا ہے۔ خلود نار جہنم بھی اکمل طور پر اس دوسرے عالم کی سزا ہے
مگر لعنت الٰہی کتابوں کی اصطلاح میں اس دنیا کی کامل رسوائی۔ فضیحت۔ پرلے درجہ کا ذلیل و خوار
ہونا۔ طاقتوروں کا حلقہ بگوش ہونا۔ ذاتی حقوق سے۔ قومی حقوق سے بکلی محروم ہو جانا غرض سب کچھ
کہو کہ غالب اور قوی اعداء سے ماریں کھانا اور انکا ماتحت کہلا کر ہر وقت انکا دست نگر رہنا ہے
یہی معنی لعنت کے۔ پاک کتابوں کے محاورہ میں لعن الذین کفروا من بنی اسرائیل علی
لسان داؤد و عیسیٰ بن مریم۔ پھر اس کی تائید میں دوسرے لفظوں میں پڑھ لو وضربت
علیہم الذلۃ والمسکنۃ وباءو بغضب من اللہ اور اس کی زندہ اور سچی تفسیر ان لعنتوں
کی مورد قوم (یہود) راستبازوں کو گال دینے والی ستانے والی اور ان کو قتل کرنیوالی قوم کی تاریخ
پڑھکر دیکھ لو۔ کہ ان بد افعالیوں نے انکی حمیت وعصبیت کے ناک پر مٹی ڈال کر ان کو

غیر قوموں کا غلام اور غلامی کی ساری لعنتوں اور ذلتوں کا ہدف بنا رکھا ہے۔

پھر کیا شیخین (رضی اللہ عنہما) "منافق" تھے اور وہ دنیا سے "با ایمان نہیں" اُٹھے؟ خدا تعالےٰ کی بے لوث کلام کو حکم بناؤ۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں تو جیسے اُن کی کامیابی تھی ظاہر ہے کوئی قومی متفق تاریخ نہیں دکھا سکتی کہ کبھی وہ آپ کے سامنے اس ناپاک الزام سے ملزم اور متہم ہوئے۔ بلکہ سیاہ دل اور بیرحم دشمن بھی انکی جلی خوبیوں اور محامد سے انکار کرنیکے قابل نہ ہوکر اور چند جھوٹے خود تراشیدہ واقعات کی مفروضیت کی بنا پر جن کا وقوع بعد از وفات آں جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم بتاتے ہیں آخر اتنا ماننے پر مجبور ہوئے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں وہ با ایمان اور مخلص رہے مگر پھر ویسے نہ رہے چنانچہ یہ فقرہ اس گندے اشتہار کا (حضرت ابو بکر رضہ و عمر رضہ کا دنیا سے با ایمان جانا ثابت نہیں ہوتا) انکی دلی بیقراری اور اس شعور کو ظاہر کرتا ہے کہ وہ ایک عرصۂ دراز تک انکا ایمان پر رہنا مانتے ہیں۔ مگر خدا کا کلام اور واقعات کیا شہادت دیتے ہیں۔ اُنہوں نے خدا تعالےٰ کے وعدہ استخلاف سے سب سے پہلے اور سب سے بڑا حصہ لیا۔ جب خدا تعالےٰ کا مہاجرین سے حتمی وعدہ تھا۔ اور یہ وعدہ اعمال صالحہ سے مشروط تھا۔ کہ وہ ضرور ضرور انکو موسوی خلفا کی طرح تمام پاک زمینوں کا وارث بنائے گا۔ نہایت ضروری اور مناسب تھا کہ ایک عالم کو خطرناک اشتباہ و التباس سے بچانے کے لئے اس پاک وعدہ کا وارث انہیں ہرگز نہ بناتا۔ اور جو خدا اور اُسکے ملاء اعلےٰ پر شیخین رض کا اتنا ہی رعب غالب آگیا تھا۔ کہ اُنکا بادشاہ بنانا لابدی تھا تو بارے اُنکا نمبر ہی ذرا پیچھے ہٹا دیا۔ اتنا تو آجکل کے یونیورسٹیوں کے رجسٹرار بھی کہہ سکتے ہیں۔ استخلاف کا وعدہ پورا ہونا دوسرے لفظوں میں اس برکت کا پورا ہونا ہے۔ جسکو توریت میں برکت دونگا سے تعبیر کیا ہے۔ اور قرآن مجید میں رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ سے واضح کیا گیا ہے۔ یہ برکت اور رضا ضد تام ہے اُس لعنت اور مقت کی جو کفار اور منافقین کے حق میں دین و دنیا کے خسارے کا موجب ہوا کی ہے۔ قوم میں بڑا اختلاف ہوا ہے اور عمیق فہم نہ رکھنے والے بعض تذبذب میں اور بعض صاف کہتے رہے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خلافت کا فیصلہ کرکے اس عالم سے نہیں اُٹھے۔ اُنکے نزدیک اُس حکم رسول نے اور ہزاروں اختلاف مٹائے اور آئندہ کے ہزاروں محتمل اختلافوں کے مٹانے کی راہیں کھولدیں مگر اس دل کو کپکپا دینے والی نزاع کا کوئی فیصلہ نہیں کیا۔ اور گویا کچھ بھی نہیں کیا۔ مجھے ہمیشہ سے انکے اس فہم پر بھی تعجب ہے۔ کہ وہ رسول اللہ

صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس فیصلہ کے اُمیدوار رہے ہیں۔ یعنی وہ چاہتے تھے کہ یہ فیصلہ ان کو انسانوں کے ہاتھوں کی متداول متبدل اور تعصبات کی رنگین روایتوں کی معرفت ملتا اور پھر بھی کوئی قطعی فیصلہ نہ ہوتا۔ اگر ایک فریق کے لئے ہوتا تو دوسرے کے لئے نہ ہوتا۔ کیا یہ مسئلہ خلافت جھوٹا اور ناقابل التفات مسئلہ تھا۔ اسکی عملی حالت نے یعنی ایک خوفناک تفرقہ امت نے صاف دکھا دیا ہے کہ بڑا اہم مسئلہ تھا۔ یہ تو خدا تعالے کا ہی حق تھا کہ مکمل کتاب میں اس مسئلہ کا فیصلہ اور تکمیل کرتا چنانچہ لیستخلفنھم سے قولی طور پر اور اُنکو خلیفہ بنا کر اور ہزاروں میں سے اُنہی کو انتخاب فرمایا کر اپنے اس ارادے اور وعدے کا فعلی ثبوت بھی دیدیا۔ یاد رکھنا چاہیے کہ دُنیوی بادشاہی پر کسی ذریعہ سے پہونچ جانا اَور بات ہے مگر حسب وعدہ باریتعالیٰ موعود بادشاہ ہونا اَور ہے یہ خلافت پر نص جلی ہے۔ خدا تعالے کے کلام کو خدا تعالےٰ کے کام نے مفسر اور واضح کر دیا۔ یا یُوں کہو کہ خدا کا فعل یا قول دونوں ملکر یکساں اسپر گواہ ہیں۔ فماذا بعد الحق الا الضلال۔ فبای حدیث بعد اللہ وایاتہ یومنون۔

مَیں پھر حیران ہوں کہ خدا تعالےٰ کے کلام اور فعل کے اسقدر بیّن ثبوت اور فیصلہ کے بعد کیونکر لوگوں کو اتنا کہنے کی جرأت ہوئی کہ حضور سید العالم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس مسئلہ کا کوئی بھی فیصلہ نہیں کیا۔ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ قرآن کریم کو۔ قرآن کریم کے دقائق کو جاننے والے تھے وہ خوب جانتے تھے کہ محفوظ اور نافذ الحکم کتاب فیصلہ کر چکی ہے۔ خدا کا واسطہ ہوتے انہیں کیا ضرورت تھی۔ کہ انسانی مشکوک ذریعوں سے اس امر کی نداعالم میں کریں۔

خم غدیر پر من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔ سید المعصومین صلی اللہ علیہ وسلم کے مونھ سے نکلا ہوا بیان کیا جاتا ہے۔ شیعہ نے ڈوبتے کو تنکے کا سہارا اسپر بڑا غوغا برپا کیا ہے۔ ہزاروں ورق ناکامیاب کوششوں میں سیاہ کر ڈالے ہیں اَور بھی بعض بعض اس قسم کے فقرے فرضی علیؓ کے خیالی حق کے اثبات میں قبلہ ہمت بنائے ہیں۔ مگر کیوں سب سے پہلے خدا تعالےٰ کے محفوظ اور معصوم کلام اور خدا تعالےٰ کے غیر متبدل قانون قدرت یعنی فعل پر نظر مار کر دیکھ نہ لیا۔ قرآن کریم کی تعریف میں صاف صاف آچکا ہے۔ انزل الیک الکتاب مفصلا اور لیحکم بین الناس فیما اختلفوا فیہ۔ اور کتاب احکمت ایاتہ ثم فصلت من لدن حکیم خبیر۔ یعنی خدا تعالےٰ نے قرآن کریم کو کتاب مفصل اُتارا ہے کہ گذشتہ اور آیندہ سارے اختلافوں کا

فیصلہ کرنیوالا ہو۔ اس کتاب کے احکام اور پیشگوئیاں اور اسکے نتائج سب حکمت پر مبنی ہیں اور دین کے تمام مسائل مہمہ اور اصول ضروریہ اس میں واضح کیئے گئے ہیں اور ضرور تہا کہ یہ کتاب کامل ہی ہو اسلیئے کہ یہ حکیم خبیر کیطرف سے ہے۔ الغرض جب خدا تعالےٰ کے کلام اور فعل نے دھکے دیئے اور ذلیل اور سیاہ رُو ہو کر ادھر سے ہٹے تو انسانی روایتوں اور وہ بھی محتمل المعانی اور اِدھر اُدھر کے افسانوں سے استدلال شروع کیا۔ فاضلہم اللّٰہ واحبط اعمالہم۔ اے رحمان رحیم خوف و خشیت والے دل حق کو دیکھنے والی آنکھیں پیدا کر کہ اس صاف بات کو دیکھیں و سمجھیں

آخری نشان منافقوں کا ان آیات میں یہ ہے۔ اولئک حبطت اعمالہم فی الدنیا والآخرۃ و اولئک ہم الخاسرون۔ الدنیا اور الآخرۃ میں بغور تدبر کرنیسے معلوم ہوتا ہے کہ علاوہ آیت کے مشہور معنوں کے اسکا یہ مطلب بھی ہے کہ الدنیا یعنی موجود اور قریب عہد میں بھی جس سے مراد حضرت رسول مقبول صلی اللّٰہ علیہ وسلم کا عہد سعادت مہد ہے۔ انکے اعمال اور انکی کوششیں رائگاں گئیں اور الآخرۃ یعنی اسکے پیچھے آنیوالی حالت میں بھی جس سے آپکی وفات کے بعد کا زمانہ مراد ہے انکے اعمال اور ساری کوششیں اکارت ہوئیں۔ قرآن کریم سے اور قرآن کریم کی تصدیق میں روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ مدینہ طیبہ میں منافقین نے اسلام کی تباہی کے لئے کیا کیا تدبیریں سوچیں اور منصوبے باندھے۔ مسلمان بنے رہے۔ نمازوں میں شامل ہوتے رہے اور اس شمولیت کو سادہ اعتقاد مسلمانوں کے بہکانے کا موثر قوی آلہ بناتے رہے۔ یہود سے سازشیں کرتے کفار سے ریشہ دوانیاں کرتے اور جو کہ بظاہر مسلمان تھے کبھی کبھی کوئی دین کا خفیف کام بھی کر دیتے۔ مگر آخر کار کچھ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت ذلیل و رسوا ہوئے اور کچھ انجام کار فتنہ ارتداد کیوقت تباہ و برباد ہوئے۔ بہر حال ہمیں کسی روایت اور تاریخ کی طرف رجوع لانے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ کتاب کریم فرماتی ہے۔ ان کے سارے اعمال بیفائدہ اور بے نتیجہ گئے اور انکے سارے نفع کی امیدوں نے زیان اور خسارہ اٹھایا۔

اب غور کرو کیا شیخین رضی اللّٰہ عنہما اس خوفناک وعید کے مصداق ہوئے حبط اعمال اور خسارہ کے یہی معنی ہیں کہ آنحضرت صلے اللّٰہ علیہ وسلم کی زندگی میں بھی مکرم محترم اور مقرب اور سب پر غالب و محیط رہنا اور بعد وفات آنجناب کے مقتدر بادشاہ بن جانا۔ شیعہ کہتے ہیں چونکہ انکا رعب داب اور اقتدار بہت بڑا تھا اسلیئے آنحضرت صلے اللّٰہ علیہ وسلم بھی اُن کا ظاہری پاس کرتے تھے۔ اور حضرت علی بھی محض تقیۃً اُنکی ہر قسم کی رعایت رکھتے تھے۔ بہت اچھا یہ تو

ثابت ہو گیا کہ موجودہ وقت میں ان کا اعزاز و اکرام جیسا چاہیے ویسا تہا۔ اور انجام کار تو عیاں ہی ہے کسی گواہی کی اسکے لئے کوئی ضرورت نہیں۔ افسوس غور نہیں کیا جاتا۔ خدا تعالیٰ جن لوگوں کی نسبت کہے۔ حبطت اعمالہم فی الدنیا والاخرہ پھر وہ کبھی کسی نوع کی کامیابی حاصل کر سکتے ہیں۔ یاد رکھو! جس طرح لیستخلفنہم اللہ تعالیٰ کی طرف سے برکت کا وعدہ تھا ویسا ہی حبطت اعمالہم لعنت کا وعید تہا اور ضرور تہا کہ خدا تعالیٰ کے حتمی وعدہ وعید پورے ہوں اور وہ پورے ہوئے اب بولو اور خدا کے لئے بولو برکت اور وعید کے وارث کون ہوئے اور حبط اعمال اور لعنت کے وعید کے مورد کون ہوئے۔ اگر شیعہ راستی پر ہیں کہ حضرت علیؓ کے اعمال اور حقوق چاہتے تھے کہ خلیفہ اول یا خلیفہ مطلق وہی ہوں اور آخر وہ غاصبوں کے اقتدار سے رضا بقضا ہو کر قریب پچیس برس تک جلتے بھنتے کڑھتے اور سر دھنتے رہے تو مجھے ڈر لگتا ہے کہ شیعوں کا فرضی علیؓ جسکو وہ کیا کیا بنا بیٹھے ہیں۔ حبط اعمال اور خسران والے گروہ میں سب سے پہلے داخل سمجھا جائیگا۔ اور وہ تھوڑی سی سلطنت جو قلیل وقت کے لئے اُسے میسر آئی نفاق کا الزام اسپر سے مٹا نہ سکے گی۔ کیونکہ نفاق کیحالت میں کوئی ذرا سا اچھا کام جو وہ کر گزرا تھا۔ اسلئے ایک ردی اور آخری نمبر میں پاس کا مستحق سمجھا گیا۔ مگر شومی نفاق سے وہ خلافت بھی ہر طرف کے فتنوں اور فسادوں اور دبے ہوئے اور عمری سطوت سے مغلوب ہوئے ہوئے دشمنان دین کی سرکشیوں کی ترکتازی کا میدان بن کر اسلام کے ضعف اور تباہی کا باعث ہوئی۔ تعجب کی بات ہے کہ خلفائے ثلاثہ کے وقت بیرونی فتوحات کا دروازہ بڑی شان اور کامیابی سے کھلا رہا اور برابر یدخلون فی دین اللہ افواجاً کی تصدیق ہوتی رہی۔ مگر یہ پچھلا وقت ایسا نحوست کا وقت آیا کہ بیرونی فتوحات کا تو کیا ذکر پچھلے بزرگوں کے اندوختہ کو سنبھالنا مشکل ہو گیا۔ سلطنت پارہ پارہ ہو گئی۔ شام کی موعود اور مبارک زمین جسکی نسبت خدا تعالیٰ کا کلام بشارت دے چکا تھا۔ ان الارض یرثہا عبادی الصالحون مدینہ کی خلافت کے قبضہ سے باہر نکل گئی۔ غرض گھر میں ہی وہ اندھیر مچا کہ الاماں۔ پھر اسپر مزید یہ کہ شیعوں کے دوسرے معبود آخر اس رہی سہی کے بھی نا قابل ثابت ہو کر شیعوں کے مذاق پر نہایت ناروا طریق اور بزدلی سے مگر حق پسندوں کے نزدیک نہایت دور اندیشی اور نیک نیتی سے اس شخص سے مصالحہ و مسالمہ کرتے ہیں جو زمین موعودہ کا وارث ہوا تھا۔ اور سب سے زیادہ مصیبت یہ کہ وہ بڑے معبود بھی جنہیں دنیا کا کفارہ مانا جاتا ہے۔ چنانچہ ایک برگزیدہ احمق اس زمانہ کے بعض نالائقوں کا ریفارمر

لکھتا ہے۔ "اگر حسینؓ اُمت کے لئے کفارہ نہ ہوتے تو خدا جانے اُمت کا کیا حال ہوتا۔" الغرض وہ خدا کے بیٹے یا خدا کے نواسے (شیعوں کے اعتقاد کے مذاق پر) بھی ہزاروں ناکامیوں اور جوانا مرگیوں کی ناشادیوں سے اپنے اعمال کا کچھ بھی ثمرہ نہ دیکھکر یا یوں صاف کہو حابطۃ الاعمال اور خاسر اس دار ناپائدار سے رخصت ہوئے۔

اب میں شیعوں سے پوچھتا ہوں ذرا انصاف کر کے جواب دیں کہ قرآن کریم کی اصطلاح کے موافق مشاہدہ سے واقعات حقہ کی شہادت سے وہ کون فریق ہے جنکے اعمال حبط ہوئے وہ کونسا گروہ ہے جنپر ذلت اور تباہی کی مار پڑی۔ افسوس ایسے مذہب پر اور لعنت ایسے مشرب پر جو اپنے بیگانے سب کو یکساں لعنتی جہنمی کافر مغضوب علیہم اور منافق اور خائب وخاسر بنائے دیکھو اور غور دیکھو۔ شیخینؓ کی عداوت تمہیں کہاں کہاں تک پہنچاتی ہے اور انکو رد کرنے سے تمہارا سارا تار و پود کیسا پاش پاش ہو جاتا ہے۔ وہ جنہیں تم تاریکی کا شیطان ثابت کرنا چاہتے ہو وہ کیونکر روشنی کے فرشتے ثابت ہوتے ہیں۔ نہ انسانی من گھڑت روایتوں اور منصوبوں سے بلکہ خدا تعالیٰ کے صادق کلام سے اور خدا تعالیٰ کے غیر متبدل کام سے۔ مگر جنہیں تم خدا کا کنبہ ثابت کرتے ہو انہیں کلام اور کام اور خود تمہارے اعتقاد کے نتائج سارے کے سارے کہیں کا بھی نہیں چھوڑتے آؤ توبہ کرو ایسے فاسد اعتقاد سے جسکا نتیجہ اسقدر خبث اور شر ہیں اور شرح صدر سے ایمان لاؤ ان پر جنہیں خدا نے ازل سے چنا۔ دنیا میں ان سے وعدہ کیا اور پورا کیا اور اخروی لازوال انعامات کا ثبوت دینے کیلئے معنا کی مبارک خلعت انہیں پہنائی اور یہ وہی معیت ہے جو اس نے ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ہم محسنون میں اور اننی معکما اسمع واری میں اور ان معی ربی سیھدین اور اولئک مع الذین انعم اللہ علیہم میں یاد دلائی اور صراط الذین انعمت علیہم میں ہر روز اسکی درخواست سکھائی ہے آؤ صدق دل سے مانو ان برگزیدوں کو جنکے اقتدار نے قیصر و کسریٰ کے تخت اُولٹ دیئے۔ جنکے زور آور ہاتھوں نے ھلک کسریٰ فلا کسریٰ بعدہ وھلک قیصر فلا قیصر بعدہ کی پیشگوئی کو پورا کیا اور نبی صادق صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنے اعمال سے سچا کر دکھایا۔ انکار مت کرو ایسا نہ ہو کافر نعمت اور نمکحرام کہلاؤ اسلئے کہ بہت عرصہ تک تمہاری وہ مقدس جماعت یا خدا کا عزیز گھرانا انہی کی لوٹ مار کی کمائی سے پیٹ پالتا رہا ہے انہی کے جود و کرم کا عطیہ وہ ملک یمین ہیں جو تمہارے آسمانی خاندان کی ماں بنتی ہیں۔ بالآخر مجھے منافقوں اور مومنوں میں تمیز کے لئے ایک آیت سنانی باقی ہے قال اللہ تعالیٰ و

لله العزة ولرسوله وللمومنين ولکن المنفقين لا يعلمون۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے غلبہ اور کامیابی سدا اللہ اور رسول اور مومنین کے لئے ہے۔ لیکن منافق اس کو نہیں جانتے۔ یعنی وہ اپنے لئے غلبہ اور فتح تجویز کرتے ہیں۔ مگر یہ کبھی نہوگا بلکہ منافق سدا ذلیل اور خوار رہیں گے اس آیت نے تو صاف فیصلہ کر دیا۔ مومنین کو تکلم میں اللہ اور رسول کے بعد اور ساتھ ذکر فرما کر خدا تعالےٰ نے اشتہار دیدیا۔ کہ جن مومنوں کو غلبہ نصرت فتح کامیابی اور استیلاء علی الکل نصیب ہو اوہی درحقیقت اعلےٰ اور اولےٰ جلالی اور جمالی دونوں طریق پر اللہ اور رسول کے ظل اور خلیفے ہیں فالحمد للہ ثم الحمد للہ علی ذالک مجھے یقین ہے کہ میں خدا تعالےٰ کے کلام اور کام دونوں سے تسلی بخش ثبوت دے چکا ہوں کہ شیخین یعنی ابوبکر صدیق رض اور عمر فاروق رض (سلام اللہ وملئکتہ والمومنین علیہما وعلےٰ من اتبعہما باحسان) مومن۔ صالح۔ مہدی۔ تواب۔ اداب۔ اواہ۔ مصطفےٰ۔ خبیر۔ بر۔ ذوالاید حلیم۔ رحیم۔ منصور۔ موید۔ محسن۔ غرض ان سب صفات وعلامات سے متصف اور متسم تھے جو مومنین کاملین کی نسبت کلام اللہ الکریم میں مذکور ہوئی ہیں اور اسکے ساتھ میں کافی طور پر خدا تعالےٰ کی تائید اور اذن سے انکی تطہیر بیان کر چکا ہوں۔ ان رذایل اور ذمائم سے جو منافقوں۔ کافروں۔ مشرکوں ظالموں۔ مرتدوں اور ان کے ہمرنگوں کی نسبت فرقان مجید نے بیان فرمائے ہیں۔ اگر میں دونوں شقوں کے مناسب حال کثیر اور متظاہر آیات لاتا اور انکی تفسیر کرتا تو ایک ضخیم کتاب بن جاتی۔ میرا اعتقاد ہے کہ یہ چند امر جو میں نے ذکر کئے ہیں بطور اصول یا کلید باب کے ہیں اور اس سے دوسری ہمرنگ آیات اور واقعات سے استدلال و استنباط کی ایک راہ کھلگئی ہے۔

آخر میں تتمیم کلام کے لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ فاروق اعظم رض کے ان مساعی جمیلہ کا مختصراً ذکر کروں۔ جو اشاعت وحمایت اسلام میں اُن سے ظہور میں آئیں۔ شاید میرے اس دعویٰ سے کوئی منتظر ہوگا کہ میں آپ کی ساری قابل قدر لائف گو اجمالاً ہی بیان کرونگا یا میں ان بیش قیمت قواعد اور اصول کا ذکر کرونگا۔ جو نظام وبقائے سلطنت عرب اور تائید اسلام کیلئے جناب فاروق نے ایجاد کیے اور جنہیں دیکھکر آج بڑے بڑے پولیٹیشن حیران ہوتے ہیں۔ میں فقط گبن مورخ کی تاریخ سے ایک دو فقرے نقل کرنے پر اکتفا کرونگا۔ گبن لکھتا ہے۔ کہ حضرت عمر رض کے عہد خلافت میں

له۔ میں نے ارادہ کیا ہے اور خدا سے چاہتا ہوں کہ مجھے توفیق دے کہ جناب فاروق رض کی لائف جو امام طبری نے لکھی ہے۔ اس کا ترجمہ کروں۔ اس سے وہ کسر جو جناب شبلی کے الفاروق میں رہ گئی ہے پوری ہوجائیگی۔

مسلمانوں نے چھتیس ہزار شہر اور قلعے فتح کئے۔ چار ہزار گرجے اور دیگر کفار کے معبد مسمار کیئے اور اقامۃ صلوٰۃ کے لئے چودہ سو مسجدیں بنائیں۔ اُن میں سے بڑے بڑے گرامی اور نامی ملک یہ ہیں۔ شیر یا مصر۔ افریقہ تا بحر ظلمات۔ آذربائیجان۔ آرمینیا۔ عراق۔ عرب۔ ایران۔ خراسان۔ ماوراء النہر ترکستان۔ افغانستان کے مشرقی حصے۔

غور کرو ان فتوحات سے اسلام کو فایدہ پہونچا یا ضرر پہونچا۔ حضرت عمرؓ نے ایک مقتدر فاتح کے رنگ میں جبکہ باطن کے واقعی مخفیات کے نکال سکنے کا موقعہ پایا۔ عیاشی فسق و فجور۔ ہتک حرمات اللہ اور اہانت حدود اللہ کا چرچا پھیلایا یا اسلام اور مقصد اسلام کو حیرت انگیز وسعت اور تقویت دی۔ مردوں کے کارناموں کی قدر دان قومیں خفیف خفیف سی قومی کاموں کے بدلے قومی خیر خواہوں اور جان نثاروں کے شکریہ کے کیا کیا طریق نکالتے ہیں۔ اُنکی یادگاریں قایم کرتے ہیں اور اس شکر میں روا نہیں رکھتے کہ آیندہ نسلوں کی یاد سے انکے نام اور کام مٹ جائیں۔ حضرت رسولکریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اگر تیرے سبب سے ایک شخص ہدایت پا جائے تو تیرے لئے ہر قیمتی چیز سے بہتر ہے اللہ تعالے امرون بالمعروف اور ناھون عن المنکر اور دعاۃ الی الخیر کی جو فضیلت بیان فرماتا ہے ظاہر ہی ہے۔

اب بتاؤ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نزدیک تمام سچے مسلمان کے نزدیک فوق الفوق مدح اور شکر کے لائق ہیں یا ہزار ہزار تبرے اور ناپاک سے ناپاک گالیوں کے لائق ہیں کہ کیوں اسلام اور مقاصد اسلام کی اسقدر تائید کی۔ اگر یہ ثابت ہوتا تو الزام کے قابل بات تھی۔ کہ جناب صدیق اور آپکے سچے ہمرنگ تبیع فاروق رضی اللہ عنہما نے یہود سے بلکہ نصاریٰ سے گانٹھ کر اور مشرکین عرب سے منصوبہ ملا کر فلاں مقصد اسلام کی تخریب میں کوشش کی۔ مساجد کو منہدم کیا۔ صلوٰۃ کی اقامت کو موقوف کیا اور تمام شعائر اللہ کی ناگفتنی بے حرمتی کی۔ قرآن کریم کو دنیا سے نابود کرنیکی فکر کی۔ اور دشمن کو اس وقت تک اپنی کوششوں میں اپنے آپ کو کامیاب نہیں سمجھنا چاہیے تھا۔ جب تک وہ خدا تعالیٰ اور رسالت کی اصل منشاء و مقصد کے خلاف انکے اعمال ثابت نہ کرلیتا۔ خدا تعالےٰ کا کلام اور کام تو انکو امام المتقین خیر المحسنین اور اسوۃ المؤمنین دکھاتا ہے اور سنگدل دشمن کہتا ہی کہ وہ دنیا سے بے ایمان ہوکر اُٹھے۔ کس ثبوت پر۔ کس شہادت پر۔ کس سلطان مبین اور علم کی بنا پر۔ اللہ تعالیٰ ایک قوم کو زجر کرتا ہے۔ ام اٰتینٰھم کتابا فھم علیٰ بینۃ منہ بل ان یعد الظالمون بعضھم بعضا

الا غروراً۔ اور پھر ایک جگہ فرماتا ہے۔ لا تقف ما لیس لک بہ علم۔ میں کہتا ہوں اور تمام جہان کے شیعوں سے پوچھتا ہوں کہ کیا تم نے قرآن کریم کی بینہ کی بنا پر یہ الزام قایم کئے ہیں کیا فرقان مجید نے ان کی مذمت کر کے تمہارے ہاتھ سلطان اور برہان دیدی ہے کیا خدا تعالیٰ کی راست بیان کلام نے جو نشان منافقوں اور کافروں کے بتائے ہیں وہ تم نے ان میں اور انکے اعمال کے نتائج میں دیکھے ہیں۔ نہیں نہیں۔ ہرگز نہیں۔ آسمان وزمین کے پیدا کرنیوالے رب عرش عظیم کی قسم ہرگز نہیں۔ بدکار ظالموں کے پاس کوئی علم اور سند الٰہی نہیں۔ دھو کا کھایا ہے اور دھو کا دیتے چلے آتے ہیں کوئی شکایت یہ ہے۔ کہ فلاں کو دو چار درخت کھجور کے نہیں دیئے۔ کوئی بہتان یہ ہے کہ فلاں کو لات مار کر ہلاک کر دیا۔ پست فطرت قوم سوچ اور خوب غور کر۔ اپنے خبیث اور بدبودار باطن پر قیاس کرنا تھوڑی دیر کے لئے چھوڑ دے۔ ان پہلے نمونوں میں اول اول شاگردوں میں جنہیں کامل مکمل استاد خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کا کورس ۲۳ برس میں ختم کرا کر تیار کیا۔ اور خدا تعالیٰ نے کنتم خیر امۃ کا خطاب دیکر تمام دنیا کے لئے ابد تک انہیں نمونہ بنایا۔ ایسا گندہ چال چلن چوہڑوں چماروں جیسی حرکات وافعال امکان رکھ سکتی ہیں؟ اور پھر وہ جن کو تم اہلبیت کہتے انکے حق میں تطہیر کی آئتیں ٹھہراتے ہو۔ دنیا سے منقطع۔ تبتل الی اللہ۔ دل کے غنی اور سچے درویش سیرت۔ سلطان صورت انکو مشہور کرتے ہو۔ ان میں کسی کی نسبت یہ ظاہر کرتے ہو کہ فلاں بدقسمت دو چار درختوں کے نہ ملنے سے بقیہ عمر کڑھ کڑھ اور جل جل کر ہلاک ہوئی۔ ایک عام دنیا پرست کی طرح جو ایک بالشت زمین کے چلے جانے سے خودکشی کر مرتا ہے وہ نہایت ذلیل اور حقیر متاع دنیا کی وجہ سے بصد حسرت مری اور شاید اسی حسرت نے بہت جلد عین جوانی میں اس کا کام تمام کر دیا۔ اور لات کا بہانہ بنالیا۔ اور کوئی ان میں سے بقول تمہارے حق چھن جانیسے ایک عمر دراز تک جلتا بھنتا رہا۔ دنیا سے گوشہ گزیں رہا۔ اور ہر وقت یہی غم اس کی جان کو اندر اندر کھاتا رہا۔ جوں جوں اپنے حریفوں کو رب العالمین کے رسول جلیل کی مسند پر دیکھتا یا ان کی روز افزوں کامیابیاں سنتا کباب ہو ہو جاتا۔ اور غالباً بلکہ (تمہارے مذاق پر) یقیناً اسی سبب سے اس کا دل ودماغ خلافت کے قابل نہ رہا اور زمام خلافت ہاتھ میں لیتے ہی ابتریوں اور آشفتہ حالیوں میں مبتلا ہو گیا۔ اسد اللہ تھا۔ پر ایک چڑیا خانہ کی لومڑی سا بھی دل گردہ نہ دکھایا۔ بڑا فصیح بلیغ شاعر تھا۔ بڑا حکیمانہ کلام کہنے والا اور اول درجہ کا نقیب تھا۔ پرچند ایسے دل بھی مسخر نہ کر سکا جو غاصبوں سے اسکو انتقام لے دیتے اور اسکی جان کو حسد اور ڈاہ کے خونخوار اژدہا کے مونھ سے چھڑاتے۔ مسیلمہ کذاب نے

ایک سال کے عرصہ میں ایک لاکھ پیرو اکٹھے کر لیے۔ مگر متبوع جن و انس سے ایک تنکا بھی نہ ٹوٹ سکا حیرت ہے شیرِ خدا کی حاملہ جورو ایک ظالم کی لات کے صدمہ سے ماری جائے۔ باپ کی قبر اس سانحہ سے شق ہو جائے۔ عرشِ بریں ہلجائے۔ ملائکہ زمین و آسمان میں انتقام کا غلغلہ پڑ جائے۔ غیور شوہر کی آنکھوں میں اندھیرا ہو جائے اور پھر کچھ نہ ہو۔ آل ابی طالب کی قریشی حمیت سخت بے غیرتی سے بدل جائے۔ بنی ہاشم ہاتھ پر ہاتھ دھر کے بیٹھے رہیں!!! اللہ تعالےٰ کی لعنت ملائکہ کی لعنت اور سب لوگوں کی لعنت اُن قصاص مفتریوں پر جنہوں نے ایسے جھوٹے قصے تراش کر ہزاروں انسانوں کو ہاویہ کا وارث بنایا۔

ایک راجپوت کو اگر ایسا صدمہ پہونچ جائے تو اُسکے کنبہ کے سارے لوگ مرنے مارنے پر تیار ہو جاتے ہیں۔ مگر بنی ہاشمی کی ایسی محترمہ عورت اس تحقیر و اہانت سے دشمنوں کے ہاتھوں ماری جائے اور اس ناک کٹی پر ایک خون کی رپورٹ بھی نہ ملے۔ بتاؤ کون کون اس انتقامی جنگ میں صدیقی اور فاروقی پارٹی کا مارا گیا اور کون کون علوی پارٹی کا مارا گیا۔ بلکہ حق تو یہ تھا کہ یا صدیق وفاروق میدان سے اُٹھا دیے جاتے یا آل ابی طالب کا قضیہ پاک ہو جاتا۔ جب تو البتہ یہ دھبہ کسی قدر مٹ سکتا تھا۔ ایسی عار پر صبر ایک غیور مومن تو کیا ایک دیوث کافر بھی نہیں کر سکتا ایسی بیغیرتی کہ برسوں ایسے ظالموں سے میل جول رہے۔ ان کی صلاح و مشورہ میں شمولیت رہے۔ انکے غنائم سے حصہ لیا جائے۔ ان کے ہاتھوں کی لوٹی ہوئی اجنبی لڑکیاں اپنے بیٹوں کو دلائی جائیں اور اتنے دراز عرصہ تک کبھی لب تک نہ ہلایا جائے۔ اگر قصاصوں کی یہ روائتیں سچ ہیں۔ اگر شیعہ انہیں کلام خدا اعتقاد کرتے ہیں اور انہی نصوص صریحہ قطعیۃ الدلالت کی بنا پر شیخین رض کو کہتے ہیں۔ جو کچھ کہتے ہیں تو افسوس اُن کا فرضی علی ایک ذلیل سے ذلیل آدمی کا ہم پلہ بھی نہ سمجھا جائیگا اے ناخدا ترس لوگو خوب غور کرو۔ شیخین رض کی پھٹکار سے تمہاری عقلوں پر کیسے پتھر پڑ گئے ہیں۔ معزز ناظرین ایک زمانہ میں جب میں مناقشات و مشاجرات صحابہ ان قصاصوں اور پُر غرض افسانہ سازوں کی کتابوں میں پڑھتا اور شیعہ سُنی کے غیر منفصل ہاتھا پائی سے سخت حیران ہوتا۔ بعض سُنیوں کو دیکھتا کہ وہ بھی اس قسم کے افسانوں کو سپر بنا کر حریف سے لڑتے اور کبھی کبھی اس بودی ہتھیار ڈھال کے ہوتے بھی زخم کھا بیٹھتے ہیں۔ اور شیعوں کا تو سارا دار انہی جعلی کہانیوں پر تہا جو خود انکا بھی موہنہ کالا کرتیں۔ ایسے پُر آشوب وقت میں میرے دل میں آتا کہ کیا یہ ساری کہانیاں خیر القرون قرنی کی ہیں۔ یہ سب اسی قریب زمانہ اور انہی لوگوں کے واقعات ہیں جنہیں قرآن کریم کنتم خیر امۃ

اخرجت للناس کہکر فخر کرتا ہے۔ یہ وہی لوگ ہیں جن کی تعلیم کے لیئے سب سے پہلا اور سب سے اول وافضل اُستاد خاتم الانبیا اور سب سے کامل مکمل تعلیمی کورس قرآن مجید مقرر کیا گیا۔ یہ وہی لوگ ہیں جنہیں وعباد الرحمن الے آخرالرکوع میں دنیائے کفر کے سامنے بطور نمونہ کے پیش کیا جاتا ہے۔ اور یقیناً یہی اور انکے ہمرنگ اور انہی کے ساتھی ہزاروں اَور۔ اسلیئے کہ یہی قرآن کریم کے وعدونکے وارث ہوئے۔ یہی خلیفے بنائے گئے۔ دین و دُنیا کی زمام انہی کے ہاتھوں میں دیگئی۔ یہی دُنیا کے فاتح ہوئے۔ قرآن کو انہوں نے پھیلایا۔ اور انہوں نے ہی اُسکی ہزاروں ایڈیشنیں اطراف عالم میں پھیلائیں۔ توریت و زبور کی پیشگوئیاں بھی انہی کے حق میں پوری ہوئیں اور کہا جاتا ہے کہ ان میں سے کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری بیٹی کو باغیچہ نہ دیا۔ کسی نے سلطنت کے لالچ میں اسے لات مار کر مار ڈالا۔ کسی کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ اسی رنج میں کہ وہ پہلے تخت طاؤس پر کیوں نہ بٹھایا گیا برسوں روتا اور دانت پیستا رہا اور یہ ایسے واقعات ہیں۔ کہ ذلیل سے ذلیل اور غیر مہذب سے غیر مہذب قوموں میں بھی اس سے زیادہ قابل نفرت واقعات وقوع میں نہیں آتے۔ پھر وہ معلم۔ یہ کتاب اور ایسے شاگرد!۔

آخر اس پُرظلمت حیرت سے اسی نور نے مجھے نکالا جسنے ظلمات کو پاش پاش کرنے اور روشنی کے فرزندونکی تائید کا ذمہ اُٹھایا تھا۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ ونزعنا ما فی صدورھم من غل اخواناً علےٰ سرر متقابلین۔ یعنی ہمنے اُنکے سینوں سے غل جو ہر قسم کی نزاع اور رنجشوں کا مادہ ہوتا ہے نکال ڈالا۔ وہ بھائیونکی طرح بلا امتیاز یکساں مدارج پر آمنے سامنے بیٹھتے ہیں۔ یوں نہیں کہ دلی کدورتوں کیوجہ سے اعداء کی طرح ایک دوسرے کیطرف پیٹھ کرکے بیٹھیں۔ اس آیہ شریفہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے شاگردوں کی واقعی حقیقت واضح کردی کہ آپس میں وہ بھائیونکے طرح تھے اور کوئی کدورت اُنکے دلوں میں نہ تھی۔ اور ہی بھی اسی طرح۔ تاریخ کسی ایسی قوم کا پتہ دے نہیں سکتی۔ کہ انکی آپس میں خطرناک پھوٹ اور غل ہو۔ خانہ جنگیاں ہوں۔ ایک دوسرے کی زد کی تاک میں لگے رہتے ہوں۔ اور پھر وہ قوم پنپی ہو۔ اور ترقی کے ایسے درجے پر پہونچی ہو کہ انکی سریع رفتار ترقی نے ایک عالم کو ششدر کر رکھا ہو۔ خود اسی عرب قوم کی پہلی نفاق و نقار کیحالت دیکھ لو اور پھر اسکے صدیوں کے نتیجہ کو ملاحظہ کرو۔ صاحبو انکی حالت کا بالکل بدل جانا وحشی سے آدمی۔ گمنام سے مشہور انام اور ذلیل سے فاتح امم بن جانا ثابت کرتا ہے کہ خدا کا یہ فرمانا ونزعنا ما فی صدورھم من غل اخواناً بالکل درست ہے۔ خدا تعالیٰ علیم

جانتا تھا کہ ایک وقت شرارت اور فسق کا غلبہ اس پاک جماعت کو ایسے ایسے الزام لگائے گا اُس نے قیامت تک ایسے بہتانوں کا بھی فیصلہ کر دیا۔ اللہ اللہ کیا ہی خوب بہشتی زندگی ہے۔ جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وجود باوجود کی تعلیم سے صحابہ کو ملی۔ اسی کی تائید میں اور اسی نعمت کے یاد دلانے میں ایک اور جگہ فرماتا ہے۔ واذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ کنتم اعداءً فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا وکنتم علےٰ شفا حفرۃ من النار فانقذکم منہا اور اللہ کی نعمت کو جو تمہیں عطا ہوئی۔ خوب سوچو اور غور کرو۔ ایک وقت وہ تھا۔ جو تم آپس میں دشمن تھے۔ گھر گھر فساد مچ رہا تھا۔ اللہ نے پھر تمہارے دلوں میں باہمی اُلفت ڈالدی پھر تم سب اسکی نعمت کے ذریعہ بھائی بن گئے۔ (پھر اس برادری کا ثمرہ کیا ہوا) اور تم اس پھوٹ اور عداوت کے سبب آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے۔ یعنے خانہ جنگیوں (النار) کی وجہ سے ذلیل اور گمنام اور نابود ہونیکے قریب پہنچ گئے تھے۔ کہ ایک طرف سے قیصر اور دوسری طرف سے کسرےٰ ان باہمی پھوٹوں سے دلیر ہو کر اور موقع پا کر تمہیں ہلاک کرنے کو تُلے ہوئے تھے اس اثناء میں اللہ نے تمہیں اس نار یعنی خانہ جنگیوں سے چھڑایا۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے نمونہ اور قرآن کریم کی تعلیم کی نعمت سے تمہیں بھائی بنایا۔ اور ایسا بھائی بنایا کہ پھر تمہارے دلوں سے وہ مادہ ہی باہر کھینچ نکالا۔ جو عداوت اور نفاق کا موجب ہوتا ہے۔

خوب یاد رکھو پہلی آیت مکی سورت کی آیت ہے۔ جو مدت پہلے بطور پیشگوئی کے تھی اور ایسے وقت میں ہوئی جبکہ مومنوں کی کوئی منظم و مؤتلف برادری یا سوسائٹی نہ تھی۔ وہ کمزور تھے۔ وہ ستائے جارہے تھے۔ اور اُن کے سچے اخلاق کے ظہور کا موقع نہ تھا۔ اور یہ دوسری آیہ مدنی سورہ کی آیت ہے جسنے اس مکی پیشگوئی کے کامل طور پر پورا ہونیکی خبر دی۔ اب ہی سے ہم دیکھتے ہیں۔ کامیابیاں بھی شروع ہوئیں۔ خدا کی نصرتیں بارش کی طرح صحابہ پر برسنے لگیں اور اسکے بعد تو ان کی شان و شوکت اور اقتدار کی کوئی حد ہی نہ رہی۔ کسرےٰ کو انہوں نے پامال کیا۔ قیصر کا نام انہوں نے قیامت تک صفحۂ دہر سے مٹا دیا۔ اس آیت نے اور واقعات حقہ نے صاف صاف ثابت کر دیا۔ کہ اگر وہ آپس میں ایسے ہی عدو ہوتے۔ جاہلیت کے زمانہ کی طرح۔ غل اور نفاق انکے سینوں میں ہوتا جیسے شیعہ ایمان رکھتے ہیں تو وہ ساری کی ساری قوم کب کی گمنامی اور عدم کی آگ میں راکھ ہو چکی ہوتی۔ پھر کہاں کا قرآن۔ کہاں کا خدا۔ کہاں کا رسول۔ کہاں کا علی اور کہاں کے اہلبیت اور کہاں کے یہ سر پیٹنے والے محبانِ اہل بیت۔ یہ سارا کارخانہ ہی سمٹ چکا ہوتا۔ خدا تعالےٰ کا

کلام بھی عجب معجز نظام ہے۔ شاید کسی بے سمجھ کے دل میں شبہ گذرے کہ یہ تو صرف بہشتیوں کے حق میں ہے۔ خدا تعالےٰ نے اُن دونوں میں ایک مشترک لفظ اخوانا رکھکر اشارہ کر دیا کہ وہ وعدہ تھا اور یہ ایفائے وعدہ ہے اور قیامت کو اکمل طور پر پورا ہوگا۔ متقین ابھی دنیا میں بہشتی زندگی بسر کرتے ہیں۔ اگر ان میں تحاسد، تباغض اور تدابر ہے تو وہ متقین نہیں ہیں وہ دوزخی ہیں جو اپنی ہی آپ میں بے آگ جلتے رہتے ہیں۔ مگر خدا تعالےٰ اس آیت میں خبر دیتا ہے کہ متقین یہاں بھی اور اور وہاں بھی بہشت میں بسر کرتے ہیں اور صحابہ خصوصاً خلفائے راشدین ائمۃ المتقین تھے۔ اس لئے کہ وہ کامیاب ہوئے اور منصور و مظفر ہوئے اور ظفر و نصرت سارے قرآن میں تقوے و اتقا سے مشروط بھی ثابت ہوا اور صاف کھل گیا۔ کہ انکی یہاں کی زندگی ان کی برادری بہشتی اعلےٰ زندگی کا نمونہ تھی۔ اور یہ سارا فخر قرآن کریم کو ہے۔ جسنے اس قوم کو کیا سے کیا بنا دیا۔ اب جو دشمن اسلام۔ دشمن قرآن۔ دشمن خدا اور رسول۔ دشمن اہلبیت یہ غل مچاتا ہے کہ وہ آپس میں دلوں کے اندر گندی دشمنی رکھتے۔ انکے سینے بچھوؤں۔ سانپوں۔ چیتوں۔ بھیڑیوں۔ کتوں اور لومڑیوں کے بل اور بن اور ماند تھے۔ اسکے ذمہ ہے کہ وہ خدا کے کلام سے اسکے کلام سے اس کا ثبوت دے اور ساتھ ہی قرآن کو خدا کا کلام اور قرآن کریم کی تعلیم کو مبارک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کامیاب اور کامل رسول اور کامل معلم اور اقلاً اہلبیت کو سچے متقین ثابت کر دے ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) منافق ہوں۔ بے ایمان ہوں۔ اور معاً محمد مصطفےٰ (صلے اللہ علیہ وسلم) سچے رسول ہوں۔ اور قرآن محفوظ کلام خدا ہو۔ اور حضرت علی (رضی اللہ عنہ) اور انکے متعلقین باغیرت ہوں۔ جری ہوں۔ شجاع ہوں۔ اور کیا کچھ ہوں۔ یہ اجتماع ضدین ہے۔ ان کو مومن مانو بلکہ مومنوں کا امیر و امام مانو تو سب سچ۔ قرآن کریم بھی سچ۔ رسول بھی سچ۔ علی رضی اللہ عنہ بھی سچ۔ انکی یار آشنا بھی سچ۔ ورنہ سب دگا دگا اور صفا صفا۔ استغفر اللہ ثم استغفر اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم +

معزز ناظرین۔ کیوں اس رافضی قوم کے دلوں پر ایسی خطرناک مہر لگ گئی۔ انکی آنکھیں اندھی ہوگئیں۔ انکے کان بہرے ہوگئے۔ اور ان کی گردنوں میں ٹھوڑیوں تک اغلال پڑ گئے۔ یہ سب اُس وعید کا اثر ہے جو اللہ تعالےٰ نے آیہ استخلاف کے آخر میں کیا تھا۔ خدا تعالےٰ نے خلافت کے سارے نشان یعنے تمکین دین اور تبدیل خوف امن ہے اور خلفا کا سچا عابد و موحد ہونا بیان کرکے آخر میں فرمایا کہ ومن کفر بعد ذالک فاولئک ھم الفاسقون یعنی جب خلفائے راشدین

کے وجود باجود سے ایسے فیوض اور برکات اسلام و مسلمین کو حاصل ہوں۔ دین کو قدرت اور تمکین ملجائے۔ اور ہر قسم کا اندرونی اور بیرونی خوف یعنی کفار عرب اور کفار کسرےٰ اور قیصر کا ڈر اور دھڑکا جاتا رہے۔ اس صورت میں بھی جو لوگ کفران کرینگے۔ اور ایسے محسنوں کے احسان سے چشم پوشی کرینگے وہی لوگ فاسق ہونگے۔ چنانچہ وہ سارے فیض و فضل اس پیشگوئی کے موافق اوّلے اور اجلے طور پر حضرت صدیق اور حضرت فاروق (رضی اللہ عنہما) کے بابرکت عہد میں اسلام و مسلمین پر نازل ہوئے۔ مگر ظالموں نے ان سب کا کفران کیا اور کفران کی شامت سے فسق اور فسق کے سبب سے تمام راست بازوں سے عداوت اور عداوت کے سبب سے معرفت الٰہی سے محرومی اور طریق معرفت سے انکار پیدا ہوا۔ دل ایسے سخت ہوگئے کہ خدا کے برگزیدوں کو گندی گالیاں دینا مجلس تبرا مقرر کرنا خدا تعالےٰ کی عبادت اور حمد و ثنا کا قائمقام اعتقاد کیا گیا۔

عجیب بات ہے اس باب میں رافضی نے کیسا پورا تشابہ نصاریٰ سے پیدا کیا ہی نصاریٰ نے ایک حضرت عیسےٰ کو راست باز اور بیگناہ ثابت کرنے کے لیئے اللہ تعالےٰ کے سارے معصوم نبیوں کو گنہگار زانی دوسروں کی جوروؤں کو اغوا کرنے والے اپنی بیٹیوں سے زنا کرنیوالے غرض ہر قسم کے گندے نابکار تسلیم کیا۔ (لعنہم اللہ لعناً کبیراً دائماً ابداً) اور یہ سب اسلئے کہ مسیحی کفارہ کی پٹڑی جم جائے اور خدا کا سارا فیض و فضل بارہ حواریوں پر محدود کر کے آیندہ کیلئے ابواب السماء پر مضبوط قفل لگا دیئے۔ ابن سبا کے شاگردوں نے ایک حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حق ثابت کرنے اور اُنہیں معصوم ٹھہرانے کے لیئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا کچھ بھی لحاظ نکر کے ایک لاکھ سے زیادہ راست بازوں کو فاسق۔ منافق۔ مرتد۔ غاصب اور بے ایمان کہا۔ اور بالآخر اپنے پہلے اُستادوں کی طرح کفارہ بھی مان لیا۔ پھر جیسے کفارہ کی لعنت نے نصاریٰ کو ہر قسم کے فسق و فجور پر دلیر اور بے باک کر دیا۔ روافض سے بھی عصمت و طہارت کی توفیق چھین کر متعہ جیسے خبیث اعتقاد کو اُن کے دلوں میں مزین کیا اور اعمال صالحہ کا خاتمہ کر دیا۔ اور اس لیئے کہ آیندہ کو کوئی اصلاح و فلاح کی راہ نہ کھلنے پائے۔ بارہ اماموں پر سب کچھ ختم کر دیا۔ یہ ہے نتیجہ اہل اللہ کی عداوت کا۔ ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا و ھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب۔ و اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم (من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین) غیر المغضوب علیھم (الیھود) ولا الضالین (النصاریٰ والروافض) آمین ٭

حضرات شیعہ سے خط و کتابت

جناب مولوی عبدالکریم صاحب کا

پہلا خط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی

جناب سید صاحب! وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپکا خط مجھے ملا۔ افسوس ہے آپنے عبث آنکو یقین دلانیکی کوشش کی کہ مجھے جناب علی رضی اللہ عنہ سے ویسی ہی محبت ہے۔ کہ جیسی ایک راستبار متقی کو اُس امام المتقین سے ہونی چاہیئے۔ مینے اپنے نص صریح کے اظہار سے اپنا عقیدہ لکھا۔ اور اس رسالہ میں بھی بقدر ضرورت کے لکھا۔ جو عقلاً و شرعاً ایک نیک گمان شخص کے لیے کافی تھا۔ مگر میں افسوس سے دیکھتا ہوں کہ آپ بڑی کوشش اس میں مبذول کرنا چاہتے ہیں کہ میں ملزم قرار پاؤں۔ انسان اپنے منطوق کلام سے قابل اخذ و ملام ہوتا ہے نہ مفہوم و استنباط کلام سے۔ میں نے منطوقاً و نصاً تو اپنے صادق مافی الضمیر کا اظہار کردیا۔ اور آپ خوب سمجھ سکتے ہیں کہ اتنا لکھنے پر بھی مجھے ابتغاء اللہ اور آپکے اس اعتراف نے مایل کیا کہ آپ کو اس سلسلہ عالیہ سے انتساب ہے۔ ورنہ خدا تعالیٰ خوب جانتا اور اُسکا قانون فعلی یعنی مخلوق کی قبولیت گواہ ہے کہ میں اس رسالہ کی تحریر سے اپنا مخلصانہ مدعا باکمل وجوہ

پورا کر چکا اور صحیح معنوں میں کامیاب ہو چکا ہوں اور دوسری زبردست تالیف کی فکر میں ہوں جسے بحول اللہ وقوتہ جلد شایع کرونگا۔ مجھے یقین ہے کہ اسکی قوت دلایل پہلے رسالہ سے کہیں بڑھکر ہوگی۔ اور آپکا دھمکی دینا کہ اکثر لوگ مجھسے بیزار ہو گئے ہیں۔ میری روح میں ادنے جنبش و اضطراب پیدا کرنیکی قابلیت نہیں رکھتا۔ ہاں اگر مجھے یہ سنایا جاتا کہ میری کوشش کو متحداً جمہور الناس نے قبول کر لیا ہے تو مجھے اندیشہ ہوتا کہ میں مداہن منافق اور عند اللہ مردود و مخذول ہوں سنت اللہ استمراراً یونہی چلی آتی ہے کہ صادقونکا ساتھ تھوڑے ہی دیتے اور قلیل ہی جو انکی مساعی جمیلہ کا شکر کرتے اور تہ دل سے داد دیتے ہیں۔ سید صاحب! آپ فرماتے ہیں کہ اس پہلے خط کو شایع کر دیا جائے گا۔ میرے پیارے سید اور پیارے بزرگ آپکو یا تو خود مغالطہ لگا ہے کہ آپنے کچھ مابہ الاعتناء امر اس میں لکھا ہے یا آپکے سادہ نیک نہاد اصحاب نے آپکو مغالطہ دیا ہے۔ کہ آپکی تحریر میں کچھ بات بھی ہے۔ آپ پھر اس خط کے بعد ٹھنڈے دل سے اسمیں غور کریں جو آپنے لکھا ہے

اس سارے خط میں جو اب تک میرے پاس محفوظ ہے آپنے دو ہی باتیں کی ہیں۔ اول مجھے دشمن جناب علیؓ ثابت کرنیکی ناکامیاب کوشش فرمائی ہے۔ دوم بنی عباس کے خوشامدیوں کی جھوٹی تاریخوں کی لغو روایات کی بنا پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کرنیوالے اسلام کو غیر ملکوں میں پھیلانے والے اور پھر آخر دم تک کلمہ طیبہ پر قایم رہنے والے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی معائب شماری کی ہے اور خوب ہی جلے پھپھولے پھوڑے ہیں۔ میں حیران ہوں کہ آپ نے غور نہیں فرمائی کہ میں علی کا دشمن کیا خارجی ہوں یا اباضیہ فرقہ کا ممبر ہوں۔ یہ بھی غلط ہے اس لئے کہ وہ خبیث قوم تو حضرت علیؓ اور حضرت عثمان اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے یکساں بیزار ہیں۔ ابھی مسقط کے ایک عالم کی کتاب جو بڑا مستند خارجی عالم تھا۔ ہمارے ایک دوست نے ارسال کی ہے اس میں ان کے عقاید ان ائمہ دین کی نسبت پڑھکر رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ رافضی شیعہ تو آپکے نزدیک بھی مسلم ہے کہ میں نہیں ہوں۔ رافضی تو میری خوش قسمتی سے اصحاب ثلاثہ کے ساتھ میرے نام پر ضرور تبرا کرتا ہوگا۔ تو پھر خدا کے لئے آپ ہی فکر کریں۔ کہ میں کیا ہوں۔ بس یہی کہ میں بفضل اللہ پکا محمدی احمدی ہوں۔ اور احمدی صد ہزار لعنت بھیجتا ہے۔ ابوبکرؓ کے دشمن پر۔ عمرؓ کے دشمن پر۔ عثمانؓ کے دشمن پر۔ علیؓ کے دشمن پر۔ حسنؓ کے دشمن پر۔ حسینؓ کے دشمن پر۔ معاویہؓ کے دشمن پر۔ غرض کل صحابہ کے دشمن پر۔ اب بتائیے۔ کیونکر کسی کو حق پہونچتا ہے۔ کہ میری کوئی ایسی تحریر ثابت کرنے کی کوشش کرے۔ جس سے میں دشمن علی رضی اللہ عنہ ٹھہر جاؤں۔ ہاں اصل بات دور نکل گئی۔ آپنے حضرت علیؓ پر اپنی تحریر

میں کیا احسان کیا آپنے جو ستم ڈھانا چاہا مجھے ہی غلطی سے اس کا نشانہ بنایا۔ بجائے اسکے کہ آپ وہ خط جو مجھے لکھا ہے اور جس میں حقیقتاً بجز جوش اور ابال کے کام کی کوئی بات ہی نہیں شایع کریں اور جس کا فی الواقع مجھے بوئے خیال و ہراس نہیں آپکا فرض ہے کہ شیعوں کے موہوم فرضی بُت علی کے سر پر سے ان الزامات کو اُٹھانے کی کوشش کریں جو شیعوں کی کھینچی ہوئی تصویر پر لامحالہ وارد ہوتے ہیں اور ایک راستی کا حامی اور دیرینہ ظلم سے انتقام لینے والا حق رکھتا۔ اور موقع بھی تہا۔ کہ اُس تصویر کو دنیا کے سامنے مع اسکے واقعی خط و خال کے پیش کرتا اور وہ مَیں نے پیش کی اور اس میں بحمد اللہ اس حد تک کامیاب ہُوا جو ایک صادق کی کامیابی کے لئے مقرر ہے۔ تعجب اور پھر تعجب کی بات ہے۔ کہ مَیں جو لکھنے والا اور بولنے والا ہوں علےٰ وجہ البصیرۃ گواہی دیتا ہوں۔ کہ میرا مدعا جناب علی رضی اللہ عنہ کی اہانت نہیں ولعنۃ اللہ والملٰیکۃ والناس اجمعین علی من یعادی علیا اویسبہ اویھینہ۔ مگر آپ میرے دل پر حکومت کرتے اور غلطی کھاتے ہیں کہ الفاظ سے ایسا نکلتا ہے۔ کہاں تہذیب مقتضی اس امر کی ہے کہ کوئی اپنا عقیدہ قسم کہا کر کسی کے آگے بیان کرے۔ بجز ترحم کے۔ سو مَیں نے کہدیا آئندہ آپ مختار ہیں۔ مجھے یقین ہی آپنے حضرت امام زمان حضرت مسیح موعود وہدی مسعود کا تازہ رسالہ حجۃ اللہ شیعوں کے خلاف نہیں دیکھا۔ حضرت امام زمان نے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عظیم الشان پیرو اور براہین میں ان کی عجیب شان کے معترف ہیں میرے لکچر کے اس حصّے کو جسپر آپ غلط فہمی سے ناراض ہوئے ہیں اپنے رسالہ میں زبان عربی میں ترجمہ کردیا۔ بلکہ کچھ اَور پُر معنی الفاظ بھی موزون اور مناسب موقع پر ایزاد کئے ہیں آپ ازراہ کرم ضرور اس رسالہ کو پڑہیں۔ یہ لکچر حضرت اقدس نے اتنا پسند فرمایا کہ چار مرتبہ پیا پے سُنا اور اپنی طرف سے مختلف مقامات میں بھیجا کہ گویا یہ حضرت ہی کی تصنیف ہے۔ یہ بڑا ہی زبردست حربہ اور محکم اصول ہے جو دشمن کو قیامت تک سر اُٹھانے نہیں دیتا۔ کہ ان کے مسلمات عقاید کی بنائی ہوئی تصویر کی تقبیح و تشنیع کیجائے اور مجھے بحمد اللہ یہ بڑا بھاری فخر حاصل ہے کہ ابتک عدالت سے کوئی شخص قرآن کریم کے اصول کو مدنظر رکھکر میرا جواب دے نہیں سکا۔ حالانکہ بڑے بڑے غیر تمند مجتہدوں کو لاہور لکھنو سیالکوٹ اور دیگر مقامات میں رسالہ بھیجا گیا۔

(۱) جب ہم بصدق دل مانتے ہیں کہ ابوبکر صدیق سے اول المبایعین حضرت علی رض ہیں۔ (اور خدا کے فضل سے ہمارے پاس کافی سامان ان باتوں کے ثبوت کیلئے موجود ہیں) اور پھر مدت العمر

سچے اخلاص سے اصحاب ثلثہ کے ساتھ آپ نے بسر کی۔ اور محض ناپاک گندی روایت ہے۔ کہ حضرت عمرؓ نے جناب زہرا رضی اللہ عنہا کے پیٹ پر لات ماری تو از راہ کرم فرمایئے ہمارے مقتدا ہمارے محبوب علی رضی اللہ عنہ پر کیا الزام وارد ہو سکتا ہے۔ پس تو کیا صحیح نہیں کہ شیعوں کے عقاید کے موافق شیعوں کے علی پر وہ سب الزام وارد ہوتے ہیں جو اس نفاق یا شیخین کی بنا پر رسالہ میں لکھے گئے۔ اور ہماری نزدیک کوئی علی حقیقی موجود بوجود خارجی ایسا نہیں ہوا جو ان الزامات کا مستحق ہو۔ جو لکچر میں وارد کیئے گئے۔ تو پس فرضی علی ہوا یا اور کچھ۔

۲۔ قرآن کریم گواہی دیتا ہے اور وہ صادق عادل گواہ بس ہے۔ ونزعنا مافی صدورھم من غل۔ الآیہ۔ ش۔ میں حیران ہوں کہ یہ ایمان لذیذ اور محبوب اور مقبول ہے۔ کہ تسلیم کیا جائے کہ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ایسے غل وغش اور حقد وعناد سے پاک تھے جو کمیں اور دنی دنیا داروں میں ہوتا ہے۔ اور جس کے ثبوت کی ٹھیکہ دار رافضی قوم ہے۔ کیا یہ ایمان سکینت بخش اور عنداللہ مقبول اور اسلام اور رسول اسلام کی عزت تبلیغ بڑھانیوالا ہے۔ کہ مانا جائے کہ وہ دل میں کچھ رکھتے اور زبان سے کچھ نکالتے تھے۔ رات دن ایک دوسرے کے استیصال کی تاک گھات میں لگے رہتے تھے اور جب موقع پاتے۔ فریب دغا سے لوگوں کو اکسا کر پھسلا کر اپنی کمینی نفسانی غرضیں پوری کرتے تھے اور گدیوں اور جایدادوں کے پیچھے اسی طرح رات دن کڑھتے کباب ہوتے رہتے تھے۔ جیسے ہمارے ہاں کے بدعتی ناخدا ترس گدیوں کی وراثتوں کے مقدمات کے پیچھے حکام انگریزی کی کچہریوں اور عام میں تھکا فضیحتی کراتے پھرتے ہیں۔ فای الفریقین احق بالامن لو کنتم تعلمون۔

۳۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے واقعہ شہادت نے مسلمانوں کی باآرام قسمت کا ورق الٹ دیا۔ اور فتن ومصائب کے بڑے بھاری بند کو توڑ دیا جو حقیقۃً حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت پر ناقابل انسداد رخنہ حاصل کر چکا تھا۔ ناممکن ہے کہ حضرت عثمانؓ کے احباب کو ناقابل اندمال زخم دل میں نہ لگا ہو۔ مگر قوم اور رشتہ داروں اور نہایت ہی قریبوں کی نسبت کون ایسے الفاظ اسکتا ہے۔ کہ ان کی زار حالت کو بیان کر سکے۔ اور پھر قوم بھی بنوامیہ۔ جری۔ ہوشیار۔ غیور اور زمانہ میں ہر قسم کی دلیرانہ کارروائی کر سکنے والے۔ طبعاً ایک دانا خیال کر سکتا ہے کہ انکی طبایع میں کیسا زلزلہ نا پلہ پڑا ہوگا۔ جناب معاویہ خلافت اولے اور حصہ خلافت سے مستقل اور مکرم معظم گورنر اور بلفظ دیگر بڑی بھاری سلطنت شام کے بادشاہ چلے آتے تھے۔ امیر المومنین عثمانؓ اور قریبی رشتہ دار عثمان رضی

ہم قوم عثمان کے قتل سے کوئی رائے لگا سکتا ہے۔ کہ کیسا ہوش ربا صدمہ انہیں پہونچا ہوگا۔ اسی وقت سے وہ قاتلان عثمان سے انتقام لینے کا ارادہ دل میں ٹھان کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ اسی حیص بیص میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت قائم ہوگئی اور باایںہمہ وہ لوگ جنپر ظن تھا کہ وہ مرحوم خلیفہ کے قاتل ہیں وہ خلیفۂ زندہ کے دربار میں موجود ہیں اور کسی قسم کی سزا انہیں نہیں ملی بلکہ برخلاف امید وہ مقرب و مکرم بنائے گئے۔ ان حالات سے ایک پولٹیکل معاملات کو سمجھ سکنے والا نتیجہ نکال سکتا ہے کہ ایک رشتہ دار اور حاکم کسقدر غلط فہمی پر مجبور اور معذور ہو سکتا ہے اور ادھر ہمارے اعتقاد میں (برخلاف اعتقاد خوارج ایسے مقام میں ذرا اُنکے خیالات پڑھو تو تمہاری خوب تسلی ہو اور ہمارا شکر کرو) حضرت علی رضہ جیسا راست باز صادق بے لوث بے غرض انسان کبھی محل شبہ ہو نہیں سکتا کہ انکے نزدیک قاتل واقعی قاتل ثابت ہوتے۔ اور پھر حضرت عثمان رضہ کے تو آپ اُن سے یوں درگذر فرماتے۔ غرض اسوقت کے خوف ناک رستخیز نے نہ تو حضرت علی رضہ کو کچھ پتہ لگنے دیا۔ اور نہ جناب معاویہ ہی حقیقت کا سراغ لگا سکے۔ اور ادھر اُدھر کے غیر ملکوں کے ہزاروں دراندازان اپنے اغراض کی بنا پر نہیں چاہتے تھے کہ اصلیت منکشف ہو جائے۔ آخر آپس میں لڑائی ہوگئی۔ اور تھوڑی مدت کے بعد جیسا کہ نتیجہ سے عیاں ہے اس اصلی فطرت اور سچی محبت اور باطنی پاکیزگی نے غلط فہمیوں کو دُور کر دیا۔ اور معاملہ صاف اور انجام بہ صلح ہوگیا۔ ورنہ شیر خدا "الغالب علی کل غالب" کبھی ممکن تھا۔ کہ درگذر کرتے جب تک ناپاک مدعیوں کے وجود سے ارض مقدسہ نہ کر لیتے اور یا تو کوئی مومن تصور میں بھی نہیں لا سکتا کہ حضرت شیر خدا نے نفاق اور مداہنت کے رنگ میں یا بالمقابل اپنی ناتوانی محسوس کر کے صلح کی ہو۔ ہمیں تو حضرت علی کے ہر ایک فعل پر جسے ہمنے واقعات عالم کے غیر متبدل ورقوں پر پڑھا ہے اور جسے کوئی انسانی دست برد روایتی موضوع کتاب کی تنسیخ اور تغیر کے ڈھانچے میں ڈھال نہیں سکی پورا وثوق ہے۔ اور حضرت علی رضہ کا فعل یہی کہ انہوں نے اپنی زندگی میں جناب معاویہ سے مصالحہ اور معاملہ کیا۔ جب ہم اس فعل کو بزدلی یا مداہنت یا نفاق اور تقیہ پر حمل نہ کریں۔ اور انکی سچی راستبازی اور ظاہر باطن کی یکساں حالت کا دھیان کریں۔ تو ہم بجز اسکے اور کیا نتیجہ نکال سکتے ہیں۔ کہ ابتدائی پیچ در پیچ معاملات کی تاریکی آخر کچھ مدت کے تجربہ اور غلط فہمیوں کے راہ سے اٹھ جانیکے بعد پاش پاش ہوگئی اور اسلام کے دونو ہیرو آخرکار ونزعنا ما فی صدورھم من غل کے مصداق ہوگئے۔ یہ محض غلط ہی کہ آپس میں ایک دوسرے پر سب لعن کرتے تھے۔

اب فرمایئے ہمارے اصول پر حضرت علی رضہ کیسے مقدس اور بے آرزو بے لوث ٹھہرتے ہیں۔ اور عراق کے حاکم ہو کر تو حضرت علی رضہ بھی ارض جنت کے وارث ہو ہی چکے تھے۔ اب بتایئے کہ وہ حملہ شیعوں کے علی اور فرضی علی پر تھا یا اور کچھ! میں اُمید کرتا ہوں کہ آپ بھی بدگمانی نہ کرینگے اور ایک بہائی کا خط آرام سے پڑھیں اور احباب کو بھی سُنائینگے۔

ایک عرض یہ ہے کہ آپ یہاں تشریف لائیں۔ حضرتِ اقدس مرزا صاحب بھی یاد فرماتے ہیں۔ اگر آپ حکم کریں تو فوراً کرایہ ارسال خدمت ہوگا۔

ہاں ایک کام کی بات رہ گئی تھی وہ یہ ہے کہ پہلے لوگوں میں بھی عادت تھی کہ اسیطرح دشمن کے ایذا سے انتقام لینے کے لیئے دشمن کے مقتدا کی ان کے عقاید کے موافق تصویر کھینچکر پھر اسپر جرح کرتے تھے۔ چنانچہ سلسلۃ الذہب میں جامی علیہ الرحمہ روافض کے ظلم عظیم پر حربہ چلانیکے لیئے اُنکے علی کی نسبت فرماتے ہیں اور حقیقت میں ایک دُنیادار پست فطرت کی نسبت اس سے زیادہ سچا اور واقعی بیان ہو نہیں سکتا۔ جو ایک شعر میں ادا کیا گیا ہے۔ شعر یہ ہے ؎

برخلافت دلش بسے مایل | لیک بوبکرؓ درمیاں حایل

آپ فرمایئے آپ کا کانشنس یا ایمان روا رکھتا ہے کہ کوئی ایسا علیؓ موجود تھا۔ جسکی روح میں یہ تڑپ تھی۔ یا بقول فارسیوں کے کیک در شلوار بود کہ آہ کسی طرح وہ تر لقمہ خلافت اُسے نصیب ہو اور ہر وقت موُنھ سے رال ٹپکتی رہتی تھی۔ کہ کاش اس مائدہ کے کنارے پر ہی صف نعال میں اسے بیٹھنا میسر ہو۔ اور پھر اسی ہوس اور ارمان میں تین خلافتیں گذر گئیں اور اس اثناء میں نہ تو کمبخت جاں گداز طمع اور حسرت اسکے دل سے نکل سکی اور نہ بدبختی نے کسی درجہ پر فایز ہونے کا شرف حاصل کرنے دیا۔ ایک دانا دنیا اور اسکی کیفیتوں کو سمجھنے والا خوب سمجھ سکتا ہے کہ ایسے شخص کے رات دن کے اوقات کیسے بسر ہوتے ہونگے۔ جیسے شیعوں کے نزدیک اُنکا مقتدا علی ہے مجھے یقین ہے کہ آپ بھی بہت دنوں سے اس میں پے لے جا چکے ہیں کہ شیعوں کا سا اعتقاد جناب علی کرم اللہ وجہ کی نسبت رکھنا اُنکی پاک ذات کو ہر قسم کے ناپاک اعتراضات کا ہدف بنانا ہے۔ تو اب آپ ہی انصاف سے فرمایئے اور آپ ہی اکیلے منصف ٹھہریئے کہ جب ہمارے نزدیک ہمارا مقتدا علی داماد رسول زوج بتول محب و متبع خلفائے ثلثہ ان تمام عیوب سے مبرا تھا۔ اور حقیقت میں کوئی ایسا علی موجود بوجود خارجی نہ تھا۔ جو اُن خوفناک الزامات کا نشانہ بن سکے تو ہمارے نزدیک وہ فرضی علی ہوا یا کچھ اور۔ میں سمجھتا ہوں کہ اب قرآن کے پیرووں کے لئے وقت ہے کہ

مذاہب باطلہ اور عقاید مزخرفہ کے اوپر سے ملمع اُتار کر اُن کا اصلی عیار دنیا کو اور خود اُن ہی کو دکہائیں۔ اس لیئے کہ بہتیرے ایسے سادہ دل ہیں جو الف وعادۃ کی ممارست کے سبب سے اپنے عقاید مسلمہ کی قباحت اور شناعت کو سمجھ ہی نہیں سکتے۔ خدا تعالےٰ کے ہزاروں برکات اور صلوات ہوں اس زمانہ کے مجدد مسیح موعود مہدی مسعود پر جسنے اس اصل محکم کو جو قرآن کے بعد مر چکی تھی۔ اس زمانہ میں اپنے مسیحی نفس سے زندہ کیا۔ اور اس سے اہل حق کے غیظ قلوب کو دُور کیا اور انکے صدور کو شفا بخشی۔ دشمنوں میں اور ہم میں چونکہ بلحاظ اسمار کے مقتدا یکساں مسلّم تھے۔ اسلیئے سادہ دل اہل حق اپنے مسلم مقتدا کی نسبت جان خراش سب و شتم سنکر اور پھر کلیجہ پر ہاتھ رکہکر بیٹھ رہتے۔ اور دشمنوں کا مونہہ تاکنے لگ جاتے۔ کہ اب وہ انہیں کیا کہیں اس لئے کہ وہ غلطی سے گمان کرتے تھے کہ دشمن کا مقتدا انکا بھی ویسا ہی مقتدا ہے مگر ہمارے مجدد سلمہ اللہ تعالےٰ نے اس غلطی کو کہولدیا اور ثابت کر دکہایا کہ بجز اسمار کی شراکت کے حقایق کچھ نہیں ہیں۔ ان ھی الّا اسماء سمیتموھا انتم و اٰباؤکم۔ نصاریٰ کا یسوع اَور ہے اور ہمارا حضرت عیسےٰ ابن مریم رسول اللہ اور ہی۔ روافض کا علی کوئی اَور ہے۔ جو حرص و آز کا ایک پتلا تھا۔ اور ہمارا علی ایک زکی النفس مطہر القلب کوئی اَور ہے۔ ان دونوں کے درمیان بجز اسمار کے اَور کوئی شراکت نہیں۔ یہ حربہ خدا تعالےٰ کے فضل سے ایسا کارگر ثابت ہوا ہے کہ دشمن کا ایک ہی وار میں کام تمام کر دیتا ہے۔ مَیں اگر چاہتا تو کثرت اشغال سے وقت کو زبردستی چھین کر آپ کے پہلے خط پر یہ چند سطور عرض کر دیتا۔ مگر قطع نظر عدیم الفرصتی کے میرے دل میں گذرا کہ شاید آپ دوبارہ غور کرکے اپنے ناتمام اعتراض سے آپ ہی متنبہ ہو جاینگے۔ اسلیئے کہ لکچر خود ہر ایک ممکن اور محتمل اعتراض کو رد کرنے کا متکفل ہے۔ لیکن آپکے دوسرے بااصرار اور وعید آمیز خط نے مجھے لکھنے پر مجبور کیا۔ پھر اس میں تاخیر کی وجہ یہ ہو گئی۔ کہ نقل کرنے والا کوئی نہ ملا۔ اور بے نقل کیئے بھیجنا مناسب نہ تہا۔ اب اگر آپ اس خط کو شایع کریں تو جوانمردی کا مقتضا یہی ہے۔ کہ اس معروضہ کو بھی ساتھ ہی منسلک فرماویں۔ کوئی تو ہوگا۔ جو ہمارے درد سے ہمدردی کرے گا۔

بہر حال پھر ایک دفعہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آپ یہاں تشریف لانیکا ارادہ ظاہر کریں تو ہم بیا نسے کرایہ خدمت میں ارسال کریں گے +

آپکا زیر عتاب دوست عبد الکریم از قادیان۔ ۱۴۔ اپریل ۱۸۹۵ء

جناب مولوی صاحب کا دوسرا خط

ذیل میں ہم وہ خط وکتابت درج کرتے ہیں۔ جو حضرت مولنا مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی اور ایک شیعہ صاحب کے درمیان ہوئی ہے جن لوگوں نے مولانا صاحب کا اثبات خلافت شیخین کے عنوان والا لکچر پڑھا ہے وہ خوب سمجھتے ہیں کہ مولانا صاحب اہل تشیع کے جملہ اعتراضات کا خاتمہ کر چکے ہیں۔ جو اسلوب اور طرز مولانا صاحب نے حضرت اقدس امام ہمام مسیح موعود دام الله فیوضہ کے طرز پر مخالفین اسلام کو جواب دینے کا اختیار کیا ہے وہ ایک مومن قرآن کریم کی عظمت وشان کے شیدا مسلمان کے لیئے ازدیاد ایمان کا موجب ہے۔ لاریب دنیا میں کل ملل باطلہ کی تردید کے لیئے جو ہتھیار امام وقت نے پیش کیا ہے۔ وہ کبھی بھی خطا نہ کرنیوالا حربہ ہے۔ وہ کیا؟ قرآن کریم۔

اور یہ واقعی امر ہے کہ اگر قرآن کریم کو قول فصل اور امام اور مہیمن مانتے ہوئے بھی اسی سے کل نزاعوں کا فیصلہ نہیں کرتے۔ تو ایک طرح سے شان قرآن مجید کی ہتک کرتے ہیں (خدا نہ کرے کہ ہم ان لوگوں میں سے ہوں) مولنا صاحب کی ذیل کی خط وکتابت پڑھکر جو لذت اور حلاوت ہم نے اپنے اندر محسوس کی ہے اور جو فائدہ قرآن کریم کی عظمت کو نگاہ رکھنے والا ہمکو ملا ہے ہم چاہتے ہیں کہ دوسرا احباب کو بھی ہو۔ جس اسلوب پر مولانا صاحب نے شیعہ صاحب کو قرآن کریم کے حکم بنانے پر مجبور کیا ہے وہ نیا اور لطیف طرز ہے۔ امید ہے کہ یہ خط وکتابت جہاں ایک طرف اہل تشیع کے اعتراضات کا لطیف جواب ہوگی دوسری طرف حضرت مسیح موعود کے مشن کی خصوصیت کو اسلامی دنیا پر روشن کردیگی اور بتلا دیگی کہ اس فرقہ کی نگاہ میں قرآن کریم کی کسقدر عظمت ہے۔ اور یہ حقایق ومعارف قرآنی بیان کرنیمیں بجائے خود انکے تطہیر قلب کی دلیل ہے۔ لا یمسہ الا المطہرون سے صاف اس امر کی شہادت ملتی ہے۔

اصل جواب شائع کرنے سے پہلے اس موقعہ پر شیعہ صاحب کا اصل خط درج کر دیتے ہیں۔

(ایڈیٹر)

شیعہ صاحب کا خط

مکرم بندہ جناب مولویصاحب۔ السّلام علیکم۔ گرامی نامہ پہونچا۔ آپکی مہربانی اور حسن ظن کا بہت بہت شکریہ ادا کرتا ہوں۔ غالباً آپ جناب امیر کی نسبت میرا عقیدہ دریافت فرماتے ہیں سو وہ یہ ہے کہ وہ رسولِ خدا کے وصی مطلق تھے خلیفہ بلافصل تھے۔ امام برحق تھے۔ اور معصوم تھے۔ الغرض بعد از نبی بزرگ تھے۔ بس قصہ مختصر۔ اب آپ فرمایئے کہ اس میں حد سے بڑھ جانیوالی کونسی بات ہے۔ اگر کوئی ہے۔ تو براہِ کرم مطلع فرمایا جاؤں۔ جیسا کہ آپ حضرت تا قدس کی جماعت کہلاتے ہیں۔ ہمکو حضرت علی کی جماعت ہونے کا فخر ہے اور بموجب حدیث الثقلین کے فرقہ حقہ ہونیکا ناز ہے۔ یہ اور بات ہے۔ کہ شیعوں کو خواہ مخواہ ہدف ملامت بنایا جائے

الراقم۔ بندہ غلام مرتضےٰ خاں از کمیوڑہ ضلع جہلم۔

جواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم بحمدہ و نصلّی علےٰ رسولہ الکریم۔ خاں صاحب! السّلام علیکم۔ مجھے آپ کے خطوط سے آپکی نسبت گمان ہوا ہے کہ آپ حوصلہ رکھتے ہیں۔ مگر کیا آپ خلاف طبیعت اور مخالف رسم و عادت سُننے پر بھی صبر کر سکینگے۔ درحقیقت کمال حوصلہ ایسے ہی امتحان کے وقت آزمایا جاتا ہے چونکہ ابتداء سوال آپ کیطرف سے ہے اور آپنے بقول آپ کے طلب حق کے لیئے قدم اُٹھایا ہے مجھے خیال کر لینا چاہیئے۔ کہ آپ ٹھنڈے دل سے میری معروضات کو سُنیں گے اور رسم اور عادات کی پیروی کے جوش سے یکبارگی بیزار نہ ہو جائینگے۔

سنئیے! آپ جانتے ہیں کہ شیعہ سُنی کا جھگڑا نیا نہیں۔ بہت پرانا ہے اور آسان اور ہلکی سی بات نہیں۔ بہت خطرناک اور زہرہ گداز نزاع ہے اس نزاع سے جو جو واقعات اور حوادث مسلمانوں پر نازل ہوئے ہیں تاریخوں کے صفحے ہنوز خون سے رنگین اور تر ہیں۔

خلفائے عباسیہ کی بارونق سلطنت اور شہر بغداد کی خون رُلا دینے والی تباہی جس میں ۱۸ لاکھ علماء و فقہاء و زہاد بھیڑ بکری کی طرح ذبح کیئے گئے۔ علقمی وزیر اور نصیر الدین طوسی کی سازش اور اسی منحوس نزاع کا نتیجہ اور کرشمہ تھا۔ ایرانیوں اور ترکوں کی خوفناک لڑائیاں جو آخر دونوں سلطنتوں کے

ضعف اور بالآخر نصاریٰ کا نخچیر لاغر بنا دینے کا باعث ہوئیں۔ اسی خانہ برانداز نزاع کا نتیجہ تھیں اور یوں قوموں میں جو کچھ ہو رہا ہے۔ وہ عیاں ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ ان کے فیصلہ کی کوئی صورت بھی ہے ؟ مگر چونکہ یہ نزاع دینی اور ایمانی ہے۔ ضروری ہے کہ کوئی زبردست دینی رہنما ہی اسکے فیصلہ کا متکفل ہو۔ ارضی حاکموں اور مادی پنچوں سے تو یہ قضیہ پاک ہوتا نظر نہیں آتا۔ تو اب دینی حاکم دو ہی مانے گئے ہیں قرآن و حدیث۔ اور شیعوں کے نزدیک اسکے سوا بھی جو کچھ ہو۔

احادیث کا یہ حال ہے۔ کہ شیعوں کی الگ۔ سُنیوں کی الگ۔ علاوہ برآں اگر وہ حدیثیں علوی فریق کی ہیں تو تقیہ کے داغ اور احتمال کے سبب سے قابل اعتماد نہیں ہیں۔ تاریخ بتاتی ہے اور شیعہ اسکے قایل اور گواہ ہیں کہ آئمہ اطہار سدا مغلوب اور مظلوم اور مقہور رہے ہیں۔ کبھی ان کے پاک موہنوں سے جو سنیوں کے اکابر کی مدح و ثنا نکلی ہے اور جس سے شیعوں کی مستند کتابیں خالی نہیں تو شیعان پاک نے بڑے وثوق سے اور بڑی صفائی سے اسکی یہ توجیہہ فرمائی ہے کہ چونکہ جناب معصوم علیہ السلام کی مجلس پاک میں چند زبردست ناصبی بیٹھے تھے۔ حضرت امام نے انکے ڈر سے تقیۃً زبان سے وہ تعریف کر دی۔ جو اُنکے پاک دل میں نہ تھی۔ ایسا ہی سلیم الفطرت کے نزدیک یہ احتمال بھی ساتھ ساتھ چلتا ہے کہ جو سُنیوں کے اکابر کی ہجو اُنکے موہنوں میں دیکھی جاتی ہے۔ وہ اُن تیز مزاج دشمنان صحابہ کی تالیف و مدارات کے لیئے اُنہوں نے کی ہو۔ جو اسوقت اُن کے حضور میں بیٹھے تھے۔ اسلیئے کہ تاریخ افسوس کے ساتھ یہ شکایت کرتی ہے کہ ائمہ اطہار کے شیعان پاک جناب امیر علیہ السلام سے لیکر آخر تک موہنہ زور اور سرکش اور آزاد رہے ہیں اور حضرات ائمہ نے ان فتنہ پرداز موہنہ زوروں سے ڈر کر بسا اوقات بہت کچھ کہا۔ اور کیا ہے۔

یہ دو احتمال جو درحقیقت واقعہ محققہ اور تاریخی ثبوت سے مزین ہیں ائمہ معصومین کے اقوال اور اعمال کیطرف سے ایک محقق کو مایوس کر دیتے ہیں۔

خود ائمہ اطہار کے جد بزرگوار جناب امیر رضہ کا یہ حال رہا کہ وہ ان پر رعب اور کمال عروج پر پہونچے ہوئے خلفا کے حضور میں جاتے بیٹھتے مشوروں میں شریک ہوتے اور انکی مہربانیوں اور انعامات سے کافی حصہ لیتے۔

شیعوں کی مستند کتابوں میں جناب امیر علیہ السلام کی زبان سے خلفائے راشدین کی مدح و ثنا میں عجیب الفاظ مذکور ہیں۔ اگر یہ سب کچھ بقول شیعان پاک کے تقیہ (نفاق) کی کارروائی بھی

اور باطن میں سخت عداوت و بغض تھا۔ تو ایک غیور عقلمند انسان سمجھ سکتا ہے کہ ایسے لوگ انسانی جماعت میں کسی ادنےٰ سی جگہ میں بھی بیٹھنے کے لایق نہیں سمجھے جا سکتے۔ چہ جائیکہ انکو اعتقاد و ایمان کی پاک اور قیمتی امانت سپرد کیجائے۔ اور اگر وہ روایتیں صدیقی جماعت کی ہیں تو خود شیعوں کے نزدیک وہ قابل اعتماد نہیں۔ اس صورت میں بجز اسکے کہ ہم ایک ایسی دست آویز پر فیصلہ کا مدار رکھیں جس کی صحت و قابل استناد ہونے میں فریقین سے کسی کو بھی کلام نہ ہو۔ اور جو خدا تعالےٰ کی حفاظت کے مضبوط قلعہ میں جاگزیں ہونیکے سبب سے انسانی دستبرد اور تطاول سے ہمیشہ مامون و مصئون رہی ہو اور کیا چارہ ہے۔

وہ قرآن کریم ہے

جس کو خود خدائے علیم و حکیم نے۔ نور۔ کتاب مفصل۔ ھدی۔ حاکم۔ مبین اور مھیمن فرمایا ہے۔ اس حاکم کے حضور سے جو فیصلہ ہو جائے اُسے قطعی سمجھا جائے۔ سورۃ النور میں خدا تعالےٰ فرما چکا تھا۔ وعد اللہ الذین امنوا وعملوا الصلحت منکم لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم۔ الیٰ اخر الآیہ۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ استخلاف خدا تعالےٰ کا وعدہ اور حتمی وعدہ تھا۔ جسکا خلاف ہونا ممکن نہ تھا۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ خلیفہ بنانا خود خداوند عالم کا فعل تھا۔ انسانی تدبیر اور منصوبہ اور سازش کا اس میں دخل نہ تھا اور اس آیت نے ہمیشہ کے لیے قانون مستمرہ خداوند کریم کا بتا دیا کہ خلیفۃ اللہ ہمیشہ آسمان سے مقررہ منصوب ہو کر آیا کرتا ہے۔ یہ کبھی نہیں ہوا اور نہ ہو گا کہ چند یا زیادہ انسان بلکہ اپنی رائے و مشورہ سے سماوی تحریک و تائید کے بغیر کسی کو خلیفۃ اللہ بنا دیں۔ ہاں چونکہ تمدن عالم میں جو سلسلہ اسباب سے وابستہ ہے۔ اسباب سے تمسک کرنا لابدی ہوتا ہے۔ لہذا ظاہری صورت شوریٰ و اجتماع کی ایسی ہی واقع ہوا کرتی ہے۔ کہ گویا مادی کمیٹیوں اور اجتماعوں کی طرح خود اعضائے کمیٹی اپنے لئے پریسیڈنٹ منتخب کر رہے ہیں۔ مگر ہوتا وہی ہے۔ جو آسمان پر پہلے مقرر ہو چکا ہوتا ہے۔ اس لیئے کہ خدائے متصرف مدبر بالارادہ کا پہلے ہو چکا ہوا وعدہ اور نفاذ پا چکی ہوئی مشیت انسانی منصوبہ اور نفس کی سوچی ہوئی تدبیر سے ٹالی نہیں جا سکتی۔ اور اسکے پر حکمت کاموں اور عجیب نظام کو ضعیف القوےٰ۔ محدود العلم انسان درہم برہم نہیں کر سکتا۔ یہی راز اس آیت کا ہے۔ جو قرآن حکیم میں کئی کرہ آئی ہے وما انتم بمعجزین۔ اور کہیں فرمایا ہے۔ وما نحن بمسبوقین۔ یہ ایسی سچی ایمانی تسلی ہے کہ ایک مومن بالقرآن یا خدا تعالےٰ کی عادات

دشمن کو جاننے والا اس کا انکار نہیں کر سکتا۔ بلکہ اس سے لذت اُٹھاتا ہے۔ اب اس خدائی وعدہ کا تحقق اور وقوع کیونکر ہوا اور خدا تعالےٰ کے نظام عالم کے اسباب یا صاف صاف یوں کہو کہ آسمانی تائیدات اور آلہی نصرتوں نے کیا جلوہ دکہایا اور کن کی حمایت میں جمع ہوئیں صاف ظاہر ہے

آپ لکھتے ہیں۔ میں علیؓ کو خلیفہ بلافصل مانتا ہوں۔ ماننے کو آپ سو دفعہ نہیں ہزار دفعہ نہیں لاکھ دفعہ نہیں بلکہ ان گنت دفعہ مانیے۔ مگر یہ تو بتائیے کہ اگر آپ لوگ اپنی روحوں کو مغالطہ نہیں دیتے اور ایک نادان بچہ کی طرح بیجان کہلونے اور گڑیا سے تسلی نہیں پاتے تو اور کیا ہے؟ تعجب کی بات ہے کہ اگر حواس میں کنذری نہیں اور مدرکات میں جان ہے تو ایک خلاف واقعہ بے اصل بات سے جی بہلتا کیونکر ہے۔ جناب صدیقؓ خلیفہ بلا فصل ہوئے اور واقع میں ہوئے اور یقیناً ہوئے۔ جناب فاروقؓ خلیفہ ثانی ہوئے اور واقع میں ہوئے اور یقیناً ہوئے۔ جناب ذی النورینؓ خلیفہ ثالث ہوئے اور واقع میں ہوئے۔ اور یقیناً ہوئے۔ جناب امیرؓ خلیفہ رابع ہوئے اور واقع میں ہوئے۔ اور یقیناً ہوئے۔ یہ تو حقایق ثابتہ اور واقعات متحققہ اور محققہ ہیں اور کسی ایک کو بھی مسلمانوں کے مختلف فرقوں میں اس واقعی اور عملی ترتیب و نظام سے اختلاف و انکار نہیں۔ اب آپ فرمایئے اور قومی تعصب سے ذرا الگ ہو کر فرمایئے کہ **خلیفہ بلافصل علی** چہ معنی دارد۔ یہ کوئی تثلیث کی طرح معما ہے۔ جو دوسرے عالم میں کھلیگا یا آواگون کا چکر ہے۔ جسکا بھید آجتک خود ماننے والوں پر بھی آشکارا نہیں ہوا۔ اگر یہ عقیدہ آپ لوگوں کا تثلیث و تناسخ کی طرح لاینحل اور دل خوش کن مسئلہ ہے اور چونکہ قوم مان چکی ہے اور عورتیں اس لذیذ اعتقاد پر صدق دل اور رقت قلب سے قایم ہو چکی ہیں اسلئے اسے پالنا اور ماننا ہی ہے تو مبارک ہمیں کچھ تعرض نہیں۔ دنیا میں پتھروں کو پوجنے والے عاجز انسان ضعیفہ کے پیٹ سے نکلے ہوئے ناتوان انسان کو خدا ماننے والے اور تثلیث جیسے قفل وسواسی سے دل لگانیوالے آدمی بھی تو ہیں۔ جن کی نسبت خدا کی حکیم کتاب لطیف ریمارک کر چکی ہے۔ ان ھی الا اسماء سمیتموھا انتم و اباؤکم ما انزل اللہ بھا من سلطان۔ یعنے تمہارے یہ معبود اور واجب التعظیم بزرگ صرف نام ہی نام ہیں جو تم نے اور تمہارے بزرگوں نے رکھ لیئے ہیں۔ خدا کی کتاب اور اس کے فعل میں انکے تحقق اور وجود کی کوئی سند نہیں۔ یعنے یہ بے حقیقت اشیا ہیں اور یونہی اسما ہی ہیں ان کا واقعی مسمی وجود میں کوئی بھی نہیں۔ سو وہ قومیں تو یقیناً قرآن کے الزام کے نیچے آچکی ہیں اسلئے کہ وہ ان اسماء موضوعہ مخترعہ مختلفہ کی کوئی حقیقت واقعہ وقوع میں نہیں بتا سکیں۔ اور خدا تعالیٰ کی کتابوں اور فعل آلہی نے

انہیں سخت شرمندہ کیا ہی۔ اب آپ فرمایئے اور شیعان پاک کے اولین وآخرین سے پوچھکر اور خوب مشورہ لیکر بتایئے کہ علی خلیفہ بلافصل ہے؟ اس کے لئے کتاب اللہ میں کوئی سلطان اور برہان اور کوئی حجت نیرہ؟ خدا تعالےٰ کے فعل یعنی واقعہ اور مشاہدہ میں اسکی کوئی سند؟ خدا تعالےٰ کے کلام نے لاریب اشتراک یعنے دوسروں کی شمولیت وتبعیت میں اُن کو خلیفہ کہا اور تسلیم کیا اور خدا تعالےٰ کے ایفائے وعدہ میں یعنے فعل آلہی نے واقعہ اور مشاہدہ میں انکا چوتہا درجہ رکہا۔ یہی حق وصدق ہے اور یہی خدا کے کلام اور کام سے روز روشن کی طرح واضح وآشکارا ہے۔ اب وہ بلافصل خلیفہ علی خدا کے لئے بتایئے کون شخص ہے۔ اگر نرا اسم ہی اسم اور بلاحقیقت معدوم محض شے نہیں تو اور کیا ہے۔ اگر اتنا آپ لکھتے کہ مَیں جناب علیؓ کو خلیفہ مانتا ہوں تو بات درست تھی۔ اور اس میں نزاع ہی کسکو ہے۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ سادہ اعتقاد اور طفولیت کی مانی ہوئی شے کی الف نے آپکو لفظ بلافصل کی قباحت اور شناعت کی طرف متوجہ نہ ہونے دیا میرے دوست! یہ نظام عالم ایک وجود رکہتا ہی۔ اور خدا تعالےٰ کے نزدیک اسکی حقیقت ہے سوفسطائیوں کی طرح وہم وخیال کا کارخانہ تو نہیں کہ بود کو نابود اور نابود کو بود مانا جائے۔ خلفائے راشدین کی ترتیب ایک واقعی نظام اور امر متحقق ہے۔ اس بود کے مقابل نابود شے (خدا کے علم میں نابود خدا کی کتاب میں نابود خدا کے فعل میں نابود) بلافصل کہنا اور اسپر اعتقاد رکہنا سفسطہ اور دیوانگی نہیں تو کیا ہے۔ کیا ہی حسرت ہوگی اُسدن جبکہ حقایق اشیاء کماہی ہی متمثل ہونگے اور ایمانی کیفیات کمیت اور وجود شہودی کا جامہ پہنیں گی۔ آہ کیا ہی ندامت اور خجالت ہوگی اُسوقت جبکہ ان اپنے ہی نفسوں کی تراشی ہوئی باتوں اپنے ہاتھوں سے گھڑے ہوئے سنگ وگل کے معبودوں کا کوئی وجود نہ ہوگا۔ اور اُنکے پجاری اور صانع اور خالق حسرت سے ڈہونڈتے اور چلاتے پھریں گے کہ اے الفا اومیگا قادر مطلق خدا یسوع مسیح تو کہاں ہی جس کے لہو میں ہم نہائے اور اسپر بڑی بڑی اُمیدیں باندھ رکھی تہیں اور تجھ اکیلے کے لئے ہمنے سارے راستبازوں کو چور ڈاکو برائی عورتوں کو اغوا کرنے والے اور پورے حرامکار کہا اور مانا اب تو کہاں ہے۔ ہم غلطی سے سمجھے بیٹھے تھے یا سمجھائے گئے تھے کہ تو جلال کے تخت پر باپ کے دائیں بیٹھا ہوگا۔ افسوس وہ خیالی بت اور نفس کی تراشی ہوئی بات انہیں کہاں نظر آوے۔ وہ خدا کے عاجز سرنگوں بندوں میں شامل ہائے فزع وخوف کے کہیں دبکے بیٹھے ہوں گے اسی طرح بلافصل اور کیا کیا ماننے والے اور مسیح کی طرح اُنکے حق میں اطرا کرنے والے اس

بلافضیلت کے رتبہ اور درجہ اور اُن اپنی طرف سے دئے ہوئے بڑے بڑے خطابوں کے مصداق شخص کو ڈھونڈیں گے۔ اور چیخ چیخ کر اور پھوٹ پھوٹ کر روئیں گے اور کہیں گے اے خلیفہ بلافصل! اب تو کہاں ہے تیری خاطر ہمنے ایک لاکھ چوبیس ہزار راستبازوں۔ خدا کے قدوسیوں خاتم النبیین کے خلیفوں احمد محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے ہاتھ پر بیعت کرنیوالوں۔ اُسکی راہ میں سینہ سپر کرنیوالوں عسرت کی گھڑیوں اور تنہائی کے وقتوں میں اُس کی جان مال سے مدد کرنے والوں۔ علماً اسلام کو پھیلانے والوں۔ اور آئمہ اطہار کے محسنوں مربیوں کو بُرا کہا۔ غاصب کہا۔ بے ایمان کہا۔ فاسق کہا۔ اور کیا کیا اور کیا کیا کہا۔ ہائے اب حقیقت کھُلی کہ تو ہمارا فرض کیا ہوا ایک وہمی نام تھا۔ اور واقع میں تیری حقیقت وہ نہ تھی۔ جو ہم نے اور ہمارے خود غرض آبا نے تراشی۔ درحقیقت بڑی حسرت ہے۔ کہ سارا رونا پیٹنا اور برسوں کے ماتم و شیون بے سُود چلے جائیں اور صحابہ کے سارے مطاعن اور مثالب شماریاں ابدی لعنت کی شکل میں طوقِ گردن ہو جائیں۔

میرے دوست! اس میں آپ بغور غور کریں۔ یہ انشا پردازی اور لفاظی نہیں۔ خدا آگاہ اور گواہ ہے کہ مَیں نے بڑے درد دل سے لکھا ہے اور یہ معارف اور حقایق ہیں جو ایک طالب حق کی بصیرت کو بڑھاتے ہیں۔ کوئی شخص بے باکی سے یُوں ہی ہنسی میں اُڑا دے آسان بات ہے۔ مگر خدا کی کتاب اور خدا کے فعل یعنے کلام اللہ اور صحیفۂ قدرت دونوں کو اسی طرح مدنظر رکھکر اپنے اعتقاد کا ثبوت دے تو بات ہے۔ ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السموات والارض فانفذوا لا تنفذون الا بسلطان۔

آپ اپنے خط میں لکھتے ہیں کہ تشیع میں کونسی بیہودہ بات ہے۔ اور کس بات میں شیعہ حد سے بڑھ گئے ہیں۔ اور کیوں خواہ مخواہ ہم شیعوں کو ملامت کرتے ہیں۔ میرے دوست! سچائی کا خون کرنا۔ ایک ثابت شدہ واقعہ کا انکار کرنا۔ ایک صریح باطل اور نابود شے کو حق اور بود کا لباس پہنانا۔ ایک فرضی بات کی خاطر خدا کے ہزاروں راستبازوں کو سنا اور رات دن تبرا بازی کا ہدف ٹھہرانا اور سب و شتم اور بغض و عداوت کے سینہ میں پالنے کو جزو ایمان کہنا اور خدا کے کلام اور کام کے خلاف ایک انسان کو وہ رتبہ دینا جس کا استحقاق خود خدا نے۔ خدا کی کتاب نے۔ خدا کے فعل نے۔ ملائکہ سماوی و ارضی نے اور ایک لاکھ سے زیادہ عباد اللہ الصالحین نے اسکو نہ دیا۔ بتائیے یہ بیہودگی اور حد سے بڑھنا نہیں اور ظلم عظیم نہیں تو کیا ہے؟ اور کیا راستباز غیور کا دل نہیں کڑھتا کہ ایسی قوم کو ہر طرح سمجھانے میں آپکو بہت سی باتیں کہنا چاہتا تھا۔ مگر بالفعل مَیں اتنے پر بس کرتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ آپ میں حق کو سُننے کا حوصلہ ہے یا

نہیں۔ اگر آپکی سعادت ورشد نے مجھے حوصلہ دیا تو انشاء اللہ تعالٰے اور بھی کام کی باتیں سناؤں گا
واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم۔

عاجز عبد الکریم سیالکوٹی از قادیان
۳۰ ستمبر ۱۸۹۹ء

ضمیمہ نمبر (۱)

خلافت راشدہ کی علامات اور صفات اور نتائج اعمال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

طسم۔ تلک آیات الکتاب المبین۔ نتلو علیک من نباء موسیٰ وفرعون بالحق لقوم یؤمنون۔ ان فرعون علا فی الارض وجعل اھلھا شیعا یستضعف طائفۃ منھم یذبح ابناء ھم ویستحیی نساء ھم انہ کان من المفسدین ونرید ان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض ونجعلھم ائمۃ ونجعلھم الوارثین ۝

یہ کتاب مبین کی آیات ہیں۔ ہم موسیٰ اور فرعون کا واقعہ تجھے سناتے ہیں۔ جس میں مومن لوگوں کے لئے وہ حق مذکور ہے۔ وہ واقعہ یوں ہی کہ فرعون اس ملک میں سر آگیا۔ اور لوگوں کو گروہ گروہ

بنا دیا- ایک گروہ کو ان میں سے ناتواں دیکھکر ان کے مردوں کو ذبح کرتا اور عورتوں کو زندہ رکھتا وہ بڑا مفسد تھا- اور ہم چاہتے ہیں کہ احسان کریں ان لوگوں پر جنہیں ضعیف سمجھا گیا- اور انکو امام بنائیں اور ان ہی کو وارث بنائیں-

یہ سورہ شریفہ مکی سورۃ ہے- اس میں ہمارے سرور و مولیٰ (صلے اللہ علیہ وسلم) کی کامیاب زندگی اور اسکی کیفیت اور آپ کے اتباع کے انجام کا نقشہ پیشگوئی کے طور پر دکھایا گیا ہے۔

میں جہانتک اس میں غور کرتا ہوں- پوری بصیرت اور شرح صدر سے اس نتیجہ پر پہنچتا ہوں کہ یہ سورت ایک کتاب مبین اور قول فصل ہے- ہماری اور شیعوں کی نزاع میں- اسمیں حضرت موسے علیہ السّلام اور فرعون کا واقعہ سُنا کر جناب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ تسلی دیگئی ہے کہ وہ گروہ جو ستایا جارہا ہے اور اسوقت کمال بے بسی اور بے کسی کی حالت میں ہے وہ ستانیوالوں اور ظالموں کی ہلاکت کے بعد ایک مقتدر گروہ ہوگا- اور ان ہی جگہوں پر شان و شوکت سے حکومت کریگا- جہاں اُسوقت اُنکو سر رکھنے کی جگہ نہیں-

خدا تعالےٰ کے علم و قدرت کی اس پیشگوئی سے کیسی شان ظاہر ہوتی ہے- جس وقت یہ پیشگوئی ہوئی ہے- آپ اور آپ کے اتباع مکہ کے فرعونوں کے ہاتھ سے جان کاہ دُکھ اُٹھا رہے تھے- وہ نہایت بے بس اور بیکس تھے ان سے وہ سلوک کیئے جارہے تھے- کہ ایک حوصلہ مند کا پتا بھی اُن واقعات کے سُننے سے پانی ہوجاتا ہے- اس وقت وہ جو سر آئے ہوئے متکبر اور مفسد اور موذی تھے کبھی وہم و گماں میں لاسکتے تھے- کہ یہ قلیل اور مستضعفین کا گروہ اُنکے مکانوں کا وارث ہوگا- اور انکی گردنیں ان ناتوانوں کے جوتے کے نیچے دب جائینگی اور انکی قدرت اور شوکت ظالموں کی قدرت اور مذہب اور معبودوں کو راہ سے یُوں ہٹا دیگی جیسے پُر زور رَو ہر چیز کو آگے سے دھکیلتی چلی جاتی ہے؟

اور فرعون اور موسیٰ علیہ السّلام کی مثلیت کے رنگ میں خدا تعالےٰ اس پیشگوئی کو دوچند طاقت اور شوکت دی اور اس کی عظیم الشان راستی اور ہمارے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی افضلیت اور اکملیت کے اثبات و اظہار کے لیئے یہ دکھایا اور چاہا کہ حضور سرور کائنات (صلے اللہ علیہ وسلم) کا ناتواں گروہ نہ صرف اپنے ہی ستمگروں اور مفسدوں کی سرزمین کا وارث اور مقتدر حکمران ہو- بلکہ اس سرزمین کا بھی وارث ہو- جو جناب موسے علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے موذیوں اور مفسدوں کی جائے فخر و ناز تھی-

جناب موسےٰ کے گروہ مستضعفین کو یہ فخر نہ بخشا گیا۔ کہ فرعون کی ہلاکت کے بعد انکے "جنات"
"عیون" اور "مقام کریم" اور "نعمتوں" کے وارث ہوتے۔ مگر مثیل موسےٰ (علیہ السلام)
کے خدام اور اتباع کو یہ ابدی عزت نصیب ہوئی کہ وہ اسجگہ (مکہ) پر بھی حکمران ہوئے جہاں انہیں اول
ستایا گیا۔ اور آخر نکالدیا گیا۔ اور موسیٰ علیہ السّلام کے فرعون کی سرزمین (مصر) کو بھی اپنے
پاؤں کی چوکی بنایا اسلیئے کہ ایک کھلا نشان ہوجائے کہ حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم اکمل اور
افضل رسول ہیں اور آپ کی جامعیت اور خاتمیت کا طبعی تقاضا ہے کہ سارے ہی فرعون اندرونی
ہوں یا بیرونی آپ کے عصائے حکومت اور جبروت کے نیچے آجائیں۔

پہلے ہر ایک شخص کو جو سلیم دل اور مستقیم طبع رکھتا ہے۔ اس میں غور کرنی اور بصیرت سے اس
بات کا فیصلہ کرنا چاہیئے کہ فرعون اور موسیٰ علیہ السّلام کے قصہ کے رنگ میں خدا تعالےٰ کا یہ ارادہ
ہے اور قرآن کریم سے صاف پایا جاتا ہے یا نہیں کہ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام اور آپ کے خدام و
اتباع عرب اور مصر کی سرزمین پر حاکمانہ اور مقتدرانہ قابض اور متمکن ہوں؟ اور یہ خبر قرآن کریم میں
خدا تعالےٰ نے نہ صرف اس سورہ شریفہ میں بلکہ اور مقامات میں بھی اسی رنگ اور پیرایہ میں دی اور کیا
پیشگوئی کی تکمیل کیلیئے ضروری تھا۔ یا نہیں کہ موسوی فرعون کا ملک بھی اسلام کے قبضہ میں اسی طرح آجاتا
جس طرح ضروری تھا۔ کہ مکہ جو مرکز تھا۔ اور اسکی نواح اسلام کے اقتدار کے سامنے گردنیں نوا دیتی؟

جب یہ قطعی فیصلہ ہوجائے کہ قرآن مجید کی واقعی اور عملی صداقت اسی صورت میں ثابت ہوسکتی
ہے کہ مکّہ اور مدینہ اور مصر یکساں اسلام کے ہمہ قدرت ہاتھ میں آجائیں۔ اس کے بعد خدا کے خوف اور
قرآن کریم اور اسلام کی عزت اور واقعات عالم کو مدنظر رکھکر دیکھنا چاہیئے کہ مکہ کے مستضعفین اور
مہاجرین میں سے وہ کون لوگ ہیں جنکی تمکین اور صولت اور سطوت کا شدید البطش ہاتھ مکہ اور مدینہ
اور مصر اور شام اور ایران اور قسطنطنیہ غرض کل فرعونیانِ جہاں کے ماوےٰ و مسکن پر پڑا اور اسلام کے
سارے اندرونی اور بیرونی دشمنوں کو اپنا لوہا منوادیا۔

قرآن کریم کے منطوقوں اور دلالتوں اور صراحتوں اور اشارتوں نے اور واقعات عالم نے
پوری صراحت اور ناقابل نزاع فیصلہ سے یہ ثابت کردیا ہے کہ اس پیشگوئی کی صداقت کی اوّلاً
وبالذات ابتدا جناب خاتم النبیین (علیہ الصّلوٰۃ والسلام) سے ہوئی کہ آپ نے مکہ کو فتح کیا اور
مدینہ پر بلا کسی منازع کے خالص قبضہ پایا اور اس پیشگوئی کی کامل صفائی اور بوجہ اکمل تکمیل جناب ابوبکرؓ
اور جناب عمرؓ اور جناب عثمان (رضی اللہ عنہم وارضاہم وصلی اللہ علیہم وعلی من تبعہم الی یوم الدین) کی مبارک خلافتوں میں ہوئی

قرآن کریم میں وتمکن لھم فی الارض اور دوسرے مقام میں ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضے لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا۔ قابل غور ہیں۔ اس حکیم کتاب کا ہر ایک لفظ بڑی بڑے مصالح اور حکمتیں اپنے اندر رکھتا ہے۔ اس میں یہ صاف اشارہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کے لگائے ہوئے پیڑ کو زمانہ کی تیز آندھیوں سے بچانا اور اُس پیڑ کا عظیم الشان اور مثمر درخت ہونا درحقیقت اُن ہی کی کوششوں اور جاں فشانیوں سے ہوگا۔

یہ آشکار بات ہے۔ اور واقعات عالم اسکے شاہد ہیں کہ حضور سید الانبیا علیہ الصلوۃ والسلام کے وقت اُس وسیع براعظم پر بلکہ حرمین پر بھی قرار واقعی اور کفر کو رگ و ریشہ سے استیصال کر دینے والا سکہ اسلام کا عوام کے دلوں پر نہیں بیٹھا تہا۔ مدینہ طیبہ ہنوز اکثر منافقین سے اور شریر یہود سے بکلی پاک نہیں ہوا تھا۔ اور مکہ کے بعض فرزند اسلام کی قوت کے مقابل دب کر چپ ہو گئے تھے یہ بات اور بھی صاف اور واضح ہو جاتی ہے۔ جب اس رستخیز پر نگاہ کیجائے جو جناب سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات پر واقع ہوئی۔ عرب کی ساری سرزمین اسلام اور مسلمانوں کے حق میں سیاہ سانپوں اور بچھوؤں اور چیتوں اور بھیڑیوں کا جنگل بن گئی۔ اور خلافت کے احکام مکہ اور مدینہ کی حدود کے اندر محصور اور محدود ہو گئے۔ جب وہ سیاہ آندھی چڑھی ہے کسی کو گمان تھا کہ اسلام کے نازک اور نئے لگائے ہوئے پیڑ کی جڑ بیخ کہیں دنیا میں باقی رہجائے گی؟

جیسا میں پہلے حصے میں مدلل بیان کر چکا ہوں اسلام کو واقعی تمکن اور اقتدار اور جبروت اور حقیقی امن کا حاصل ہونا اور خوف کا جڑ سے اکھڑ جانا جناب صدیق اور فاروق (علیہما السلام والصلوۃ) کی خلافت راشدہ میں ہوا۔ جناب صدیق نے اندرونی دشمنوں کا استیصال کیا اور نبوت کے جھوٹے مدعیوں اور اسلام کے مکذبوں کے ناپاک وجود کو عرب سے اٹھا دیا۔ اور جناب فاروق رض نے بچے کھچے اندرونی دشمنوں اور بیرونی دشمنوں دونوں کا قضیہ پاک کیا وہ مغرور کسریٰ جسنے نشہ غرور سے نابینا ہو کر حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے قتل کیلئے مدینہ میں دو سپاہی بھیجے تھے اور جسکے اسکے بیٹے نے دکہا دیا کہ وہ کسقدر ناتوان تہا۔ اسکا ملک کس کے گھوڑوں کے ترکتاز کا جولان گاہ ہوا وہ ظالم نصاریٰ جو مدینہ پر چڑھائی کرنیکی ہمیشہ دھمکی دیتے اور اسلام کے استیصال کیلئے سدا دانت پیستے تھے۔ کس کے آتشین ہتھیاروں نے انکے منحوس وجود سے عرصہ گیتی کو پاک کیا۔

اے عمر فاروق! خدا تعالیٰ اور ملایکہ اور مومنین کیطرف سے صلوٰۃ و سلام تجھپر۔ اسلام پر تیرا ایک احسان ہو تو گن بھی لوں۔ اسلام سر سے پاؤں تک تیری احسانوں کا گرویدہ ہے۔ قرآن کریم کا

حرف حرف زبان ہو کر تیرا ثنا خوان ہے۔ تیری ہی مبارک وجود سے قرآن کریم کی پیشگوئیوں کا اہم اور اقدم اور بہت بڑا حصہ پورا ہوا۔ تیرے مساعی جمیلہ نے قرآن کو دنیا میں پھیلایا اور استوار کیا۔ اسلام کو تمکن اور شوکت اور قدرت اور ادیان باطلہ پر نمایاں غلبہ اور واقعی امن تیری ہی مبارک عہد خلافت میں حاصل ہوا حضرت مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی هلك كسرى فلا كسرىٰ بعدہٗ وهلك قيصر فلا قيصر بعدہٗ - جو نہ صرف پیشگوئی تھی بلکہ آپکے دل کی آرزو اور اسلام کی رفیع عمارت کا بنیادی پتھر تھی تیری ہی مقدس ہاتھوں سے پوری ہوئی۔ یہ پیشگوئی آپکی کوئی سرسری پیشگوئی اور نری نفس کی آرزو نہ تھی۔ بلکہ قرآن کریم سے استنباط کر کے قرآن کریم کی صداقت کے پورا ہونیکی تمنا تھی حور و قصور کے وعدے۔ سونے کے کنگنوں اور جواہرات کے قیمتی زیوروں اور استبرق اور حریر اور سندس کے لباسوں اور نامی تختوں اور غلمان لولو تمثال اور اباریق اور کاسات اور قواریر اور حوران لم یطمثهن قبلهم انس ولا جان۔ یہ سب وعدے جو قرآن میں مومنوں کو دیئے گئے تھے اور جن کا پورا ہونا اسی عالم میں اس دوسرے عالم کی صداقت کے لیئے ضروری تہا۔ ہاں یہ سب مبارک وعدے تیری ہی عہد میں پوری ہوئے۔ اور حرفاً حرفاً پورے ہوئے ؎ تیری قدر ایک کافر نعمت قوم نے

قرآن کریم کی پیشگوئیوں کی حقیقت نہ سمجھنے والوں نے ان مواعید پر نابینائی اور خطا کاری سے اعتراض کیے ہیں اگرچہ اس اعتراض کے واقعی اور کامل جوابکا متکفل وہ مضمون ہو سکتا ہے۔ جو بالاستقلال جنت وجہنم کی وعید و وعدہ پر دقیق ہو مگر اتنا اس موقع پر بھی لکھنا بیجا نہ ہوگا کہ قرآن کریم کا یہ مضبوط قاعدہ اور اسی کی در حقیقت یگانہ صفت اور اسی کا ممتاز خاصہ ہے۔ کہ قرآن کریم ہر ایک دعویٰ کے ساتھ دلایل بھی اپنے اندر بیان کرتا ہے کوئی اس کا دعوے نہیں جسکے ساتھ معاً قاطع برہان نہ ہو اور یہ صفت منجملہ ان صفات مہمہ کے ہے جسنے اسے خاتم الکتب ہونے کا فخر بخشا ہے۔ اس نے جہاں خدا کا ایک ہونا بیان کیا ہے اس کے ساتھ توحید کے دلایل بھی بیان کیئے ہیں۔ اور جہاں کثرت آلہہ کی نفی کا دعوے کیا ہے وہاں اس کثرت کی نفی اور مفاسد کے دلایل بھی بیان فرمائے ہیں۔ غرض نبوت اور نبوت کے دلایل اور کتاب اللہ کی ضرورت کا دعوے اور اسکے دلایل اور عدم نبوت کے مفاسد علیٰ ہذا ہر ایک ضروری مسئلہ کے متعلق دعوے اور دلیل بیان کی ہے مگر ثبوت توحید اور اثبات الوہیت اور ربوبیت کے بعد بڑا بھاری مسئلہ جو سب مسایل کی روح و رواں ہے معاد اور وعد و وعید معاد کا مسئلہ ہے۔ درحقیقت آخرت کا یقین ہی تمام نیکیوں کا سچا محرک اور انکار آخرت تمام مفاسد کا باعث ہے۔ دنیا میں بڑی بھاری کتاب توریت تھی انجیل تو

نہیں کی۔ تیری راستی اور منجانب اللہ ہونیکی بڑی دلیل یہ ہو کہ تو ظالموں کی زبانوں سے انبیاء کیطرح

کچھ توریت کی تعلیم کا اعادہ اور دو چار فقیرانہ اصول سے زیادہ نہ تھی۔ اس سے تو کوئی توقع ہی عبث تھی مگر توریت باایں ضخامت قیامت کے ضروری مسئلہ سے بالکل خاموش رہی اگرچہ کسی قدر مگر نہایت ہی باریک اور دقیق پیرایہ میں ایمان اور حسنات پر اس عالم کی جزا کے وعدے بیان کیے مگر ان میں دو نقص اور واضح نقص رہ گئے۔ ایک یہ کہ ان دنیوی مواعید میں (یعنی بارشیں ہونگی اور وقت پر پھل ہوگا اور یہ ہوگا اور یوں ہوگا) کوئی ایسی رموز اور دلالات نہ تھیں جو اس مادی عالم اور محسوسی منافع سے کشاں کشاں یہودیوں کو باہر لیجاتیں اور ان ہی الفاظ کی دوربین کی وساطت سے اس وراء الوراء اور غیب الغیب عالم کی سیر بھی کرا دیتیں دوسرا نقص یہ ہوا کہ وہ دنیوی مواعید بھی اکمل طور پر پورے نہ ہوئے۔ بلکہ کبھی جو تھوڑا سا آرام یہودیوں کو ملا وہ زمانہ دراز کی تباہی اور کوفت کے سبب سے افسانہ خواب ہو گیا اور صدیوں کی غلامی اور ذلت اور لعنت نے طبعًا ایسا پست ہمت اور زمین پر نظر رکھنے والی اور حقایق سے نا آشنا قوم یہودیوں کو بنا دیا کہ بہت سے ان میں قیامت کے منکر ہو گئے۔ اور باقی ماندہ مادی اور حسی واقعات میں ایسے مبتلا ہوئے کہ انبیاء کے روحانی رنگوں اور پیشگوئیوں کے اصلی لباس سے قطعًا نابلد ہو گئے۔ یہی وجہ ہے کہ مسکین اور بظاہر گمنام اور ابن نجار مسیح کو پہچان نہ سکے۔ ہندوستان کی کتاب وید جو حقیقۃً بید بے ثمر ہے اس مسئلہ شریفہ سے ایسی جاہل ہے۔ کہ اس نے غریب آدمزاد کو تناسخ کے گورکھ دھندے میں پھنسا کر انکی اخلاق فاضلہ کی بنیادوں میں پانی پھیر دیا۔

قرآن کریم نے سب سے زیادہ اسی مسئلہ کو نصب عین رکھا ہے اول انفسی اور آفاقی شہادتوں یعنی انسان کی خلقت اور اسکے اعمال کے میلان اور غایت اور نیچر (فطرۃ اللہ و قانون قدرت) سے اقامت قیامت اور ثبوت حشر اجساد اور ضرورت یوم الدین پر جابجا بحث کی ہے۔ ایحسب الانسان ان یترک سدی الم یک نطفۃ من منی یمنی ثم کان علقۃ فخلق فسوی فجعل منہ الزوجین الذکر والانثی الیس ذالک بقادر علی ان یحیی الموتی

اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ انسان کی بناوٹ اور خلقت اور اس کا تسویہ اور اس کا دو مختلف نتیجوں اور کارروائیوں کی مخلوق یعنی نر و مادہ ہونا چاہتا ہے اور بتاتا ہے کہ یہ جواب دہ ہستی اور اپنے اعمال و افعال کی ذمہ وار ہستی ہے اور آسمان سے پانی برسنے اور زمین میں نباتات کے اُگنے سے جابجا استدلال کیا ہے کہ اسی طرح حشر اجساد بھی ہوگا۔ اس کے بعد انسان کی فطرت کے سچے تقاضے کو

وعدہ وعید کے رنگ میں بیان فرمایا ہے۔ یہ وعدہ وعید جو قرآن میں مذکور ہوئے ہیں حقایق واقعہ ہیں انسان کے اعمال میں اور اقوال میں اور اسکی تمناؤں اور ارادوں اور حوصلوں اور اسکی فطرت کے نہاں در نہاں خواص میں ان مواعید کے تخم موجود رکھے گئے ہیں یہاں ہی اسکے اعمال ایک بہشت اور ایک دوزخ کے صورت ہیں جو اس مادی اور کثیف عالم کی فطرت اور قالب کے موافق ہیں اور چونکہ اسکے تقاضا اور تمنیات اور ارادے فانی نہیں اسلئے کہ وہ ابدی اور دائمی اور غیر فانی قواے کے فطری اظلال و آثار ہیں لاجرم ضروری ہے کہ اُن اعمال اور خواہشوں کی غایات بھی پوری ہوں۔ جیسے یہاں ہر قسم کے بادشاہی انعامات از قسم مطاعم و مشارب و مناکح انسان کی فطری خواہش ہے اور آخری غایت اسکی سلطان اعظم کا تقرب اور رضا اور ہمکلامی سے مشرف ہونا ہے۔ قرآن کریم میں بھی بعد ان نعماء کے جو یہاں کے حِسّی نعماء سے لفظاً مشابہ واقع ہوئی ہیں لقاء الٰہی اور رضوان اللہ اور تکلیم اللہ کو غایت فلاح اور فوز قرار دیا ہے۔

قرآن کریم کا یہ مذہب ہے کہ جیسے اس مادی اور حسی عالم میں انسان کے اعمال پھل لاتے ہیں اور اس مادی عالم کی آب و ہوا میں صرف مادی اشیاء پھل لاتی اور مقداری چیزیں ہی ظہور کا رنگ پکڑتی ہیں اُس لطیف عالم میں جہاں خدا تعالےٰ کی تجلی اس مادی عالم کی نسبت دو چند ہو جائیگی انسان کے اعمال کی روحانیت اور کیفیت بھی پھل لائیگی اور یہ روحانی تخم مادی اور کمی شکل میں جلوہ گر ہوگا۔ در حقیقت وہ عالم خدا تعالےٰ کی تجدد خالقیت اور عجیب بدیع و فاطر ہونیکا ثبوت اور مظہر ہوگا۔ اس عالم کا ادنےٰ اور مشابہ ثبوت اس مادی عالم میں عالمِ رویا ہے جس میں کیفیات کو کمیات کے پیرایہ میں دکھایا جاتا ہے جیسے علم کو دودھ کی شکل میں دکھایا گیا اور طرح طرح کے اخلاق فاسدہ اور اعمال ردیہ سانپوں اور بچھوؤں اور بھیڑیوں اور بندروں کی شکل میں نظر آتے ہیں۔ اور بعض وقتوں میں ایک مادی شئے ایک اور مادی رنگ میں دکھائی جاتی ہے۔ جیسے دو جھوٹے نبوت کے مدعی حضرت صادق مصدوق علیہ السّلام کو دو سونے کے کنگنوں کی شکل میں نظر آئے۔ بجز سخت شراب خوار دماغ کے ہر ایک سلیم الفطرت ایسے حقایق رویا میں دیکھتا ہی اور یہ سائنس منجملہ قوائے انسانی کے علوم کے ایک حقیقی اور با نتیجہ سائنس ہے مگر افسوس بعض نادان یورپ کے شرابخواروں کی پیروی کے سبب سے ان حقایق میں غور کرنے اور ان سے حقایق پر پہونچنے سے رہ گئے ہیں۔ اور خدا کی کلام اور سنت خیر الانام کی پوری مخالفت کرکے

تیری قدر کرتی ہے اور خدا اور قرآن اور رسول کریم کے لئے قدر کرتی ہے اسلئے کہ تو نے اپنے قول اور فعل سے اُن کی قدر کی۔ اور ایک میں ہی نہیں ہزاروں لاکھوں حقیقت شناس مومن ہیں جو تیری واقعی قدر کرتے ہیں۔

رویا اور اسکی حقیقت حقہ کا انکار کردیا ہے۔ قرآن کریم میں آیا ہے۔ ویحمل عرش ربك فوقهم يومئذ ثمانيه۔ یعنے اس عالم میں تیرے رب کے عرش کو (عرش سے مراد خدا تعالےٰ کی ایک صفت ہے جو درحقیقت خدا تعالیٰ کے جمیع فیوض اور تجلیات کا ایک مقام یا اس عالم کی اصطلاح میں یوں کہو کہ ایک ریزر دائر ہے اور تمام مخلوق پر بقدر مراتب فیضان الٰہی اسی واسطے سے تقسیم ہوتا ہی) آٹھ فرشتے اُٹھائے ہوں گے یعنی وہی فرشتے (رب۔ رحمان۔ رحیم۔ مالک) جو اِس عالم کی فطرت کے موافق اس وقت چار ہیں اس دوسرے عالم میں آٹھ ہو جائینگے۔ یعنی وہاں ربوبیت۔ رحمانیت۔ رحیمیت اور مالکیت دوچند ہو جائے گی۔ اور اس دوچند فیضان کی قوی تاثیر سے ایک عجیب خالقیت کا عالم وہ عالم ہوگا۔ یہی کلمات طیبات جو خدا تعالےٰ کی تقدیس و تسبیح کے بارے میں ایک مومن کے مونھ سے نکلتے ہیں اور یہ اعمال صالحہ وہاں درختوں اور ثمروں اور نہروں اور دودھ اور شہد اور مے کی ندیوں کی شکل میں متمثل ہونگے اور حقیقۃً انسان اُن لذائذ سے متمتع ہوں گے۔ خدا تعالےٰ کی حکیم کتاب میں اس سچے مسئلے کے فلسفہ کو اس آیت میں بیان کیا گیا ہے۔ من كان فى هذه اعمىٰ فهو فى الاٰخرة اعمى واضل سبيلا یعنی انسان ہر ایک قسم کی بینائی اور نابینائی اور سعادت و شقاوت کا سرمایہ یہیں سے لیجاتا ہی۔

بعض نادانوں نے ایسا سمجھا ہے کہ انبیاء علیہم السّلام نے بے بنیاد ترغیبات و ترہیبات نیک نیتی سے بیان کی ہیں اور مقصد اتنا ہی ہے کہ اعمال نیک کے بجالانے اور بدی سے بچنے کی راہ پیدا ہو جائے افسوس اُنہوں نے نہ تو کبھی خدا کے پاک نوشتوں میں غور کی ہے اور نہ انسان کی فطرت کے صحیفہ اور نہ قانون قدرت کے اوراق کا مطالعہ تدبر سے کیا ہے ورنہ تجہیل انبیاء اور خدا تعالیٰ کی صفات کی گورنمنٹ کی تکذیب پر وہ آمادہ نہ ہوتے۔

غرض قرآن کریم نے دو عظیم الشان کام کئے ہیں جن کی وجہ سے آج تک مسلمان سے زیادہ حقیقۃً آخرت اور نتائج اعمال پر ایمان اور یقین رکھنے والا اور خشیۃ اللہ اور لوازم تقویٰ سے آراستہ کوئی فرقہ اور مذہب نہیں۔

پہلا۔ کام یہ کیا ہے کہ ان مواعید کے مادی رنگ اور حسی صورت کیساتھ ہی الفاظ اور بیان میں

حاصل کلام اس میں ذرا بھی شک نہیں اور یہ ثابت شدہ حقیقت ہے۔ کہ قوت۔ غلبہ۔ ترقی اور تمکن اور جو خوبی اسلام کے حق میں مقدر تھی وہ تین ہی خلافتوں تک محدود رہی۔ اندرونی قوم کا اسلام کی شوکت کے آگے سر اونچا نہ کرنا۔ عرب کے آتشیں خو جنگجو قوموں کا پوری اطاعت اور رعب کے جوئے کے نیچے رہنا اور اسلامی طاقت کا پورا مجتمع رہنا اور بیرونی فتوحات۔ ایران۔ شام۔ روم۔ مصر۔ ہند اور سندھ کا

ایسا رنگ رکھا اور ایسا ڈھنگ ڈالا ہو کہ انسان معاد روحانیت کے عالم کا سراغ لگا لیتا ہے۔ اور شرح صدر سے سمجھ جاتا ہے کہ یہ مواعید اس عالم کے اشیائے واقعہ ثابتہ کے اظلال و آثار ہیں۔ مثلاً مئے کے ذکر میں جہاں فرمایا ہے کہ اس سے نہ تو بہکیں گے اور نہ دردِ سر ہوگا۔ اور نہ کوئی لغو حرکت اور کلام سرزد ہوگا بلکہ وہ مئے طہور یعنے اخلاق کو پاک کرنیوالی اور پورا تزکیہ و تصفیہ پیدا کرنیوالی ہوگی اور وہ کافوری مئے کافور یعنے بہت کفر کرنے والی اور گناہوں کی فطرت ہی کو نیچے دبا دینے والی ہوگی۔ اور وہ قوارِیر فضہ (فضہ کے معنی چاندی ہے اور عالم حقایق الاشیا میں چاندی سے مراد محبت لیگئی ہے اور چاندی کے برتن میں پینے سے مراد یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی محبت کے جام پلائیں جائینگے) اصل میں وہی ہونگے۔ جو یہاں مومن نے اپنے اعمال حب الٰہی سے بنائے ہوں گے۔ یہی معنی ہیں قدروھا تقدیرًا کے اور وہ پانی ایسا ہوگا کہ اُسکے جوہر میں سڑنا نہیں ہوگا۔ وغیرہ وغیرہ۔ یہ صاف صاف اشارے ہیں کہ وہ مئے یہاں کی وِھسکی اور رَم اور برانڈی نہیں ہوگی۔ جس سے کوئی فسق و فجور نہیں جو پیدا نہیں ہوا اور کوئی تباہی ایسی نہیں جو اس ام الخبائث سے نظام عالم میں واقع نہیں ہوئی جب یہ مواد اور اشیاء ہی نہیں جن سے وہ پاک اور سرور بخش مئے تیار ہوتی ہے تو اور روحانیت کس شے کا نام ہے۔ غرض یہ کہ قرآن کریم نے ایک تو یہ بڑا بھاری اور ضروری کام کیا ہے۔ **دوسرا** کام یہ کیا ہے کہ تمام وعدے مومنوں کے حق میں اسی جگہ پورے کرکے اور وعیدان کے اعدا کے بارہ میں پورے کرکے قیامت اور جزا و سزا کے مسئلہ کا یقین دلوں کو پلا دیا ہے۔ بنا براں مَیں بڑے زور اور یقینی دلایل کی بنا پر دعوٰے کرتا ہوں کہ جنات انہار۔ انہار عسل۔ انہار لبن۔ انہار روح و راح یعنے انگوروں کے باغات اور گوری گوری اور موٹی آنکھوں والی خوبصورت عورتیں اور خوبصورت لؤلؤ تمثال غلام اور سونے کے کنگن اور حریر کے لباس۔ یہ سب وعدے اسی جگہ عالم کی فطرت کے مطابق پورے ہوئے۔ اور حضرت فاروق (رضی اللہ عنہ) کے ہاتھ سے آپ کے مبارک عہد میں پورے ہوئے۔ ایران کے کسرٰی اور امرا سونے کے کنگن اور قیمتی جواہرات پہننے کے عادی تھے۔ ان کی غیر مطموث دوشیزہ لڑکیاں اور ان کے زر و جواہرات کے انبار دیکھے انبار

اسلام کے قبضے میں آنا اور چین کے حدود تک اسلام کا پہنچ جانا یہ سب فیض وفضل تینوں خلافتوں تک محدود رہا - یہ خدا کا فعل اور خاص فضل ہے جسے چاہے دے - اور اگر خدا تعالےٰ چاہتا - تو جناب علی (رضی اللہ عنہ) کے ہاتھ سے بھی ایک آدھ ہی ایسا کارنامہ ظاہر کرا دیتا مگر خدا تعالےٰ نے اپنی خاص حکمت سے ایسا نہیں کیا - اس لیئے کہ ایک ظالم قوم اور بیراہ چلنے والی قوم کے ہاتھ میں کوئی واقعی حجت اور برہان روشن نہ آجائے -

خدا تعالٰی نے ازلاً دیکھ لیا تھا - اور اس امر کا اس کا کام اور کلام گواہ ہے کہ دو شخصوں کی وجہ سے دُنیا میں ظلم عظیم اور شرک جسیم برپا ہوگا - ایک حضرت عیسےٰ علیہ السلام کیوجہ سے اور دوسرے جناب علی علیہ السّلام کے سبب سے - اور ان دونوں شخصوں کی اتباع یکساں دل و دماغ کے اور ایک کی خاطر لاکھوں راست بازوں پر لعنت ارسال کرنیوالے ہونگے - خداوند علیم حکیم نے اسلیئے نہ چاہا کہ ان کے ہاتھوں سے عملاً کوئی بڑی کارروائی کرائے -

اگر کوئی خدا تعالٰی کے لیئے انصاف سے دیکھے تو صاف نظر آجائیگا کہ جناب مسیح علیہ السّلام بنی اسرائیل کے کسی نبی سے کسی عملی کارروائی میں بڑھے ہوئے نہیں بلکہ بہتوں سے بہت ہی کم ہیں ایسا ہی جناب علی علیہ السلام ان بہت سے صحابیوں میں سے ایک صحابی ہیں جنہوں نے دوسرے جنرل کی ماتحتی میں یعنی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے علم کے نیچے اچھے اچھے کام کیئے اور کوئی لشکری اور بہادری کی صفت جو ظاہر کی تو ایک سپہ سالار کے زور اور فنون جنگ کی واقفیت کے ماتحت ہو کر ظاہر کی - مگر جب اپنا مستقل وقت آیا - اور ہادی کا سایہ سر پر نہ رہا تو بیرونی فتوحات تو در کنار پہلی خلافتوں کا ساختہ پرداختہ بھی ہاتھ سے جاتا رہا اور عرب کے فتنے اور قوموں کے اشتعال اور خودسری نے صاف دکھا دیا - کہ آپ دنیوی حکومت اور مطلق العنانی کے نہ تو سزاوار تھے اور نہ در حقیقت اُسکے لئے بنائے گئے تھے -

نقش اوّل ونیکی

حضرت عمر کی خلافت میں مدینہ طیبہ میں آئے اور شام اور مصر کی فتح نے باقی تمام مواعید کو پورا کر دیا حضرت عصمت مآب عفت شیاب شہربانو جو کسروی محلوں کی ناز پروردہ دوشیزہ تھی - اور جو آج سادات کی قابل فخر ماں ہے - حضرت فاروق کی جوتیوں کا صدقہ ہے جو جناب شیر خدا (رضی اللہ عنہ) کے پیارے بیٹے سیدنا حسین (رضی اللہ عنہ) کی قسمت میں آئی تھی - آہ آہ آہ - اس قوم کی ناشکرگذاری اور کافر نعمتی !

میں ہمیشہ تعجب کرتا ہوں۔ نصاریٰ کے اس بیہودہ انتخاب پر کہ خدائی کیلیے کس مہمل اور بے سروپا آدمی کو منتخب کیا ہے۔ کبھی داؤد کو کرتے یا سلیمان کو کرتے یا جناب موسیٰ علیہ السلام کو کرتے تو بات بھی تھی۔ ان لوگوں نے دُنیا کی تاریخ میں حیرت انگیز کارنامے ثبت کیے ہیں۔ ایسے شخص کو انتخاب کیا ہے۔ کہ عام انسانوں سے یا عام نبیوں سے کوئی مابہ الامتیاز وصف اور ممتاز کارنامہ اُسکی لائف میں نہیں جو اُسے ایک لحظہ کے لیے بھی خدائی کا حق دلا سکے۔

یہ درحقیقت خدا کا حکیمانہ فعل ہے اسلیئے کہ باطل کو دلایل آفاقی سے قوت نہ ملجائے اور مومنوں کے لیئے حق کو سمجھنے کی راہ ہمیشہ کھُلی ہے۔

جناب علی رضی اللہ عنہ درحقیقت علوم باطنیہ اور معارف الٰہیہ کے وعا بنائے گئے تھے اور روحانی امور کے سرانجام کے لیئے موزوں بھی تھے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ اکثر فقرا سلسلہ فقر کو آپ سے ملاتے ہیں۔ خدا تعالےٰ نے نہ چاہا کہ ظاہری فتوحات بھی آپکے حصہ میں آئیں اسلیئے کہ خدا تعالےٰ جانتا تھا کہ وہ جناب مسیح علیہ السلام کی طرح عظیم الشان معبود بنائے جائینگے اور بڑا سیاہ ظلم اس راہ سے دنیا میں پھیلیگا۔ جو اسلام کے روز روشن کو تیرہ و تار کردیگا۔ آخر ایسا ہی ہوا۔ تاریخ دوہائی دے دے کر کہتی ہے کہ اس ظلم کے حامیوں نے اسلام کو کبھی فایدہ نہیں پہونچایا بلکہ ہمیشہ پشت شکن صدمہ پہونچایا ہے۔ اسلام و مسلماناں کی تاریخ پڑھکر دیکھ لو کسقدر اندرونی تفرقہ اور تباہی کی موجب یہ قوم ہوئی ہے۔ اور جب کبھی اسلام کا پالا کسی بیرونی دشمن سے پڑا ہے۔ اس قوم نے اُس بُت پرست اور نصرانی اور کافر دشمن ہی کا ساتھ دیا ہے۔

غرض خدا تعالےٰ نے روحانی اور جسمانی اور ظاہری اور باطنی کمالات و برکات و فتوحات کا عجیب مجموعہ جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بنایا اسلیئے کہ حضور سرور عالم (صلے اللہ علیہ وسلم) کے اُٹھ جانے کے بعد وہ آپ کے حقیقی وارث ہوں۔ اور نبوت کے کمالات دنیا سے مفقود نہ ہو جائیں اور بعد اس کے آپ کے اتباع و محبت کے سبب سے جناب فاروق کو یہ دودھ کا لبالب پیالہ پلایا اور پھر جناب عثمان (رضی اللہ عنہ) پر یہ دور پہنچکر ختم ہوگیا۔ وفعل ما قدر وکان امر اللہ قدرا مقدورا۔

یہ درحقیقت اسی راز کا حل ہے۔ جو لکھا ہے اور تواتر قومی سے ثابت ہے کہ حضرت خاتم النبیین (صلے اللہ علیہ وسلم) کی مبارک انگشتری جو محفوظ چلی آتی تھی۔ آخری زمانہ میں جناب عثمان کے ہاتھ سے کنوئیں میں گر گئی۔ اور ہزار خاک چھانی گئی پر نہ ملی۔ گویا یہ خدائی آواز تھی کہ خلافت کی حقیقی منشا، یعنی عظمت و جلال اور عزوجاہ کا اب سے خاتمہ ہوگیا آیندہ فتنہ اور اختلال اور ضعف و انحطاط ہے اور ایسا ہی ہوا۔ اب یہ واقعات ہیں۔ کون ہے جو انہیں تبدیل کر سکتا۔ یا ان کے خلاف موہنہ کھول سکتا ہے؟ مجھے

رہ رہ کر افسوس آتا ہے اور اس خیال سے جی گھٹ جاتا ہے کہ اگر شیعوں کو اسی اسلام کا دعوے اور پاس ہے جو قرآن کریم کا موضوع ہے اور جسکی شکل اور ہیئت اور اشاعت کی کیفیات سے زمانہ کے اوراق مزین ہیں تو ان برگزیدوں اور اسلام کے حامیوں اور مویدوں سے عداوت کے کیا معنی۔ ہمارا کسی سے رشتہ نہیں۔ کوئی ہمارا حقیقی بہائی یا چچیرا بہائی یا ماموں زاد اور خالہ زاد بھائی تو نہیں کہ حمیت جاہلیت اور قومی تعصب کی وجہ سے خواہ نخواہ کا پاس ہو اور بیجا اشتعال سے ایک کے حق میں دوسرے کے خلاف جھوٹی شہادت بھی دیدیں۔ ہمارا اصل رشتہ اور تعلق تو اسلام سے ہے اسلئے ہمارے التفات واکرام واحترام اور قدر شناسی کا محل اور مورد وہی ہوگا۔ جو اسلام کا خادم اور معین ہے۔ اسلام کوئی گوشت پوست اور ہڈیوں کا مُردہ ڈھچر نہیں کہ اُسے کسی ہڈی اور خون سے رشتہ اور خاص تعلق ہو۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خود خادم اسلام تھے اور انہی ابراہیمی شعائر کے ترویج دینے والے تھے۔ آنحضرت کوئی جسمانی اور مادی شئے نہ تھے کہ کوئی مادی تعلق اُن کا کسی سے ہوتا اور نہ درحقیقت کوئی ایسا تعلق تھا چنانچہ اسی سر عظیم کو خدا تعالے نے ان لفظوں میں کہولا ہے۔ وما محمد الا رسول افان مات او قتل انقلبتم علے اعقابکم۔ یعنی اسلام آنحضرت کی حیات وممات سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ یہ تو خدائے حیّ وقیوم کا طریق ومذہب ہے۔ یہ نہ ہوگا۔ کہ آنحضرت فوت ہوجائیں تو ساتھ ہی اسلام بھی فوت ہوجائے۔ اور آگے یہ جو فرمایا۔ فلن یضر اللہ شیئا اسکے معنی یہ ہیں کہ ہم ہی اسلام کے وارث اور حامی ہیں اور اسلام ہمارا ہے۔ پھر ہمارا کوئی کچھ بگاڑ تو لے۔

اِس سے صاف ثابت ہوا۔ کہ آنحضرت کی جسمانیت کو اسلام سے کوئی تعلق نہیں اور آنحضرت خدام اسلام میں سے ایک خادم ہیں۔ اور ہر ایک خادم کی وفات کے بعد خود خدا تعالیٰ اس گدی کا وارث ہوجاتا ہے اور پھر جسکو موزون دیکھتا اور اُس کام کے اہل دیکھتا ہے خدمت اسلام اسکے سپرد کردیتا ہے۔ چنانچہ اسی مستمرہ قاعدہ کی بنا پر آنحضرت کے بعد خدمت اسلام اسکے اہل یعنی صدیق کے سپرد کردی۔ اور اس میں خدا تعالے نے عادتاً کسی جسمانی رشتہ کا کوئی پاس نہیں کیا جیسا کہ ناعاقبت اندیش بادشاہ ہڈی اور خون کا پاس کرکے اپنے جسمانی رشتوں میں گدی تقسیم کرتے تھے اور حق بھی یہی ہے کہ ہڈی اور خون کا وارث ہڈی اور خون ہو اور روح کا وارث روح ہو۔ اس لحاظ سے ابوبکر اور عمر اور عثمان (رضی اللہ عنہم اجمعین) کے ہاتھ سے جو خدمت اسلام ہوئی ہے کیا وہ اس امر کی مقتضی ہے کہ انکو بدترین مخلوق سمجھا جاوے۔ اور گناہ یہی قرار دیا جاوے کہ کیوں آخری دم تک اسلام کی خدمت کی۔ کیوں اس رائی کے دانہ کو اُنہوں نے پہاڑ بنایا اور کیوں اقطار عالم میں اُسے پھیلایا؟ بلکہ حق تو یہ تھا

کہ اسلام کو نیست و نابود کر دیتے اور اس کا بھارا تار و پود اُدھیڑ دیتے یقین تہا کہ اس صورت میں حضرات شیعہ اور پادری لوگ اُنپر بڑے خوش ہوتے۔ یہ سارا غیظ و غضب کا نزلہ جو اُنپر گرایا جاتا ہے۔ اسی جُرم کے سبب سے ہے کہ اسلام کی خدمت اُنہوں نے کی اور کیوں کی۔ خدا کے لیئے بتاؤ کہ اُنہوں نے خلافت پر بیٹھکر کیا کیا۔ اور جناب علی رض اول بیٹھتے تو کیا کرتے۔ کیا یہی جو آخر میں کیا یا اور کچھ ؟۔

اتقوا اللہ اتقوا اللہ ان اللہ خبیر بما تعلمون۔ واللہ یعلم ما تکن صدورکم وما تعلنون۔

اب میں چاہتا ہوں کہ اس سورہ شریفہ کے بعض مقامات کے بعض الفاظ پر ایک نظر کروں اور دکھاؤں کہ اس سورہ شریفہ میں کیسی زبردست پیشگوئیاں ہیں اور وہ کس طرح خلافت کے مستحقوں کے وجود میں پوری ہوئیں۔

الکتاب المبین۔ یعنی یہ ایسا نوشتہ ہے جو حق کو باطل سے ابانت (جدا) کرنیوالا اور ایک کھلا فیصلہ ہے مومنوں اور کافروں میں۔ ایسے نوشتہ سے چند نشان مذکور ہوتے ہیں جن سے ثابت ہو جائے کہ درحقیقت وہ نوشتہ جسکی صفت مبین ہے اور جو خدا تعالےٰ کے علم صحیح کی نقل ہے واقعی درست ہے۔

بالحق لقوم یؤمنون۔ یعنی جن میں قوت ایمانی اور فراست صادقہ ہو وہ اس واقعہ فرعون و موسیٰ (علیہ السّلام) سے معًا اس حق و حقیقت کا پتہ لگالیں گے۔ جو اصلی مقصد اس قصہ کے بیان سے ہے اس الحق کے لفظ میں وُہ قوت اور شوکت ہے۔ کہ صاف صاف اس سے خدائی طاقت اور الوہیت کی عظمت ٹپکتی ہے۔ ضعف اور بے سامانی کا یہ عالم ہے کہ استضعاف کا لفظ اُس کا پُورا خاکہ کھینچنے کے لیئے بس ہے۔ ذبح ہو رہے ہیں اور آئے دن ناگفتنی اور نادیدنی جور و ستم سر پڑ ٹوٹ رہے ہیں۔ اور اعداء کی اس وقت کیا حالت ہے۔ علا فی الارض اسکی پوری تشریح کرتا ہے کہ کیسی بلندی اور شوکت اسوقت انکو حاصل تھی۔ ایسے حال میں کامل قوت یقین اور باشعور بصیرت سے یہ دعوےٰ کرنا کہ فرعون اور موسیٰ (علیہ السّلام) کے واقعہ میں ایک حق مخفی ہے یعنے درحقیقت محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) اور مشرکین مکہ کے واقعہ اور اسکے انجام کو اس رنگ میں دکھایا جاتا ہے۔ اور حقًا اور صدقًا یونہی واقعہ اور انجام ہوگا۔ جیسے فرعون ہلاک ہوا جناب موسے (علیہ السلام) کے مقابلہ میں اسی طرح مشرکین مکہ ہلاک ہو جائینگے۔

نرید ان نمن۔ نرید۔ مضارع کا صیغہ لانے میں یہ حکمت ہے کہ خدا تعالےٰ چاہتا ہے۔ کہ اپنی جاری عادت کا ثبوت دے۔ یعنے جیسے اس وقت موسے (علیہ السّلام) کے معاملہ میں ہمنے

ناتوانوں اور ستم رسیدوں کی گردن پر منت رکھنی چاہی اور ہماری عادت جاریہ یہی ہے کہ ہم مظلوموں کی دستگیری کیا کرتے ہیں اب اس زمانہ میں آنحضرت (صلے اللہ علیہ وسلم) اور آپ کے اعداء کے معاملہ میں بھی ہم اپنے قدیمی ارادہ منت گذاری کو پورا کرنا چاہتے ہیں۔

ونجعلہم ائمۃ یہ کلمہ بڑے غور اور توجہ کے لایق ہے خدا تعالی کا دائمی اور پختہ قانون اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کب اور کن لوگوں کو امام بنایا کرتا ہے اور یہ بھی واضح ہوجاتا ہے کہ امام کے معنی اور مفہوم خدا تعالے کے نزدیک کیا ہیں بڑا معرکۃ آرا اور متنازع فیہ اور قابل بحث یہی لفظ امام ہے قرآن کریم میں یہ لفظ متعدد جگہ آیا ہے۔ سیدنا ابراہیم (علیہ الصلوۃ والسلام) سے اتمام کلمات کے بعد خدا تعالےٰ نے وعدہ کیا۔ انی جاعلك للناس اماما۔ اس سے اتنا تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ بڑا ہی عظیم الشان لفظ کہ اتنے بڑے امتحان میں پاس ہونیکے بعد خدا تعالی کیطرف سے یہ سرٹیفیکیٹ مبارک ابراہیم اور ابو الانبیاء ابراہیم (علیہ السلام) کو عطا ہوتا ہے۔ اور عباد الرحمان کا مقصود بھی یہ دعا رکھی گئی ہے واجعلنا للمتقین اماما۔ اور ایک جگہ فرمایا ہے وجعلنا منہم ائمۃ یھدون بامرنا لما صبروا۔ میرے نزدیک ان سب مقامات کے حل کے لیٔے یہی مقام جس میں اسوقت ہم ہیں۔ بڑی عجیب کلید ہے۔ اور اس مانحن فیہ مقام کے حل اور صاف توضیح کے لیٔے اسی سورہ شریفہ کی ایک آیت کیطرف نظر کرنی چاہیے جس سے مقابلۃً یہ حقیقت منکشف ہوجائیگی اور وہ آیت یہ ہے وجعلناھم ائمۃ یدعون الی النار ویوم القیامۃ لاینصرون واتبعناھم فی ھذہ الدنیا لعنۃ ویوم القیامۃ ھم من المقبوحین۔ اب یہ آیت اور آیت ونجعلہم ائمۃ اور آیت وجعلنا منہم ائمۃ یھدون بامرنا ان میں تدبر کرنیسے معلوم ہوا کہ دو قسم کے امام دنیا میں ہوتے ہیں ایک تو ائمۃ الھدی ہیں جن کا دوسرا نام الوارثین ہے اور ایک وہ ہیں جنہیں ائمۃ دعاۃ النار کہا گیا ہے اور ان کے پہچان اور امتیاز کا یہ نشان بتایا گیا ہے کہ یوم القیامۃ میں یعنی اس گھڑی میں جو صداقت کے دلائل کے قیام کی گھڑی آتی ہے اور ائمۃ ضلال اور ائمۃ ہدی کا مقابلہ آپڑتا ہے اور گھمسان کی جنگ واقع ہوجاتی اور کفار کے حق میں اس قیامت کبرے کا نمونہ اسی عالم میں قیامت صغرے نمودار ہوتی ہے۔ اس قیامت کی گھڑی میں وہ منصور نہیں ہوتے اور دوسرا نشان یہ ہے کہ اس مقابلہ میں وہ ہی مقبوح ہوتے ہیں۔ اور تیسرا نشان یہ ہے کہ لعنت انکے گلے کا ہار رہتی ہے۔ اگرچہ الوارثین کا لفظ اپنی تفسیر آپ ہی ہے اور بڑا واضح ہے مگر ائمۃ النار کے نشانوں کا خلاف لے لیں تو وہی ائمۃ الہدے کے نشان بن جائینگے یعنے وہ منصور و مکرم ہوتے ہیں اور لعنت اور خزی اور ذلت و قباحت سے محفوظ

رہتے ہیں۔

قرآن کریم کی فضیلت اور خوبی یہ ہے کہ اس میں ہر قسم کے دعوے کو دلیل سے مزین اور موکد کیا گیا ہے۔ اور بڑے بڑے نہاں در نہاں حقایق و معارف کو جو انسان کے حواس کی رسائی میں بمشکل آسکتی ہیں بدیہیات اور محسوسات کے لباس میں لاکر دکھایا گیا ہے مثلاً موسیٰ بھی ایک آدمی ہیں اور فرعون بھی صورت و شکل میں ویسا ہی ایک آدمی ہے موسیٰ تو غریب ہے کس کس مپرس ہیں اور فرعون بادشاہ ہے اور اس کے ساتھ ہزاروں اسکے متبعین ہیں۔ خدا تعالےٰ نے چاہا کہ اپنی رضا و عدم رضا یا نیکی اور بدی کا فلسفہ لوگوں کو ذہن نشین کرے۔ خدا غیب الغیب۔ اصول رضا و عدم رضا یا نیکی اور بدی غیب الغیب۔ انسان پر ہوا و ہوس اور حب حیات دنیا غالب اور اسلیئے کوری اور غفلت غالب اور اپنے ضرر و نفع کے شناخت میں بے تمیزی غالب اور علاوہ برآں اس کے اپنے علوم و تحقیقات اور نظریات اسپر غالب۔ ان صورتوں میں اس بات کا سمجھنا کہ خدا ہے اور وہ مرید و متکلم ہے۔ اور یہ سمجھنا کہ نیکی یہ ہے اور بدی یہ ہے اور انکی جامع مانع تعریف و تحدید یہ کس قدر دشوار امر ہے۔ آج بھی دیکھ لو۔ ان امور میں فلسفیوں میں کیا مباحثات برپا ہیں۔ اکثروں کے نزدیک خدا کی ہستی خود شکی اور قابل بحث امر ہے چہ جائے کہ اس کی رضا اور عدم رضا تسلیم کیجائے۔ اور نیکی اور بدی کو ہر ایک نے اپنے اپنے عرف اور مذاق کے موافق مطلب بیان کیا ہے مگر خدا تعالےٰ نے چاہا کہ حقیقی نیکی اور بدی لوگونکو سمجھائے جسپر اُن کی سعادت و فلاح اور شقاوت و خسران موقوف ہے اور یہ بھی سمجھائے کہ وہ خالق و رب ہے۔ اور فطرت کا تقاضا ہونا چاہیئے۔ کہ اسکی رضا و عدم رضا کا دھیان اس میں ہو۔

اس بڑے ادق راز کے انکشاف کے لیئے خدا تعالےٰ نے ایک جماعت سے کہلوایا کہ وہ حق لائے ہیں اور وہ خدا کی طرف سے ہیں اور انکی اتباع رضائے خدا اور اُنکا کفر خدا کے غضب و لعنت کا موجب ہے۔ اور آخر ان کی نصرت و اعانت اور ان کے اعدا کے خذلان اور ہزیمت سے فیصلہ کر دیا ہے کہ رضائے الٰہی اور سخط الٰہی اور حقیقی نیکی اور بدی کیا شے ہے۔ یا یوں صاف کرکے کہو کہ منصور جماعت کی سیرت الحق اور حقیقی نیکی اور خدا تعالیٰ کی خوشنودی قرار پائی اور مخذول و ملعون گروہ کے مذاہب اور عقائد اور رسوم اور اعمال و اقوال الباطل اور حقیقی بدی

اور غضب الٰہی کا مستلزم

ٹھہر گئے۔

ہاں تو موسےٰ (علیہ السّلام) کا غالب آنا اور فرعون کا تباہ ہونا بظاہر کیسا ترحم انگیز نظارہ ہے
کہ کون شخص اور کیسا شخص کس شخص کے مقابلہ میں تباہ کر دیا گیا اور کتنی مخلوق اسکے ساتھ دریا فنا میں
غرق کر دیگئی۔ گویا خدا تعالےٰ نے ظلم کیا۔ مگر اصل یہ ہے کہ خدا تعالےٰ کو اپنی رضا بہت پیاری ہے یا یوں
کہو کہ وہ ذاتی تقاضے سے چاہتا ہے۔ کہ وہ پہچانا اور مانا جائے۔ اس لئے وہ اس ایک شخص کے مقابلہ
میں جو اسکی شناخت کا ذریعہ اور حقیقی نیکی کی اشاعت کا آلہ ہو۔ ایک جہان کو شریروں کے ہلاک
کرنے سے دریغ نہیں کرتا۔ یہی اسکی دائمی سنت ہے۔ اور اس کا نتیجہ بھی اسی کا گواہ ہے کہ اشرف پر
ارذل کو فدا کر دیا جاتا ہے۔ اور ایک قیمتی جان کیخاطر لاکھوں چھوٹی جانیں بے دریغ تباہ کر دیجاتی
ہیں۔ آج حقوق انسانی کی حمایت کی مدعی قومیں بھی اس اصول سے انکار نہیں کر سکتیں کہ ایک عظیم الشان
جہاز اگر ایک کشتی کے فدیہ سے بچ سکے تو کشتی بے محابا غرق کر دیجائے گی۔ غرض خدا تعالےٰ نے قولاً
اور فعلاً ہمیشہ سے اسی بات کا نظارہ دکھایا اور ثبوت دیا ہے کہ وہ راستی کی حمایت میں ناراستی کے
حامیوں کا استیصال کرتا رہا ہے۔

تو اب اس سارے بیان سے یہ نتیجہ نکلا۔ کہ ایک داعی الی اللہ اور حامی حق کی صداقت کا بڑا
کھلا نشان یہی ہے کہ وہ مقابل کے دشمنوں پر علانیہ فتح پائے اور اُن کے مکانوں اور مایہ غرور و
ناز اشیاء پر قابض ہو جائے جن کے بل بوتے پر وہ ناعاقبت اندیش حق سے لڑتے اور اُس نشہ
کی وجہ سے حق کی شناخت سے نابینا رہے۔ اس خدا تعالیٰ کی مستمرہ سنت کی بنا پر ضروری تہا کہ آنحضرت
(صلے اللہ علیہ وسلم) اور آپ کے مظلوم اتباع بھی امام اور وارث بنیں۔

اب دیکھ لو اور خدا کے لئے انصاف سے دیکھو کہ وہ کیسے امام اور وارث بنے اور وہ کون لوگ
تھے۔ جن کو یہ امامت اور وراثت ملی۔ درحقیقت اس آیت نے قیامت تک امامت اور وراثت کی مشکل
مسئلہ کا فیصلہ کر دیا ہے۔ خود پیغمبر خدا (صلے اللہ علیہ وسلم) کا بھی نشان یہی مقرر تہا کہ آپ منصور و
مظفر ہونگے۔ اور آپ کے اتباع کی برکت کا بھی یہی نشان مقرر کیا گیا تہا۔ کہ آپکے اتباع بھی اُنکے
غیروں پر فوق اور قاہر اور غالب اور باتمکین ہونگے۔ یہ دونوں صورتیں حرفاً حرفاً ظہور میں آگئیں۔
اور خدا کے کلام کی صداقت پر خدا کے فعل نے مہر لگا دی۔ اگر خلفائے راشدین کو اس میدان سے
نکالدیں تو میں حیران ہوں کہ اور کس کو لائیں جس کے وجود سے خدا تعالیٰ کے منظر الصدق کلام کی صداقت
ثابت ہو اور خدا تعالےٰ کا فعل بھی اس کا موید ہو۔ اگر کوئی اس سلسلہ کو مانتا ہے کہ خدا ہے اور
اسکی عادت ہے کہ وہ انبیا کو ارسال کیا کرتا ہے اور اپنے ارادہ اور اذن سے اُن کو منصور و

موید فرما کر اپنا خدا ہونا اور اُن کا اپنی طرف سے ہونا ظاہر اور ثابت کرتا ہے اور اسی عادت کیموافق
اُس نے آخری زمانہ میں محمد رسول (صلے اللہ علیہ وسلم) کو ارسال کیا۔ اور آپ کو اکمل کامیابیوں سے
بہرہ مند کیا اور آپ کو اور آپکی تعلیم کو اور قرآن کریم کو ہر طرح کی کامیابیوں اور سرسبزیوں اور
برکتوں کا کامل نمونہ بنایا۔ تو اسکو مظفر ابوبکر رضہ اور منصور عمر رضہ اور انکے اتباع کے ماننے سے کوئی چارہ
نہوگا یہی ہیں ہاں قسم برب عرش عظیم ورب الملائکہ والروح صرف یہی ہیں جو اسلام کے زندہ
اور بابرکت اور منصور اور موید من اللہ مذہب کے روح ورواں اور رکن رکین ہیں۔ کوئی ہے جو ان سے
اعراض کرے اور انکی جگہ کسی اَور کو دے۔ کیونکر دے اور کہاں سے لا کر دے۔ خدا تعالے نے جو کرنا
تھا کر دیا۔

اب خدا تعالے کے لیئے غور کرنا چاہیئے کہ خدا تعالے کے کلام سے اور خدا تعالے کے کام کی
شہادت سے ان معنوں کے رُو سے جو خدا کے کلام اور کام سے ثابت اور واضح ہوتے ہیں بجز خلفائے
راشدین کے کسی اَور پر لفظ امام صادق آتا ہے؟ شیعہ صاحبان جن لوگوں کی حمایت کے درپے ہوئے
ہیں اور مدعی سُست اور گواہ چُست کے رنگ میں صدیوں میں سر دھنتے اور تلملاتے اور ایڑیاں
رگڑتے اور شور و شغب برپا کرتے چلے آتے ہیں کہ اُن کو امام بنائیں اور خدا تعالے کے ان برکت
اور نصرت کے وعدوں کا وارث اُنہیں ٹھہرائیں جو کتاب اللہ میں مذکور ہیں اور یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں
کہ جناب ابراھیم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) سے جو امامت اور کامیابی اور برکت اور نصرت کا عہد تھا
وہ انکی شکل وصورت اور نتائج اعمال میں پورا ہوا۔ میں صدق دل سے مانتا ہوں کہ وہ برگزیدہ لوگ تھے۔
اور بعض اُن میں سے بڑے ہی صالح اور متقی تھے۔ مگر یہ کیونکر ثابت کر سکیں اور کہاں سے ایسے واقعات
پیدا کریں اور پھر تاریخ عالم کی شہادت انپر کہاں سے لائیں کہ یہ دس گیارہ یا بارہ شخص جن کو
الائمۃ المعصومین کہا جاتا ہے۔ دنیا میں منصور و موید ان معنوں میں ہوئے جو خدا کی کلام اور کام کا
منشاء ہے۔ بہتیروں نے ان میں سے دنیا میں عروج حاصل کرنے اور اپنے گھرانے میں سلطنت لانیکی کوشش
کی اور بڑے بڑے فتنے اور معرکے اور وقت کے بادشاہوں سے مقابلے کیئے مگر بڑی ناکامی اور
نامرادی سے ہم کنار ہو کر اس عالم سے اُٹھے اور بعض نے گوشہ گمنامی میں آخر تک انفاس بسر کیئے۔ وہ
امامت انبیاء اور وراثت انبیاء اور خصوصاً خاتم الانبیاء اور سید الانبیاء اور ملک الملوک نبی اور مظفر و
منصور نبی محمد مجتبے احمد مصطفے (صلے اللہ علیہ وسلم) کی وراثت اور امامت کا کونسا نمونہ ہے جو انکے
چال اور عمل لائف سے اخذ کیا جا سکتا اور معیار صدق مذہب اسلام بنا کر اہل ملل کو دکھایا جا سکتا ہے؟

یہی محرومی اور شکست اور گمنامی اور ہزاروں کوششوں کے بعد ناکامی اور نامرادی!!!

اگر معصوم (ائمہ معصومین) کے معنی کوئی باطنی معنی ہیں اور اپنے عندیہ اور نفس کی لغت سے نکالے ہوئے کوئی معنی ہیں۔ تو ہمیں نہ تو ان سے پرخاش ہے اور نہ کوئی تعلق ہے اور اگر معصوم کے معنے ہیں موید و منصور ہونا اور اعدائے دین کے مقابل کامیاب ہونا اور مخالفین پر بین فتح حاصل کرنا اور مخالفین کی کوششوں کا بالمقابل نامراد رہنا کہ اسے ہلاک کرکے اسکے دین کو ساتھ ہی نابود کردیں تو ان معنوں میں خلفائے راشدین کے سوا اور پیغمبر خدا (صلے اللہ علیہ وسلم) کے سوا اور کوئی نہیں۔ کوئی نہیں۔ آسمان کے نیچے زمین کے اوپر خدا کی نگاہ میں۔ ملائکہ کی نگاہ میں اور مخلوقات کی نگاہ میں اور کوئی نہیں۔ خدا تعالیٰ کی کتاب حکیم میں آیا ہے۔ واللہ یعصمک من الناس۔ اسی عصمت سے معصوم کا لفظ مشتق ہے اور کون نہیں جانتا کہ اس عصمت سے خدا تعالیٰ کی کیا مراد ہے اور وہ آنحضرت (صلے اللہ علیہ وسلم) کے حق میں کس طرح پوری ہوئی۔ شیعہ ظلم کی راہ سے اپنے ائمہ کو اسی عصمت انبیا کی چادر کے نیچے لانا چاہتے ہیں مگر انکی کوششیں خدا کے کلام اور خدا کے کام کے مقابل اور پوری ضد میں کبھی سرسبز نہیں ہوئی ہیں اور نہ ہونگی۔

ایک شیعہ لکھتا ہے اور بڑے زور سے اس طرف توجہ دلاتا ہے کہ "جناب موسیٰ نے بھی بارہ نقیب انتخاب کیئے تھے۔ اور جب تک بارہ امام تسلیم نہ کیئے جائیں مماثلت پوری نہیں ہوسکتی اور خلفائے راشدین حق نہیں رکھتے کہ اپنے وجود سے آنحضرت (صلے اللہ علیہ وسلم) کو مثیل موسیٰ (علیہ السلام) بنا سکیں" افسوس غضب تو یہ ہے کہ ان لوگوں نے معیار صدق و کذب اور محک استحقاق اپنے عقیدے اور چند خود تراشیدہ اصولوں کو بنا رکھا ہے۔ حالانکہ حق یہ تھا کہ خدا تعالےٰ کے کلام کو معیار بنایا جاتا۔ اور اسی کے نصوص صریحہ قطعیۃ الدلالۃ کو ہر ایک عقیدے کا مبنا اور اصل قرار دیا جاتا۔ یہی حال پادریوں کا ہے وہ یسوع مسیح کا مقابلہ کسی ایک نبی یا مصلح سے کرتے وقت بالبداہتہ یسوع کو قادر مطلق خدا فرض کرلیتے ہیں اور اسکی معمولی باتوں اور چھوٹے چھوٹے کاموں کو جو کوئی بھی اپنے اندر خصوصیت نہیں رکھتے خدائی رنگ دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور دوسرے نبیوں کے ویسے ہی کاموں اور باتوں کو گرے ہوئے اور گنہگار اور کمزور انسانوں کے قول اور فعل قرار دیتے ہیں۔ ایک بڑا ناحق شناس ظلم عظیم کا موید اور عملاً راستباز و نسبی عداوت رکھنے والا انگریز ولیم میور اپنی کتاب (لائف آف محمد صلے اللہ علیہ وسلم) میں جہاں یسوع اور آنحضرت (صلے اللہ علیہ وسلم) میں مقابلہ اور موازنہ (پیریلل) قایم کرتا ہے۔ لکھتا ہے کہ:۔

ایک عیسائی کا موازنہ یسوع اور آنحضرت میں

بظاہر یہ بات حیرت انگیز ہے اور سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ آنحضرت (صلے اللہ علیہ وسلم) اپنی زندگی میں بڑے کامیاب ہوئے اور لاکھوں آدمیوں نے

آپکی زندگی میں آپ کے مشن کو قبول کیا اور آپ کو بڑا ظاہری جلال اور شان و شوکت نصیب ہوئی مگر یسوع کا معاملہ اسکے خلاف ہے وہ آخر تک گمنام اور ضعیف اور کس مپرس رہا اور چند ہی آدمیوں نے اُسے قبول کیا۔ اس کا سریہ ہے کہ وہ چونکہ خدائے قادر مطلق تھا۔ اُس نے نہ چاہا کہ عاجز بندوں پر اپنی قدرتوں کا اظہار کرے اور اُس نے پسند کیا کہ اپنے تئیں پست اور غریب ہی جتائے اور اگر وہ اپنی الوہیت کی شان نمائی پر آتا تو تمام یہودیوں کا تختہ ہی اُلٹ دیتا" اگرچہ یہ دلیل حرف حرف میں بزدلی اور حماقت کی دلیل ہے اور تعجب آتا ہے کہ عقل کی پرستار قوم اور مادی جہان کے فرزندوں کے مونھ سے ایسی بودی بات نکلے اور بقول ایک عمیق اندیش کے کہ انجیل کا پڑھنا ہی انجیل کے رد کیلئے کافی ہے۔ یہ پیریلل (موازنہ) اپنا دشمن آپ ہی ہے۔ مگر ایک دو باتیں اسپر کرنی بے موقع نہیں ہونگی

دعوے الوہیت مسیح بے دلیل ہے۔

یسوع کی الوہیت کی اُور دلیل لضائے کے ہاتھ میں کیا ہے۔ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ یہ مقولہ لاانتہا تجربوں کا سرجوش اور دنیا میں حق اور باطل کا بڑا عجیب معیار ہے۔ الوہیت کی شناخت تو آپکے کاموں سے ہونی چاہیئے تھی کوئی فوق عادت کام اور خارق عادت اقتدار آپسے ظاہر ہوتا۔ تو کم سے کم ایک ممتاز اور حیرت انگیز انسان اور کامل انسان ماننے کے لئے جگہ نکل آتی۔ دنیا میں مونھ کی لافوں اور فضولیوں نے تو کسی کو کوئی رتبہ نہیں دلایا۔ اور نہ بیہودہ لاف کاف کسی عظمت کا مستحق بنانے کی صلاحیت رکھتی ہے ہزاروں مجنوں مونھ سے کیا کچھ نہیں کہتے۔ خود خدا بنتے اور کرۂ زمین کے مطلق العنان بادشاہ بنتے اور کیا کیا بکتے ہیں۔ مگر معیار عمل اور محک امتحان آخر دکھا دیتی ہے کہ پاگل ہیں۔ یسوع کے مُونھ کے لاکھوں دعوے ہوں اور مونھ کی باتوں سے وہ کیا کچھ نہ بنا ہو۔ اگرچہ ہم مانتے ہیں کہ بات بھی ان کی کوئی فوق العادت نہیں۔ پادری ناحق کھینچ تان کر بات کو کہیں سے کہیں لیجاتے ہیں مگر کوئی عمل دکہاؤ اور واقعات سے کوئی نظیر لاؤ کہ گردنیں خود بخود اسکے آگے جھک جائیں۔ عقیدہ اور ذاتی مفروضات تو کوئی شے نہیں۔

یسوع ناکام رہے

یسوع اپنے مشن میں نامرادی کے پُورے معنوں میں نامراد رہے۔ اور ذلت و شکست کے چند روز بسر کر کے آخر گمنام ہوجائے اور قوت قدسیہ در مقلب القلوب ہونیکی یہ شان کہ وہ دو چار شخص جو ایمان لائے امتحان میں وہ بھی فیل ہو جائیں اور تعلیم بھی سادی کی سادی خصوصاً وہ جس پر ناز مگر ناقابل عمل پہاڑی وعظ بھی حرفاً تالمود یہود کی نقل ہو اور آپکے کام (معجزات) بھی وہی توریت کے نبیوں کے کام یا انکی نقل ہوں۔ اسپر بھی وہ قادر مطلق خدا اور رب یسوع مسیح اور جلال کے تخت کا شہزادہ

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پورے پورے کامیاب ہوئے اور آپ کی پُرزور تحدی

اور پورے معنوں میں کامیاب بامراد انسان جسکی کامیابی کی نظیر لانے سے تاریخ عالم بکلی ساکت ہے۔ وہ جسنے اسوقت جبکہ وہ ناتواں۔ بیکس اور بیجاہ و حشم تھا۔ اور ہر قسم کے استخفاف و استحقار قوم کا نشانہ بنا ہوا تھا۔ بڑی حیرت انگیز تحدی سے دعوے کیا۔ انی رسول اللہ الیکم جمیعًا الّذی لہ ملک السّمٰوات والارض۔ یعنی میں تم سب کی طرف اُس خدا کا بھیجا ہوا آیا ہوں۔ جو آسمانوں اور زمین کا مالک ہے۔ اس میں صاف سمجھا دیا کہ یقینًا آسمان میری تائید میں ہوگا اور طبقات سمٰوات سے جو جو برکات زمین پر نازل ہوتے ہیں وہ سب میرے حصہ میں آئینگی اور میرے مخالف آسمان کی بری تقدیروں اور مصائب کا ہدف بنیں گے۔ اور الارض یعنی اولاً اور بالذات اس سرزمین کی حکومت میرے حصے میں آئے گی۔ اور میرے مخالف اسکی سطح پر سے اُٹھا دیئے جائینگے۔ اور یہ دعوے کیا۔ اقراء باسم ربك الّذی خلق خلق الانسان من علق اقرء وربك الاکرم الّذی علم بالقلم علم الانسان مالم یعلم۔ اور اُس کے آخر میں یہ دعویٰ کیا۔ فلیدع نادیہ سندع الزبانیة کلّا لا تطعہ واسجد واقترب۔ یعنی اپنے خالق رب کے نام کی تبلیغ دنیا میں کر وہ خالق رب جسنے ایک حقیر جونک جیسے کیڑے سے جو منی میں پیدا ہوتا ہے۔ الانسان بنایا۔ ہاں پڑھ اور تبلیغ کر اور خوف نہ کر۔ اور تیرا رب اکرم ہے جسنے قلم کے ذریعہ علم کی اشاعت کی اور الانسان کو وہ کچھ تعلیم کیا۔ جو وہ جانتا نہ تھا۔

پانچ پیشگوئیاں

اس کلام الٰہی میں پانچ پیشگوئیاں ہیں۔ اول۔ ربك الذی خلق۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ربوبیت الٰہی نے جو تیری خاص پرورش فرمائی ہے اور اپنے اندازہ سے خاص قوام رحمت کیئے اور خاص کام کے لیئے تجھے منتخب کیا ہے اور اپنے ہاتھ سے تیرا پیڑ لگایا ہے اور تیرے مبارک پھلوں کے انتظار میں بیٹھی ہے۔ وہ تجھے ضرور کامیاب اور سرسبز کرے گی اور تیری نونہال کو اعدا کے تبر اور مخالف جھونکوں سے محفوظ رکھے گی۔

دوسری پیشگوئی خلق الانسان من علق۔ یعنی اُس منی کے کیڑے یا جونک کیطرف دھیان کرو کہ وہ کیسا حقیر اور ذلیل تھا۔ جسکا ایسا خوبصورت باکمال انسان بنا ہی جب ہماری ربوبیت نے نظر عنایت سے ایک کیڑے کو اس شکل و صورت تک پہنچایا ہی۔ اور ایک مقصد اور غایت کے لیئے جو ربوبیت کا اصلی تقاضا ہے یہ خلعت کمال مرحمت فرمایا ہی تو کیا اب ہماری ربوبیت اس کا ساتھ چھوڑ دیگی۔ ہم اپنی ربوبیت کا سایہ عاطفت اسپر رکھینگے۔ جب تک وہ انسان اپنی خلقت کی علت غائی کو پہنچ نہ جائے۔

رب اور اللہ اسموں کا فلسفہ قرآن کریم میں

قرآن کریم میں تدبر کرنے والے جانتے ہیں کہ نبوت کی تربیت اور اسے کمال مطلوب
تک پہونچانا خدا تعالےٰ کے اسم رب کا خاصہ ہے اور جہاں جہاں خدا تعالےٰ
نے ضرورت نبوت کی قرآن کریم میں بحث چھیڑی ہے دلیل میں اپنے اسم رب کو ذکر فرمایا ہے اسلئے
کہ جیسے اسکی ربوبیت نے انسان کے عالم اجسام کے لیئے زمین و آسمان اور اُن کے درمیان کی
اشیاء کو مسخر کیا۔ اور خدمت میں لگا دیا ہے ویسے ہی اسکی ربوبیت نے تقاضا کیا کہ انسان کی روح
کی تربیت کے لیئے جو اصلی مقصود اور ابدی غیر فانی شے ہے اس کی تربیت کے مناسب حال سامان
مہیا کرے سو اس کے لیئے اُس نے نبوت کا سلسلہ اس جہان میں قایم کیا۔ اور جہاں نبوت کے
اعدا اور مخالفین کو مقابلہ سے ڈرانا چاہا۔ اور انکے بارہ میں خوفناک وعید بیان کرنے چاہے ہیں
وہاں نبوت کی حمایت و دفاع میں اسم اللہ کو جو جامع جمیع صفات کاملہ ہے پیش کیا ہے۔ اسکی وجہ
یہ ہے کہ نبوت کا اصلی مقصد توحید الوہیت کا قایم کرنا اور آلہہ باطلہ اور ہر قسم کے طواغیت کا ابطال
کر کے خداوند تعالیٰ کے لیئے معبودیت اور الوہیت کا یگانہ استحقاق اور لاشریک منصب مخصوص کرنا
ہوتا ہے تو جب عداوت اور خلاف اپنے ہتھیار پہن کر اس کا استیصال کرنے پر آمادہ ہوں غیرت
اور جوش بھی اسی کو آنا چاہیئے جسکی خدمت کے لیئے نبوت میدان میں نکلی ہے بہرحال اس علق اور
الانسان کے لفظ میں بڑی بھاری پیشگوئی ہے۔

تیسری پیشگوئی اقراء وربک الاکرم۔ اس میں اشارہ یہ ہے کہ اس سلسلہ تبلیغ میں تیری
سخت مخالفت ہوگی۔ اور ایک عالم تجھے ذلیل اور خوار کرنے پر آمادہ ہوگا اور حکمت الٰہیہ کے اقتضا سے
کچھ عرصہ تک بظاہر ایسا ہوگا کہ تو مغلوب اور شکستہ نظر آئیگا اور کفر و شرک اپنی جیت پر ناز کریگا۔
مگر آخر کار غلبہ اور فتح تیری حصہ میں آئیگی اور تو اکرم اور عزیز ہوگا۔ اس لیئے کہ تیرا رب جسنے تجھے اپنے
مقاصد کی تکمیل کے لیئے پرورش کیا ہے وہ اکرم ہے لہذا ضروری ہے کہ اس کا مربوب بھی بطور ظل کے اکرم ہو

قرآن لانظیر ہے

چوتھی پیشگوئی الذی علم بالقلم علم الانسان مالم یعلم۔ اس کا مطلب
یہ ہے کہ اس کتاب عجیب میں جو تجھے دیجاتی ہے اور جو بظاہر انسانی قلم سے لکھی جاتی ہے وہ وہ علوم
عالیہ ہونگے کہ کل بنی آدم کے معلومات اسکے مقابلہ سے عاجز آجائیں گے۔ الانسان سے مالم یعلم
ملا کر یہ اشارہ فرمایا ہے۔ کہ فطرتاً اور اکتساباً انسان کی بساط میں اور اس کے قواء کی رسائی
میں وہ علوم عالیہ آہی نہیں سکتے جن پر قرآن مشتمل ہے۔ لہذا یہ علوم لاریب خداوند علیم خالق
انسان کی طرف سے ہیں اور اس کا لازمی نتیجہ ہے کہ ذہینوں کے ذہن عقیلوں کی عقلیں اور عالموں کے علم

اور محرروں کی قلمیں ان سماوی علوم کے مقابلہ میں ٹوٹ جائینگی۔

پانچویں پیشگوئی۔ کلا لئن لم ینته لنسفعا بالناصیة ناصیة کاذبة خاطئة فلیدع نادیه سندع الزبانیه کلا لا تطعه واسجد واقترب۔ دشمن کی عداوت کی پیشرفت نہ جائیگی۔ اگر وہ باز نہ آیا تو ہم اس کی جھوٹی خطاکار چوٹی کو پکڑ کر زور سے کھینچیں گے اور یوں ذلت سے گھسیٹ کر ہاویہ میں گرا دینگے۔ پھر وہ اپنی مجلس کو جنکے بل بوتے پر اسے ناز تھا۔ بلائے اور انکی دوہائی دے ہم بھی سیاست کے پیادوں کو بلائیں گے وہ ہرگز اپنے منصوبوں میں کامیاب نہ ہوگا۔ تو اپنے کام میں لگا رہ اور اُن کے خلاف کی ذرا بھی پروانہ کر اور کبھی انکے ہاں میں ہاں نہ ملا۔ اس لیئے کہ اُن کے ہاتھ میں تیرا کوئی نفع اور ضرر نہیں اور ہماری فرمانبرداری میں لگا رہ اور جسقدر تو ہمارا فرمانبردار ہوگا۔ ہماری جناب میں تیرا قرب اور درجہ اتنا ہی بڑھیگا۔

اگر میٹریلسٹ اور برہمو غور کرے۔ ایک مادہ پرست۔ ایک برہمو۔ ایک دہریہ غرض ہر ایک شخص جو الہام اور ضرورت الہام اور خدا تعالٰے کی ہستی کو نہیں مانتا۔ ان الفاظ کی شوکت اور قوت میں غور کرے۔ اور اس انسان کا مطالعہ کرے۔ جسکے موُنھ سے یہ نکلے اور اسوقت کی تاریخ کو پڑھے۔ جب یہ بلند دعوے ایک پورے بے سامان اور ناتوان اور اعدا کے نرغے میں گھرے ہوئے انسان سے سرزد ہوئے۔ اور پھر انجام کو دیکھے کہ یہ دعوے کس شان سے پورے ہوئے اور نبوت کے بدخواہ ٹھیک اسی طرح ہلاک ہوئے جیسے ان سچے دعوؤں کا منشاء تھا۔

غرض ایسا کامل انسان جس کے اعمال اور نتائج اعمال نے اسکی کاملیت پر ہمیشہ کیلیئے مہر لگادی اور تمام بنی آدم سے اُس کو خاص امتیاز بخشا وہ تو اس قابل بھی نہ ہو کہ تخفیف کر کے اُسے نیک انسان ہی مان لیا جائے۔ اور اس کی بابت کپکپا دینے والی سب وشتم اور بدگوئی سی زبان کو لگام دیدی جائے اور ایک ایسی شخص کو جسے ایک ناتواں عورت نے جنا جو قانون قدرت کیموافق بڑھا اور پھولا۔ جو کھاتا۔ سوتا۔ اور کہاتا۔ پیتا۔ اور تمام لوازم بشری کا محتاج اور تمام عوارض انسانی کا مغلوب تھا۔ جس کی زندگی نے کوئی حیرت انگیز کام تو ایک طرف بنی اسرائیل کے معمولی نبیوں جیسی کامیابی بھی نہیں پائی۔ وہ جو بدخواہ دشمنوں کے منصوبوں کا ہدف بنا اور آخر بہزار جان کاہی انکے آہنیں پنجے سے چھوٹ کر اور دیس بدلیس پھر پھرا کر غریب آدمیوں کی طرح کشمیر میں ہمیشہ کی نیند سو گیا غرض ایسے شخص کو یگانہ خدا اور قادر مطلق خدا کر کے مانا جائے۔ کبرت کلمة تخرج من افواههم ان یقولون الا کذبا۔

الوہیت یسوع کے بطلان کی دلیل

تعجب کی بات ہے، ایک شخص انسانی جامہ میں ہو اور انسانی لوازم اور عوارض کے ماتحت ہو کس دلیل سے فوق العادۃ انسان اسکو مانا جاسکتا ہے؟ ہو صورت شکل سے یہ پہچاننا کہ وہ خدا ہے یہ تو سراسر خیال باطل اور محال ہے اور نصاریٰ بھی اسکے قایل نہیں ہونگے۔ تو اب بجز اسکے کہ یہ دکھایا جائے۔ کہ اسکے یہ افعال اور اعمال تھے جو انسانی طاقتوں سے بڑھکر ہیں۔ اور جو اُسے خدائی کا منصب دلاتے ہیں۔ اور کوئی مضبوط دلیل اسکی الوہیت کی ہو نہیں سکتی اور یہ سودائے خام ہے۔ اسلام آجتک ڈنکے کی چوٹ سے پکار رہا ہے۔ ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم یعنی اللہ کے نزدیک جو حقیقی الوہیت کا حقدار ہے اسلیئے کہ جامع جمیع صفات کاملہ اور ہر قسم کے بشری ضعفوں اور مخلوقی عوارض و لوازم سے منزہ ہے ہاں اللہ تعالیٰ کے نزدیک عیسیٰ آدمی سے کچھ بھی زیادہ نہیں یعنی اس میں سارے وہ لوازم اور عوارض موجود ہیں جو آدمی میں پائے جاتے ہیں۔ جو شخص اس کی الوہیت کا مدعی ہے وہ معمولی آدمی سے بڑھکر خواص اس میں دکھلائے۔ یہ بڑا بھاری

عیسائی اسلام کے الزام کے نیچے ہیں تیرہ سو برس سے

قرضہ نصاریٰ کی گردن پر ہے اور تیرہ سو برس سے برابر چلا آتا ہے۔ ان کی غیرت کا اگر ان میں ہوتی یہ مقتضا ہونا چاہیئے تھا۔ کہ اس خطرناک الزام سے بری ہوتے۔ کہاں یہ کہ وہ ایک شخص کو خدا اور الٰہ کہیں اور کہاں یہ کہ اسلام مٹی سے بنے ہوئے آدمی سے کسی طرح بھی بڑھکر اُسے نہ مانے اور نہ ماننے دے۔

الحاصل ذوق نے سلسلہ سخن دراز کر دیا۔ اگرچہ سچی بات تو یہ ہے کہ دل ہنوز سیر نہیں ہوا اور اس جوش سے لبالب ہے کہ **خاتم النبیین** (صلے اللہ علیہ وسلم) کی عظمت اور شان کی نسبت بہت کچھ بیان کرے اور نصاریٰ کے ظلم عظیم سے خوب جی بھر کر انتقام لے مگر اصل موضوع کتاب سے بات باہر نکلی جاتی ہے۔ بات یہ شروع ہوئی تھی کہ نصاریٰ کی طرح شیعہ بھی بالبداہت اپنے مسلم اماموں کو معصوم (اپنے خیالی معنوں میں) اور مقدس اور وصی اور ولی اور ہر قسم کے کمالات کے جامع اور منصور اور مظفر اور اولوالعزم انبیاء کے برابر یا کچھ زیادہ مانتے ہیں اور بلا کسی قسم کے سوچ اور فکر کی زحمت اُٹھانے کے ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) کو ان تمام پر فسق گالیوں کے مستوجب قرار دیتے

شیعوں نے خدا کے کلام کو معیار نہیں مانا

ہیں جو ہمیشہ انکے پیٹ میں ناکوں ناک بھری رہتی ہیں۔ حال آنکہ حق تو یہ تھا۔ کہ ایک معیار قایم کرتے اور کھرے کھوٹے کو اسی محک پر کس کر کھرے کو لیتے اور کھوٹے کو رد کرتے۔ اور وہ معیار اپنی طرف سے اپنے ہی خیالات کی تراشی

خدا کے کلام کے نزدیک معیار کیا ہو

ہوئی نہ ہوتی۔ بلکہ وہ خدا تعالیٰ کے کلام کی قایم کی ہوئی معیار

ہوتی مگر افسوس اُنہوں نے ایسا نہیں کیا۔ خدا تعالےٰ کے حکیم کلام نے ایک ہی معیار قائم کیا ہے جس سے خدا کے ماموروں خدا کے اماموں خدا کے ولیوں اور خدا کے وارثوں اور دوسروں میں کھلا امتیاز اور فیصلہ ہوجاتا ہے وہ اعمال اور اعمال کے نتائج ہیں۔

آؤ توہم اور تم اپنے اپنے نقد کو اس خدا کی کسوٹی پر کسیں تا سیہ روئے شود ہر کہ در وغش باشد۔ مگر یاد رکھو یہ کسوٹی قیامت تک تمہیں سُرخ رو نہ ہونے دیگی۔ جیسے نصاریٰ کے ہاتھ میں یسوع کی الوہیت پر کوئی دلیل نہیں بجز انکے اپنے ہی گھڑے ہوئے توہمات کے اسی طرح تمہارے ہاتھ میں بھی خدا کے کام اور خدا کے کلام کے رُو سے کوئی برہان نہیں کہ وصی اور ولی اور مستحق اول حضرت علیؓ تھے اور وہ سارا گھرانا جسے تم نے بنی اسرائیل کی طرح خدا کا کنبہ اور خدا کے اکلوتے اور کیا کیا مان رکھا ہے انبیا کے مثیل یا ان سے بھی بڑھکر تھے۔ اعمال دکھاؤ۔ کارنامے پیش کرو۔ اور کتاب اللہ اور اسلام کی خدمات بیان کرو۔ خدا کے لیئے سوچو۔ ان دونوں باتوں میں کتنا فرق ہے۔ ایک قوم ہے جن کی تائید میں تم اس سے زیادہ کچھ بہادری نہیں دکہا سکتے کہ یا تو چند رطب یابس اقوال پیش کرتے ہو یا دو چار کہانیاں اور فضول افسانے سنا دیتے ہو اور دوسری طرف وہ لوگ ہیں جن کی تائید وحمایت میں دو زبردست گواہ سدا کمر بستہ کھڑے رہتے ہیں اور قیامت تک اسی طرح کھڑے رہینگے وہ ہیں خدا تعالےٰ کا کلام (قرآن کریم) اور خدا تعالےٰ کا کام۔ خدا تعالےٰ نے جو نشان اپنے کلام میں امامت اور ولایت اور استحقاق خلافت کے لیئے مقرر کیے ہیں۔ وہ بلحاظ اعمال اور نتائج اعمال کے اُنپر صادق آئے اور خدا کے فعل نے عملاً اُنہیں اوروں پر فضیلت اور ترجیح دیکر اور واقعی منصور مظفر خلیفے بنا کر شہادت دیدی کہ وصی اور ولی حقًا اور صدقًا وہی تھے۔ یہ خدا کا فعل چاہیئے کہ ہر ایک مومن کو پیارا لگے۔ اگر تمہارے دلوں میں واقعی اسلام سے محبت ہے اور اسلام کے لباس میں کوئی اور اغراض پنہاں نہیں تو خدا کے قول اور فعل سے تمہیں اتنا بغض کیوں ہے؟ تمہیں اپنے ارادوں اور خواہشوں کی اتنی ترجیح کیوں ہے؟ خدا کے ارادے اور مشیت کو سر آنکھوں پر قبول کرو اگر حقیقۃً اس قرآن اور اسلام سے تعلق ہے۔

شیعوں کے اعتقاد کی بنا پر خدا اور قرآن اور رسول تینوں پر حرف آتا ہے

سوچو اور غور کرو خدائے اسلام کی یہ صفت کہ وہ حی و قیوم ہے اور اسکی یہ صفت یفعل ما یشاء و یحکم ما یرید اور اس کی یہ صفت وما نحن بمسبوقین۔ اور اس کی یہ صفت وما هم بمعجزین۔ اور اس کی یہ صفت وما کان اللہ لیعجزہ من شیءٍ فی السمٰوٰت والارض انہ کان علیمًا قدیرًا۔ اور اسکی یہ صفت

انہ بکل شئ محیط۔ اور اسکی یہ صفت فلا تحسبن اللہ مخلف وعدہ رسلہ اور ان اللہ لا یخلف المیعاد۔ بااین ہمہ وہ ایک امر کا ارادہ کرے اور وہ پورا نہ ہو۔ ازل میں اس کا ارادہ ہو۔ اور اسکی مشیت نفاذ پا چکی ہو کہ جناب علی (رضی اللہ عنہ) خلیفہ اوّل اور منصور اور فاتح البلاد خلیفہ ہوں۔ اور یہ اولیت دین اسلام کے لیے ضروری ہو۔ نہیں خدا اور خدا کی خدائی اور اس کے رسول کی رسالت کے ثبوت کے لیے ضروری ہو بلکہ خدائی اور رسالت بالکل اسی پر موقوف ہو اور تعجب کہ ایک کمزور انسان کی طرح خدا کی دل کی دل میں ہی رہے۔ نہیں بلکہ اپنے کلام میں لکھ بھی دیا ہو اور ایک زور آور مخلوق اس سارے کارخانہ کو ملیامیٹ کر دے۔

اور قرآن کریم کی یہ صفت کہ وہ کتاب محفوظ ہے۔ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون اور اس کی یہ صفت وانہ لذکر لک ولقومک یعنی یہ قرآن تیرے لیے اور تیری قوم کے لیے ذکر یعنے شرف کا موجب ہے۔ اور اس کی یہ صفت ھذا کتاب مبارک انزلناہ۔ یعنی اس کتاب میں بڑی بڑی برکات ہیں اور اسکی تعلیم تزکیہ نفوس اور تصفیہ بواطن کیلیے خاص اثر رکھتی ہے لیکن تم لوگوں کے اعتقاد کے بموجب نہ وہ محفوظ ہے اور نہ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کی قوم کے لیے موجب شرف اور عزت افزائی کا ہوا اور نہ مبارک کتاب ہے۔ محفوظ ان معنوں میں نہیں کہ خدا تعالےٰ کی حفاظت کا مدعا یہ ہے کہ اسکی صورت اور حقیقت دونوں محفوظ ہوں یعنی جیسے اسکی ظاہری قرأت مسلم اور محفوظ چلی جائے ویسی ہی اس کی تعلیم اور اسکے مقاصد کی راہ میں کوئی روک پیدا نہ ہو۔ مگر تمہارے اعتقاد کے موافق اول الدین در دی پہلی ہی منزل میں ناکامی ہوئی اور بڑی بھاری اور مقصود بالذات غرض اور تعلیم حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کی وصایت اور ولایت اور خلافت کے متعلق خاک میں ملگئی۔ اور برکات کا یہ حال کہ پہلا تیار کیا ہوا سارا گروہ کا گروہ منافق اور مرتد اور کافر ثابت ہوا۔ اور آنحضرت (صلے اللہ علیہ وسلم) کی یہ صفت یاایھا النبیّ بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتک اور اسکی یہ صفت انہ لقول رسول کریم ذی قوۃ عند ذی العرش مکین مطاع ثم امین وما صاحبکم بمجنون ولقد راٰہ بالافق المبین۔ وما ھو علے الغیب بضنین۔ یعنی یہ رسول کریم کی بات ہے۔ جو خداوند عرش کے ہاں بڑا درجہ اور مکانت رکھتا ہے۔ اور اسکا کہا رد نہیں ہوتا اور ان سب صفات سے بڑھکر یہ ہے کہ وہ امین ہیں اور آنحضرت (صلے اللہ علیہ وسلم) اس کا مظہر ہیں اور درحقیقت یہ صفات آپ ہی کے ہیں اور آپ ان دعووں میں مجنون نہیں ہیں اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ آپ اس ذریعۂ ایصال کلام حق کو صاف صاف دیکھ چکے ہیں اسلیے

ضروری ہے کہ آپ کے تمام وعدے اور پیشگوئیاں سچی ہوں اور غیب کے پہنچانے میں آپ بخیل نہیں ہیں یعنی خدا تعالےٰ کا سارا منشا اور مقصد اس کتاب مجید میں آگیا ہے باہر کوئی بات نہیں رہی سب آپکے وعدے اور وصیتیں اسی میں مذکور ہیں۔ یہ نہیں کہ اس میں مذکور نہیں اور کسی اور کتھا یا قصے کی ضرورت باقی رہگئی ہے۔ جسکی تلافی کسی حدیث یا انسانی دست زدہ روایت نے کی ہے۔

اب غور کرو شیعوں کے اعتقاد کی بنا پر آنحضرت نہ کریم ہیں نہ مکین ہیں نہ امین ہیں اور نہ مبلغ رسالات رب ہیں اور نہ مطلع ہیں اسلیئے کہ بقول شیعوں کے آپ سارے ارمان دل میں لیکر اٹھے دوہائی دیتے رہے۔ میرا خلیفہ علی ہے۔ میرا وصی علی ہے۔ لوگو بس یہی ہے جو کچھ ہے۔ باقی سب چور اُچکے کچے بودے۔ نکمے۔ بیہودے اور میرے دشمن ہیں۔ اور یہ دو ننھے چھ چھ سات سات برس کے لڑکے حسنؑ اور حسینؑ یہی ہیں جو کچھ ہیں۔ بس میری ساری جائیداد۔ میرا علم۔ میرا تجربہ۔ میری ساری وحی۔ نظام عالم کے چلانے کی ساری کل۔ علوم کے خزانے اور قوموں پر فتوحات حاصل کرنے اور اسلام کو دنیا میں پھیلانے کی کُنجیاں اور میرے چال چلن کا نمونہ یہ دو ننھے نابالغ لڑکے ہیں۔ جنہوں نے اگرچہ ہنوز میری صحبت بھی نہیں پائی اور ہنوز ان کے دودھ کے دانت ہیں اور گو میں نے چالیس سال کے بعد رسالت پائی اور اگرچہ سنت اللہ یہی ہے کہ قوٰے اپنے وقت پر جاکر کامل ہوتے ہیں اور نمونہ کے قابل انسان ایک عمر کے دراز حصے کے بعد ہوتا ہے۔ مگر میری خاطر اس دھکے اور جبر کو مان لو اور آنکھ بند کرکے مان لو کہ یہ ابھی سے سب کچھ ہوگئے ہیں۔ ہاں یاد رکھنا ان بچوں کو دوسرا قرآن ماننا۔ اور اگرچہ خدا کے سلسلہ میں خون اور گوشت کے رشتے ملحوظ نہیں ہوتے اور نبی کی شان اور صداقت کی نشانی یہی ہے کہ دنیوی بادشاہوں کی طرح اپنے کنبے کے لیئے سلطنت کی تجویزیں نہ کرے۔ مگر میری خاطر میری یہ نرالی وصیت مان لو۔ غرض آپ چیختے چلاتے گذر گئے۔ اور کچھ نہ بنا۔ خدا جانے اب بھی کیا حال ہوگا!!!

> رسالت کی شان کے خلاف ہے کہ کسی کو جسم کے لحاظ سے وصی قرار دے یا ننھے بچوں کی پیروی پر مجبور کرے

الغرض شیعوں کے اعتقاد کو امام بنا کر اتنے مفاسد لازم آتے ہیں کہ دنیا کے مذاہب میں قابل فخر اور ممتاز اور فطرت انسانی کے موافق مذہب اسلام بدترین مذاہب اور بچوں کا کھلونا اور نہایت قابل مضحکہ مذہب بن جاتا ہے کاش یہ لوگ کبھی غور اور تامل سے اپنے عقاید کو سوچیں اور نصرانیوں اور بت پرستوں کی طرح آنکھ بند کئے مانتے جانا چھوڑ دیں۔

واوحینا الی ام موسیٰ ان ارضعیه فاذا خفت علیه فالقیه فی الیم ولا تخافی ولا تحزنی انا رادوه الیك وجاعلوه من المرسلین۔ اور اس سورت کے آخر میں فرمایا۔

ان الذی فرض علیک القران لرادک الی معاد قل ربی اعلم من جاء بالھدے
ومن ھو فی ضلال مبین۔ وما کنت ترجوا ان یلقی الیک الکتاب الا رحمۃ من
ربک فلا تکونن ظھیرا للکافرین۔ اور ہم نے موسیٰ کی ماں کو وحی کی کہ تو موسیٰ کو دودھ پلا۔ پس جب
تجھے اس کی جان کا اندیشہ ہو اسے دریا میں ڈالدے اور اس وقت خوف اور حزن کو دل میں راہ نہ دینا
ہم اسے تیرے پاس پھر لائیں گے۔ اور اسے ان مرسلوں میں سے (جو اپنے دشمنوں پر غالب ہوئے)
ایک مرسل بنائینگے۔ جسنے تجھپر قرآن نازل کیا (یعنے اس موسیٰ کے قصہ اور اُسکے رنگ میں تیری
کامیابی کی پیشگوئی کے لوگوں کو پڑھ سُنانے کا حکم دیا ہے۔ اس مماثلت اور پیشگوئی کے پورا ہونے
کے لئے) وہ تجھے ضرور معاد (مکہ۔ ام القریٰ) کی طرف واپس لائیگا۔ کہدے میرا رب اسے
بھی خوب جانتا ہے۔ جو ہدایت لایا (اور اسلئے ضرور ہے کہ وہ کامیاب ہو) اور اسے بھی جانتا ہے۔ جو
ضلال مبین میں ہے (اور اس لیئے ضرور ہے کہ وہ ہلاک ہو۔) اور تجھے اُمید نہ تھی کہ الکتاب تجھے القا
ہوگی (یعنی ایسی زبردست پیشگوئی کہ میں موسیٰ کی طرح کامیاب ہو جاؤنگا۔ اور میرے دشمن فرعونیوں
کی طرح تباہ ہو جائینگے تیرے قوئے کی پہونچ اور بشری طاقتوں سے باہر تھی) ہاں یہ تیرے رب کی
رحمت ہے۔ کہ تجھے ایسا منصور و مظفر رسول بنایا ہے۔ اور ایسے قادرانہ دعوے تیرے مونھ سے
نکلوائے ہیں) تو (اب اس نصرت الٰہی اور اعدا پر غالب آنیکے شکر میں) کافروں کا مددگار کبھی ہونا
(اسی طرح جیسے خدا کے انعامات دیکھکر موسیٰ نے کہا تھا۔ رب بما انعمت علی فلن اکون ظھیرا للمجرمین)
اور اس بات کے دکہانے کے لئے کہ وہ وعدہ معاد دونوں بزرگ نبیونکے حق میں پورا ہوا۔
فرمایا۔ فرددناہ الی امہ کی تقر عینھا ولا تحزن ولتعلم ان وعد اللہ حق ولکن اکثرھم
لا یعلمون ولما بلغ اشدہ واستوی اتینہ حکما وعلما وکذالک نجزی المحسنین۔
پھر ہم نے (حسب وعدہ) اسے اس کی اُمّ کو واپس دیا تو کہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ
غمگین نہ ہو (اس میں یہ اشارہ ہے کہ اسی طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اُمّ (ام القریٰ۔ مکہ) بھی
آپکی واپسی پر خنک چشم اور خوش و خورم ہوئی۔ یعنی آپ کا مکہ میں واپس آنا اور اسے فتح کرنا ہی مکہ کی
اصلی غرض تھی۔ اور مکہ کی آئندہ کی سرسبزی اور آبادی اور برکت اسی پر موقوف تہی اور ہجرت کے بعد مکہ اسی
طرح آپکے پھر آنیکی راہ تکتا تہا۔ جیسے موسیٰ کی ماں دریا میں پھینکنے کے بعد اپنے لخت جگر کو پھر گود میں
دیکھنے کیلیے تڑپتی تھی) اور وہ اس نتیجہ پر پہونچ جائے۔ کہ اللہ کا وعدہ حق ہوتا ہی پر (اس امر کو) انمیں سے
بہتیرے نہیں جانتے (اس میں یہ اشارہ ہے کہ عرب کے مشرکین اسوقت اس بات سے بے خبر ہیں

کہ جسے وہ ذلیل کر کے نکالینگے۔ وہ فاتح ہو کر پھر مکہ میں داخل ہوگا) اور جب موسیٰ پوری قوت کو پہنچگیا اور اس کے قوے ہماری مخاطبت اور امانت کا بار اٹھانے کے قابل ہوگئے۔ ہم نے اسکو حکم اور علم دیا اور (یہ اسی پر موقوف نہیں) ہم تو اسی طرح محسنوں کو جزا دیا کرتے ہیں اور عنقریب ایک محسن کو اسی رنگ کی جزا دینگے۔ حکم اور علم سے مراد ہی مومنین اور کافرین میں فیصلہ کرنے کے لیے حکم یا حاکم بننا اور ایسے منصب جلیل کے شایاں شان علم سے بہرہ مند ہونا یعنے آخر کار کفار کی ہلاکت کا فتوے دینا۔ اس میں یہ اشارہ ہے کہ اسی طرح کفار مکہ کی قسمتوں کا فیصلہ آپکی حکومت کے ہاتھ میں ہوگا۔

قصص انبیاے قرآن کا مقصد کیا ہے۔

قرآن حکیم کا داب ہے کہ اس بات کے ظاہر کرنیکے لیئے کہ فلاں فلاں قصہ میں باہم مماثلت ہے ان دونوں میں کوئی لفظ یا الفاظ مشترکہ رکھدیتا ہے۔ اسلیئے کہ واقعات انبیا (علیہ السّلام) جو قرآن میں مذکور ہوئے ہیں خصوصاً جناب موسیٰ کے واقعات انکا موضوع و مقصد حضور سرورعالم (علیہ الصلوۃ والسلام) کی مبارک زندگی ہے قرآن کریم نی التزام کیا ہے کہ ان میں الفاظ یا اشارات ایسے رکھدیتا ہے کہ ان کی وساطت سی فوراً ذہن آنحضرت (صلے اللہ علیہ وسلم) کے واقعہ کی طرف منتقل ہو جاتا ہے اس سورت میں اصلی مقصد یہ ظاہر کرنا ہے کہ ایکدفعہ اس سرزمین (مکہ) سے ظالموں کے ظلم کے ہاتھوں آنحضرت (صلے اللہ علیہ وسلم) نکل جائینگے۔ مگر پھر کامیاب اور فاتح کی صورت میں اس میں واپس آئینگے۔ اور اس بے کسی اور کس مپرسی اور مہجوری کے بعد آپ ایک عظیم الشان سلسلے اور دولت کے بانی ہوں گے جسکا دامن قیامت تک لمبا ہوگا اور دشمنوں کے املاک واموال سب آپ کے قبضہ میں آجائیں گے۔ ایسی حالت میں جو مکہ کے اندر آپکی تھی اُس آنیوالی شان دار حالت کا لوگوں کو سمجھانا بہت نازک امر تھا۔ خداوند حکیم نے اس بھید کو اور اور بھی بہت سے مصالح کو مدنظر رکھکر جناب موسیٰ (علیہ السلام) کے قصے کے پیرایہ میں آنحضرت (صلے اللہ علیہ وسلم) کے سوانح سمجھانی چاہی ہے۔ چنانچہ آپکی اس بیکسی اور بے بسی کی تصویر دکھانیکے لیئے جناب موسیٰ کی کمال بے کسی کے واقعہ اور ترحم انگیز قصے پیاری ماں کی گود سے چھن جانے اور خونخوار دریا کی موجوں کے موبنہ میں پھینکے جانے کو بیان فرمایا ہے۔

ان الذی فرض علیك القران لرادك الی معاد۔ اس تمام سورت میں اصل دعویٰ اور تبلیغ کی غرض اور علت غائی ہے۔ جناب موسیٰ علیہ السلام کا قصہ اسکے لئے بطور استدلال کے ہے۔ ان دونوں قصوں میں مماثلت کی طرف اشارہ کرنے کی غرض سے لفظ راد اور معاد اور امر مشترک رکھدیئے ہیں۔ حضرت موسیٰ (علیہ السّلام) کی زندگی اور بقا اور آئندہ کی کامیابی کیلیئے ضروری تھا کہ وہ پھر

ماں کی کنارِ عاطفت میں سپرد کیئے جائیں۔ جناب خاتم النبیین (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے
حق میں جو سب سے اکمل اور اتم تھے کمال مطلوب تک پہونچنے کے لیئے ضروری تھا کہ اس عظیم الشان
ماں اُمّ القرےٰ کی چھاتیوں سے روحانی دودھ چوسنے کو پھر اسکے
دامانِ عاطفت میں دیئے جائیں۔ جتنا فرق جناب موسےٰ اور خاتم النبیین
کے کمالات اور فرائض میں ہونا چاہیئے اُسے خداوند کریم نے ان

اسلام ابدی مذہب ہے اور کوئی
مذہب اور ربانی مذہب خدا نے
ارادہ نہیں فرمایا کہ ابدی ہو۔

دونوں کے اُمتوں کے اظہار سے واضح کردیا ہے۔ اسلیئے کہ جسقدر ماں قوی اور صحیح ہوگی اس کی
چھاتیوں میں اسی قدر قوی اور مقوی دودھ پیدا ہوگا۔ سو حضرت موسیٰ کی ماں ایک ضعیفہ عورت تھی جسکا
آج صفحۂ ہستی سے نام و نشان مٹ گیا ہے اور بطور نتیجہ لازمہ کے ضروری تھا کہ اُس دودھ کا پرورش
یافتہ بھی ایک حد تک جیتا رہتا۔ اور اسی حد تک اسکی بقا ہوتی جسقدر اس دُودھ میں قوت تھی۔
چنانچہ جناب موسیٰ اور آپ کا دودھ یعنی کتاب توریت اور شرع توریت اور قوم توریت گمنام اور ناپید
ہوگئی۔ اور اس منہج بنی اسرائیل کے نقش قدم یوں مٹ گئے۔ جیسے ریگستان میں چلنے والونکے آثار
کو بیداد گر آندھیاں ناپید کردیتی ہیں۔ مگر خاتم النبیین کی ام ام القریٰ اور مکہ ایک ابدی اور دنیا
تک باقی چیز ہے۔ جسکی نسبت خداوند علیم وعدہ کرچکا ہے کہ آسمان و زمین کے قیام سے اسکا قیام
وابستہ ہے لاجرم بطور نتیجۂ لازم کے ضروری ہے کہ آپ بھی اپنی عظیم الشان ام کی طرح ابدی اور غیر
فانی ہوں اور قرآن کریم جو آپکا دودھ ہے وہ بھی فنا اور زوال سے محفوظ رہے بظاہر یہ مناسبت و
مشابہت قریب ہے، کہ اوپری اور محض لطیفہ معلوم ہو مگر ذرا غور کرنے سے اسکی حقیقت اور ماہیت کھل سکتی
ہے۔ جب ایک دقیقہ رس انسان ام موسیٰ اور ام القرےٰ اور لفظ لرادوہ اور لرادک اور فرددنٰہ
الیٰ اُمّہٖ میں غور کرے اور پھر واقعات عالم پر نگاہ ڈالے کہ جیسے قرآن کے اشارات بتاتے ہیں۔
ویسے ہی واقعات بھی دکھاتے ہیں کہ اسلام کے لوازم اور مویدات کیسے محفوظ ہیں اور دیگر ادیان اور اُنکی
کتابیں اور انکے بانی کس طرح تغیر اور انقلابات کے چکروں میں آگئے کہ اگر ان نبیوں اور اُنکی تعلیمونکو
قرآن نئے سرے سے زندہ نہ کرتا تو وہ ناپید ہوگئے ہوتے۔ اور انکی کتابیں اور تعلیمات ایک مجذوم
آدمی کی طرح ہوچکی تھیں۔ چنانچہ یہ کس قدر حیرت انگیز بات ہے۔ اور خداوند عالم کی ہستی اور اسکے علم و قدرت
کا کیسا واضح ثبوت ہے کہ مکہ ابتدائے دنیا سے محفوظ۔ قرآن کریم محفوظ اور حامل قرآن مکہ کا لائق
فرزند (صلے اللہ علیہ وسلم) محفوظ۔ اور اس امر کی طرف پختہ اور گہرا اشارہ کرنیکے لئے کہ آپکی آل
یعنی امت بھی زوال اور فنا سے سدا محفوظ رہے گی۔ آپکی آل یعنے ابو بکر و عمر کو آپکے پاس محفوظ مامن اور

جنت الماوٰی میں جگہ دی۔ چونکہ اُمت کے لیئے یہ دونوں پاک وجود ظلی طور پر خود جناب رسولکریم

(صلے اللہ علیہ وسلم) ہی ہیں۔ اس لیئے کہ امت محمدیہ بار دیگر اور از سر نو انہی سے چلی اور ان ہی کی کوششوں سے بڑھی اور پھولی اور ان ہی کی حمایت میں دشمنوں کی دست برد سے بچی اور آیندہ کے لیئے انہوں ہی نے انکی

> حضرت رسولکریم کی طرح شیخین بھی معصوم و محفوظ ہیں اور یہ سب کچھ ازلی ارادے اور علم و حکمت کی بنا پر ہوا

ترقی کی راہیں صاف کیں۔ اس لیئے رسول کریم (صلے اللہ علیہ وسلم) کی طرح ضروری تھا کہ ان کے آثار بھی محفوظ رہتے۔ یہ بڑا بھاری نشان ہے۔ اور اس میں تمام جہان خصوصاً مومنوں کے لیئے بھاری سبق ہے اور خدائے حکیم کی قیامت تک ناطق آواز ہے کہ وہ خدائے تعالیٰ کے اس لانظیر فعل میں غور کریں اور اس بنا پر اپنے ایمان و عقاید کی عمارت بنائیں۔ کیوں خدا تعالیٰ نے آدم کا نشان مٹا دیا۔ نوح کے آثار مٹا دیئے۔ ابراہیمؑ۔ اسحٰقؑ۔ یعقوبؑ۔ داودؑ۔ سلیمانؑ اور موسےٰ کے نشان مٹا دیئے مگر آنحضرتؐ ور ابوبکرؓ اور عمرؓ کو یوں قایم اور بحال رکھا جیسے آفتاب اور ماہتاب بلا تبدیل قایم ہیں۔ نہیں نہیں آفتاب و ماہتاب تو ایک عرصہ کے لیئے غائب بھی ہو جاتے ہیں مگر وہ قوم کی جان اور قوم کے امام اور خدائے قیوم وحی کے وارث رات دن کی گھڑیوں میں یکساں نمایاں اور عیاں ہیں۔ اگر سارا جہاں مل کر ابوبکرؓ و عمرؓ کے مناقب میں اتنی کتابیں لکھے کہ فضائے عالم اُن سے بھر جائے جب بھی خدا تعالےٰ کے اس پُرحکمت فعل کے مقابل جس نے اُنکے لیئے حقیقی اور ابدی منقبت اور لسان صدق اور تمجید کا سامان کیا ہے کوئی بڑا کارنامہ اور احسان یادگار میں نہ چھوڑیں گے۔ خدا کا وُہ پرحکمت فعل یہ ہے کہ اُنکو اپنے محبوب و مصطفےٰ نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ سلایا ہے مجھے رہ رہ کر افسوس آتا ہی کہ کیوں شیعوں نے خدا تعالےٰ کے اس پُرحکمت فعل کو عظمت کی نگاہ سے نہیں دیکھا۔ یہ فعل کوئی ہزل نہ تھا۔ یہ تو قول فصل تھا* ساری دُنیا اس تمنا میں مرمٹی ہے اور کیا کیا کوششیں نہیں کرتے کہ مکہ میں موت آوے

---

* نوٹ

جہاں تک مَیں غور کرتا ہوں اور اللہ تعالےٰ کی خشیت اور تقوےٰ کو مد نظر رکھکر سوچتا ہوں اور کئی سال سے متصل اس میں غور و فکر کی ہے۔ مجھے اللہ تعالےٰ کا یہ پُرحکمت فعل بڑی بھاری حجت معلوم ہوتا ہے شیخینؓ کی حقیت و فضیلت کے منکروں پر۔ اگر خدا تعالےٰ چاہتا اور اُسکے مقصد کے خلاف ہوتا تو اس بین فضیلت کا وارث ابوبکرؓ و عمرؓ کو ہرگز ہونے نہ دیتا۔ خدا تعالےٰ کی لاتبدیل سنت ہی۔ کہ اُس نے باطل کو ایسے لوازم اور صفات سے کبھی متصف نہیں ہونے دیا کہ سلیم الفطرت غور کرنے والے اس کے متعلقات میں فکر کرتے کرتے آخر کار حیرت اور تردد کے غلبہ کیوجہ سے

اور مدینہ میں دفن ہوں اور اسی اعتقاد کا یہ اثر ہے کہ بزرگوں کے مزاروں کے پاس قبرستان

چلا اُٹھیں کہ حق کے لوازم وصفات اور باطل کے لوازم وصفات میں کوئی مابہ الامتیاز نہیں۔ لہذا
ہم اُن میں تفریق نہیں کر سکتے اور نہ ایک کو دوسرے پر ترجیح و تفضیل دے سکتے ہیں۔ اگر ہر ایک چیز اپنے
لوازم اور علامات کے ساتھ پہچانی نہ جا سکتی اور کلام الٰہی اور فعل الٰہی میں علمی اور حکیمانہ نظام نہ ہوتا
تو جہاں کا کارخانہ درہم برہم ہو جاتا اور اس منتشر اور بے جوڑ اور بے ربط کلام اور کام سے علوم حقہ
اور صداقتیں ہرگز پیدا نہ ہو سکتیں۔ مگر ایسا نہیں۔ اس حکیم خدا نے جیسے اپنے کلام میں دعویٰ کیا ہے
ما تریٰ فی خلق الرحمٰن من تفاوت فارجع البصر ھل تریٰ من فطور ثم ارجع البصر
کرتین ینقلب الیك البصر خاسئا وھو حسیر۔ (رحمٰن کی خلقت میں تجھے بے ربطی اور
نقص اور اختلال نظر نہ آئیگا۔ خوب دھیان کر اور نگاہ دوڑا اور بتا اگر تجھے اس نظام میں کوئی خلل
نظر آتا ہے۔ پھر نظر ثانی کرلے۔ مگر یاد رکھ تیری نکتہ چین نگاہ ہر طرف سے راندہ ہو کر اور تھک کر واپس
آئیگی۔ خلق کو رحمٰن کی طرف مضاف کرنے سے یہ اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سارا نظام ارضی و سماوی
رحمانیت کے تقاضے سے بنا ہے اور اس لیے کہ غرض اس سے یہ رکھی گئی ہے کہ انسان کامل اس سے
مستفید ہو اور اس کے استعمال سے رحمانیت کی منشاء کے موافق منافع و فوائد حاصل کرے اسکا
نظام ایسا بنایا ہے کہ اس سے وہ منافع مترقبہ اور منتظرہ جائز اور مناسب سعی کیساتھ ملسکیں اور
یہ مفید نتیجہ ہرگز حاصل نہ ہوتا اگر یہ نظام علم اور حکمت کے شیرازہ سے منتظم اور مستحکم نہ کیا جاتا۔ اسکی
تائید اس آیت سے ہوتی ہے۔ الرحمٰن علم القرآن۔ ان دونوں میں یکجائی طور پر غور کرنے سے معلوم
ہوتا ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے رحمانیت کے تقاضے سے نظام ارضی اور سماوی کو انسان کے فائدہ
کے لئے بنایا ہے ویسے ہی اسکے منافع و مقاصد کی تکمیل اور نظام ارضی و سماوی کے منافع سے
مستفید ہونے کے لئے اسکی رحمانیت کے تقاضے نے قرآن کریم کو بطور دستور العمل اور رہنما
کتاب کے بنایا ہے اور اس لئے کہ علوم حقہ اور صداقتیں نظام اور ربط کے بغیر پیدا نہیں ہو سکتیں
ان دونوں بزرگ اور محفوظ سلسلوں میں مضبوط نظام رکھا ہے انشاء اللہ ہم آگے چل کر ایک مستقل
مضمون اسپر لکھینگے اور وہاں شیعوں کے اس شبہ کو رد کرینگے۔ کہ قرآن کریم غیر محفوظ اور بے ربط اور
ہر ایک باطل اور حق کا یکساں یار و مددگار ہے) آفاق میں فی الحقیقت ایسا ہی مربوط نظام رکھا ہے چنانچہ
کوئی دانشمند قانون قدرت کے لاانتہا شعبوں سے کسی ایک شعبہ میں خفیف سی بے ترتیبی اور فساد کا قائل نہیں ہوا۔

بنائے جاتے ہیں اور در حقیقت یہ بات بالکل حق اور حقیقت ہے وہ سرزمین جہاں خدا کا کوئی ولی

جب ہم دیکھتے ہیں اور صاف دیکھتے ہیں کہ ہر باطل کے ساتھ ایسے نشان چسپا دیئے گئے ہیں۔ جو اس کے بطلان کو ہر دقیقہ رس آنکھ میں صاف چمکا دیتے ہیں اور حق کی پیشانی میں ایسی چمک رکھی گئی ہے جو ایک مبصر کو ایک نگاہ سے شیدا کر لیتی ہے۔ تو ہمیں خدا تعالیٰ کے اس نظام میں نتیجہ مطلوبہ پر پہنچنے کے لئے غور کرنے میں نہ تو زیادہ دیر لگتی ہے اور نہ زیادہ زحمت اُٹھانی پڑتی ہے۔ ہمیں خدا تعالےٰ کا صاف اور واضح ارادہ اس نظام کے اوراق پر جلی حرفوں سے لکھا ہوا نظر آتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اس نے جس گہری مصلحت کے لئے یہ چاہا ہے کہ حضرت رسول کریم (صلے اللہ علیہ وسلم) کے ظاہری اور جسمانی نشان کو بھی آپ کے روحانی اور حقیقی نشان فرقان حمید کی طرح برقرار رکھے اسی طرح اُس نے ازل سے یہ مقدر کر رکھا تھا کہ آپ کے ظاہر اور باطن کے مؤیدوں اور خادموں (شیخین) کے ظاہری نشانوں کو بھی قائم اور دائم رکھے یہ ایک حق اور حقیقت ہے خدا تعالیٰ کی ہستی اور اسکی صفات اور وجود نبوت اور اسکی صفات اور خود اسلام کی فطرت اسکی تائید میں ہے۔ اسلئے کہ حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ کا حضرت نبی کریم (صلے اللہ علیہ وسلم) کے پہلو میں سونا اگر کسی اور رنگ میں لیں (جیسا کہ شیعہ نے بدقسمتی اور ناعاقبت اندیشی سے اُسے بُرے رنگ میں دکھلایا ہے۔ اور جس کا ہم عنقریب ذکر کریں گے انشاء اللہ تعالےٰ) تو معاً الوہیت کاملہ کی صفت کاملہ اور نبوت تامہ کی صفات تامہ اور اسلام پر خوفناک الزام آتا ہے۔ اور یہ سلسلہ خدا اور نبوت اور اسلام کا ایک قابل مضحکہ اور سکھوں کے نااہل غیر منتظم اور علوم حقہ کے دشمن زمانہ کا ہم رنگ بن جاتا ہے۔

وہ اللہ جس نے قرآن میں دعوےٰ کیا کہ باطل الاہوں سے عزت اور جلال چھین کر اُسے اپنے ہی لئے مخصوص کر لیگا۔ اور آخر اس دعوے کا عملی ثبوت یوں دیا کہ بیت اللہ سے تمام معبودوں کو خارج کر کے عرب کی زمین سے ہمیشہ کے لئے اُنہیں نیست و نابود کر دیا اور وہاں لا الٰہ الا اللہ کا لازوال علم نصب کیا۔ وہ حکیم اللہ جس نے اپنے قول کی ابدی لاج رکھنے کے لئے کہ ہم نے اس ذکر کو اتارا ہے۔ اور ہم ہی اسکے محافظ ہیں گے (اسلئے کہ ذکر رسول کریم اور قرآن کریم دونوں پر اطلاق ہوتا ہے) ایک جہان کی متفق کوششوں اور منفرد حیلوں کا استیصال کر کے حضرت رسول کریم کے آثار کی ایسی محافظت کی کہ اس فعل کی کوئی نظیر کسی مقدس تاریخ میں پائی نہیں گئی۔ وہ قادر غالب علی الامر مدبر بالارادہ ذات پاک جس نے ازل میں ارادہ کر لیا تھا کہ اپنی خدائی اور زندہ دین اور زندہ کلام اور زندہ نشان

اور برگزیدہ سویا ہو وہ رحمت اور برکت کی زمین ہوتی ہے اور روح کے تعلق کیوجہ سے اسجگہ کیساتھ

اور زندہ مکان کی صداقت کے ثبوت کے لئے ایک معنی میں ظاہری طور پر بھی حضرت خاتم النبیین (صلے اللہ علیہ وسلم) کو زندہ رکھیگا - اور زمانہ کے انقلاب کو اس کے نشان پر دستبرد کی کبھی اجازت نہ دیگا - اسنے پسند کرلیا یا وہ روا رکھنے پر مجبور کیا گیا - کہ اسکی الوہیت کاملہ کے منشار اور ارادے کے خلاف اور اسکی قدرت اور غالبیت اور تدبیر اور حکمت پر پانی پھیر کر دو اور وجود رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) کی ابدی زندگی اور ایک نشان اور قابل فخر زندگی میں شریک ہو جائیں ؟ وہ حکیم کتاب اور معجز کتاب جسکی صداقت اور ممتاز کتاب ہونیکی بڑی علامت یہ ہے کہ اس کے مواعید عملی رنگ میں پورے رہے اور پورے رہیں گے اور جسنے اعمال مختلفہ کے جو جو نتائج حقہ بیان فرمائے ویسے ہی ظہور میں آکر اس بات کے گواہ ٹھہر گئے کہ لاریب یہ کتاب حکیم ہے اور اس کا نظام ناقابل تبدیل و تحویل ہے - ایسی جلیل کتاب ایک عظیم الشان وعدہ کرکے کہ مسلمانوں میں سے ایسے لوگ جو ایمان اور اعمال صالحہ کی تین علامت سے ممتاز ہونگے اس زمین میں خلیفے بنائے جائینگے اور ان کے مساعی جمیلہ سے دین کو قوت اور شوکت ہوگی اور تمام خوف امن سے بدل جائینگے - اور اس وعدہ کا ظہور تو بیشک ہو - اور خلافت کا وجود اس کتاب کی پیشگوئی کی ایک جزو کو پورا کرکے دکھا تو دے - مگر درحقیقت ساری پیشگوئی خاک میں ملجائے اور خلافت کا ہونا نہ ہونا برابر ہو اسلئے کہ جس شخص کی خاطر یہ سارے وعدے تھے - اور جسکی خاطر مختوم صحیفہ اترا اور جسکی خاطر آسمان میں ملایکہ کی اور زمین میں آنحضرت اور اہل بیت کی سرگوشیاں اور منصوبے ہوتے رہتے تھے اور جسکی ولایت اور خلافت کی تبلیغ کے لئے آنحضرت کو سخت تاکید اور ساتھ ہی شدید دھمکی تھی کہ آپنے وہ امانت ادا نہ کی - تو کچھ بھی نہ کیا بلکہ غضب الٰہی کا اندیشہ ہے اور جسکی تمہید اور توطیہ کے لئے پیش بندیاں کرتے کرتے آپکی ۲۳ برس کی نبوت کی زندگی صرف ہوئی - غرض جس کی خاطر نبوت بطور پیش خیمہ کے تھی وہ تو حسرت سے مونھ دیکھتا رہجائے اور تین خلافتوں کے زمانہ دراز تک دلی رنج اور قلبی بغض اور جانی عداوت کے پرورش کرتے رہنے کی زحمت اور تقیہ کی جانگزا آفت کی کوفت اور صدمے اٹھاتا رہے - اور غاصبوں یا منافقوں اور اسلام اور بانی اسلام کے جانی دشمنوں کو حکیم کتاب کی وہ موعودہ خلافت ملجائے - حقیقت میں اگر ذری سی غور کرو - تو صاف کھلجائیگا کہ قرآن کی پیشگوئی (نعوذ باللہ) باطل ہوگئی اور ایک عظیم الشان اور مقصود بالذات مقصد کی تکمیل میں خدا تعالےٰ کی حکیم کتاب ذلت کیساتھ فیل ہوگئی !!!

اور پھر وہ رسولکریم (صلے اللہ علیہ وسلم) جس کو وعدہ دیا گیا تھا ثم لا یجاورونک

رحمت الٰہی کا سدا نزول اُس مقام پر ہوتا رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر مرتاض اہل اللہ کے مزارات

فیہا الا قلیلا ملعونین اینما ثقفوا اخذوا وقتلو تقتیلا۔ (کہ منافق مدینہ میں تیرے قرب وجوار میں نہیں رہنے پائینگے۔ لعنت اور ذلت ان کے گلے کا ہار رہیگی۔ جہاں پائے جائیں گے پکڑے جائینگے اور ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے جائینگے) اور اس کا ایفا احسن طرح پر خدا تعالےٰ نے کیا۔ وہ محبوب و معصوم جس کی تبلیغ اور مقصود کی راہ صاف کرنے کے لئے عرب کے بڑے بڑے پہاڑ پاش پاش کر دیئے گئے۔ اور جسکے وہ سب دشمن جو بلا واسطہ اسکے مقابل ہوئے۔ اور جن پر اسکی حجت پوری ہوگئی اور پھر بھی عداوت سے باز نہ آئے ایک ایک کر کے ہلاک اور تباہ ہو گئے۔ اور وہ ایک ہی کامیاب انسان اور کامل مظفر انسان (دنیا کی تاریخ میں) جو اپنے اعدا کی پوری بیخکنی اور دین حق کی کامل شوکت اور اتمام نعمت اور اکمال دین کو دیکھکر خوش خوش اس جہان سے اُٹھا۔ اسکی نسبت روا رکھا گیا ہے کہ اس کے دو ذاتی دشمن اور اسکے داماد اور بیٹی اور دختر زادوں کے دشمن اور اسلام و مسلمانان کے دشمن اس کے پہلو میں سلائے جائیں۔ خدا تعالےٰ کو (نعوذ باللہ) محمد رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) سے کچھ اس طرح کی دشمنی تھی کہ اس وحشت خانہ اور کنج تنہائی میں دو گرگ و پلنگ آپکے انیس و مونس اور غم غلط کرنیوالے بنائے جن کے قرب سے (بقول شیعہ) آپ زندگی بھر متاذی اور متنفر تھے اور خدا تعالےٰ سے چاہتے تھے کہ ایک دم کے لیئے ہی ان سے پیچھا چھوٹے۔ وہ یوم البعث تک آپکے چپٹائے گئے۔ الغرض جب تک خلافت کے اس نظام کو اعتقاداً بھی اسی طرح حق اور حقیقت تسلیم نہ کریں جس طرح خدا کی کلام نے وعدہ کیا اور خدا کے فعل نے اس وعدے کے ایفا کی شہادت دی اور شیخین (رضی اللہ عنہما) کو انبیاء (علیہم الصلوٰۃ) کی طرح حقدار ر استبار نہ مانیں اس وقت تک تو خدا تعالیٰ ہی اعتراض سے بچ سکتا ہے۔ اور نہ قرآن اور حامل قرآن کسی قدر و وقعت کے قابل ٹھہر سکتا ہے۔

میں یہ بات نہایت افسوس سے لکھتا ہوں کہ شیعوں نے خدا تعالیٰ کے اس فعل کی بےعزتی کرنے میں بڑی جرأت اور گستاخی سے کام لیا ہے۔ اور کبھی غور نہیں کی کہ قرآن کریم کو مان کر کس دلیل سے شیخین کی اس یگانہ فضیلت کا استخفاف کیا جا سکتا ہے۔ ان کی اس داستان سے جو عنقریب بیان ہوتی ہے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ آنحضرت (صلے اللہ علیہ وسلم) کے جوار میں مدفون ہونیکی فضیلت اُن کے دلوں میں کھٹکی ہے اور جناب حسنؓ کو دکھایا گیا ہے کہ وہ دلی آرزو اس بات کی رکھتے تھے کہ روضہ مطہرہ کے پاس اُن کی قبر ہو۔ مگر عائشہ صدیقہ کے قاہر ارادے اور متعدد ہاتھ نے

کے پاس عبادتیں اور ریاضتیں کرتے تھے۔ اور خدا کے کلام سے بھی یہ بات مستنبط ہوتی ہے

علوم اولین و آخرین کے جاننے والے اور مطاع جن وانس حسینؑ اور آپ کے بھائی محمد بن حنیفہ اور انکے یاوروں کے حوصلے اور زور پست کر دیئے اور وہ جناب حسنؑ کے جنازے کو بڑی ناکامی اور حسرت سے واپس لائے اور عام گمنام قبرستان میں دفن کر دیا اور پھر جناب حسنؑ کے مونھ سے ایک فضول دھمکی یا گیدڑ بھبکی نکلوائی ہے جسکے الفاظ میں ہماری ہاں کے ہندو لالوں اور کراڑوں سے زیادہ زور اور قوت نہیں اسلیئے کہ اس کا عملی نتیجہ خاک بھی نہ ہوا۔ اس داستان نے بجائے اسکے کہ شیعہ مذہب کی کوئی آسرا اور سہارا پا سکتا۔ مونھ کے بل اوندھا دلدل میں گرا ہی۔ کاش اگر ایکدل بھی ان میں دقیقہ رس ہوتا تو اس داستان کے مقاصد میں غور کرتا کہ وہ کس طرح تشیع کی بیخکنی کرتی اور اپنے موجدوں کو ناعاقبت اندیش احمق ٹھہراتی ہے۔ اولاً اس داستان نے جناب حسنؑ اور دیگر بزرگوں کو اپنی مرادوں اور تمناؤں میں ناکامی سے مرنیوالے اور نامراد رہنے والے ثابت کیا ہی اور بڑی صفائی سے یہ ظاہر کیا ہی کہ وہ بید کی بے ثمر رہاؤں کی طرح انکی دعائیں اور کوششیں بے ثمر اور بے برگ و بے بار تھیں اور یہ بھی واضح کیا ہے کہ ان کی کوئی وجاہت اور وقعت حرمین شریفین میں تھی اور یہ بات پہلی تمہید اور دیباچہ اس بات کا تھی۔ کہ وہ آئندہ بھی اپنی مرادوں اور سازشوں میں جہاں کہیں ہونگے ناکام رہینگے۔ اور اس داستان نے یہ بات بھی روشن کر دی ہے کہ خدا تعالی نے حضرت نبوت مآب (صلے اللہ علیہ وسلم) کے قرب و جوار کا فخر سچے حقداروں کو دیا ہی اور کوئی شخص استحقاق کے سوا اپنی کوشش اور تمنی اور فضول دھمکی سے اس شرف کو حاصل نہیں کر سکتا۔ غرض یہ افسانہ ثابت کرتا ہے کہ جناب امیر کی اولاد کی ناکامی اور پرحسرت زندگیوں کا پہلا دور یہیں سے شروع ہوتا اور یہ ایک تفاول ہے کہ وہ لوگ مدنی عظمت اور شوکت یعنے حکومت اور اقتدار کو کبھی بھی نہ پائینگے اور آخر تک اسی پرحسرت جد و جہد میں اس دار المحن سے گذر جائینگے۔

اس داستان میں ان واقعات عجیبہ کی کارکن جناب صدیقہ کو بتایا ہے اور جناب شیخین رضی کی اس فضیلت کو یوں کمزور کرنیکی کوشش کی ہے کہ گویا عائشہ ہی کے فضل و احسان یا منصوبے سے یہ شرف ان کو ملا ہے۔ افسوس ان لوگوں نے خدا تعالی کی صفات کے ساتھ ایمان اور ایمان بالقرآن کے اعتراف کے ساتھ ایک لحظہ کے لئے بھی غور نہیں کی کہ وہ کر تے کیا ہیں اور کہتے کیا ہیں۔ خدا تعالے کے قاہر ارادے کا عائشہ رض کے ارادے کے مقابل شکست کھا جانا ماننے سے کیا کیا مفاسد لازم آتے ہیں

وہ سرزمین جسپر لواطت اور فسق کے کام ہوئے۔ خدا تعالےٰ نے اُسے لعنت کی سرزمین کہا اور ہمیشہ کیلیے اُسے

افادۃ البصائر (جلد چہارم بحث امامت) کے مصنف نے جناب صدیقہ کی ہجو میں بہت کچھ ہرزہ درائی کی ہے اور کلینی بھی اصول کافی میں ایسی کہانیاں ذکر کرتا ہے جن سے ثابت ہو کہ آنحضرت دل میں عائشہ سے سخت متنفر اور ہراسان رہتے تھے مگر اس کے رعب اور سطوت کے دباؤ کے نیچے ایسے دبے ہوئے تھے کہ زیادہ میلان اسی کی طرف تہا۔ اور زیادہ اُٹھنا بیٹھنا اُسی کے پاس تھا اور اسکی کشش محبت اور جذب عشق کا یہ پایہ تھا۔ کہ اُسی کے سحر و نحر میں جان دی اور بالآخر اُسی کے حجرے میں مدفون ہوئے۔ شیعوں کے مذاق کی بنا پر پہلا پتھر تو یہ پڑا کہ آنجناب نے (نعوذ باللہ من ہذہ العقاید الخبیثۃ المولدۃ لہذہ المفاسد) عایشہ جیسی عورت سے ایسا عشق لگایا کہ بعد ازاں حضرت نے جناب امیر کی ولایت بلافصل کے لیئے بڑے ہی ہاتھ پاؤں مارے اور ہزاروں جتن کئے۔ مگر عایشہ نے سارا تانا بانا اُدھیڑ ڈالا۔ اور خم غدیر کی ساری لفاظیوں اور جراُتوں اور دلیریوں کو خاک میں ملا دیا۔ اور آپ کے ارادے اور تمنائیں اور تبلیغیں اور خدا کے ارادے اور مشیتیں اور جبریل کے بار بار آنے جانے کی کوفت صحیفہ مختومہ کے پہنچانے میں اور خدا اور پیغمبر اور جبرئیل کی کانا پھوسیاں اور عایشہ کو حجرے سے نکال نکال کر جناب امیر سے سرگوشیاں ساری خاک میں مل گئیں۔ کاش آخر زمانہ میں عائشہ کے پنجے سے چھوٹ کر شیر خدا سے آپ التجا کرتے کہ وہ اُنہیں فاطمہ زہرا کے گھر لیجاتے اور وہیں آپکی وفات ہوتی اور وہیں روضہ مطہرہ تیار ہوتا اور عایشہ کو کوئی حق نہ رہتا کہ وہ آنحضرت[1] کے حجرے میں نامحرموں کو داخل کرتی۔ اور یہ دائمی فخر ابوبکر و عمر کی جگہ کسی اور کو ملتا۔ مگر ہوا کیا۔ کہ عائشہ کا حجرہ آپکے روضہ مطہرہ کے لیئے پسند کیا گیا۔ اگر صدیقہ درحقیقت جنت کی حور اور خدا کے ہاتھ سے پاک کی ہوئی نہ تھی۔ اور اس کا مکان واقعی روضہ رضوان نہ تہا۔ تو کیوں اسکی خاک پاک محبوب رب العالمین کی امانت کے سپرد ہونیکی جگہ مقرر ہوئی تم نہیں پڑھتے کہ قہر الٰہی کی سرزمینوں کے پاس سے دوڑ کر نکل جانے کا حکم آپ دیا کرتے تھے اور مسلمانوں کو حضرت لوط کی بستیوں کی زمین سے بھاگ کر گذر جانے کی تاکید فرماتے تھے۔ تو کیا خدا تعالےٰ نے آپ ہی کیلیئے تجویز کیا کہ عایشہ صدیقہ کا

[1] اور وہاں تخلیہ میں جناب علی کے حق میں جو کچھ کہنا جاتا لکھ دیتے کیونکہ عایشہ اور ابوبکر اور عمر کا وار جو چل گیا تو اسی حجرہ میں چلا۔ منہ

ویران اور قابل عبرت نمونہ بنایا اور بیت الحرام کو بکرم اور امن اور راحت کی سرزمین اسلیئے کہا۔ کہ

حجرہ جو شیعوں کے اعتقاد کے موافق قہر اور غضب اور نفاق اور بدترین گناہونکی زمین تھی۔ آپ کی آخری منزل اور یوم بعث تک کا قرار گاہ ہو۔ سارے فتنے شیعوں کے اعتقاد کیموافق اسی کوٹھری میں سے پھوٹے۔ مذہب تسنن اسی کوٹھری سے نمودار ہوا۔ صدیق و فاروق کی تخت نشینی کی بنیاد اسی کوٹھڑی میں پڑی۔ غرض مختصر کرکے یوں کہدو کہ خدا اور نبی اور ولی اور آل کا سارا ساختہ پرداختہ اور بربونکی خفیہ سازشوں اور منصوبونکا شیرازہ اسی کوٹھڑی کی ایک عورت ذات نے اُدھیڑ کر رکھدیا یہ سارے مفاسد ایک کوٹھڑی سے پیدا ہوئے جسے آج روضہ مقدسہ نبویہ اور حرم شریف اور مزار انس وجان اور مہبط انوار رحمان مانا جاتا ہے اور یہ سارے مفاسد اور ان کے نتائج ایک ذری سی تدبیر سے رُک سکتے تھے کہ آنحضرت عایشہ سے عملی نفرت دکھاتے اور بالآخر اُسکے حجرے کو روضہ مقدسہ ہونیکا شرف نہ بخشتے۔ زندگی میں عایشہ کا وہ قرب اور موت کے بعد یہ قرب مسلمان بیچارے کیا کرتے۔ خدا تعالےٰ کے ارادے اور آنحضرت کے عمل کی اتباع میں وہ عایشہ کی اتباع نکرتے تو اور کس کی کرتے۔ کیا انکی کرتے جن کے ہاتھ میں خدا تعالیٰ کی کلام اور کام سے کوئی سلطان اور برہان نہ تھی۔ اب یہ ساری باتیں شیعہ کے حضور میں دست بستہ سفارش کرتی ہیں کہ سبیل النجات پڑھتے ہوئے اور حاضری عباس میں اور دیگر عبادتوں کے متبرک موقعوں اور مقدس اوقات میں سب سے اول تبرا کا ہدف آنحضرت صلعم کو بنائیں کہ وہ عایشہ سے اتنا نہ دبتے تو اتنا مفسدہ برپا نہ ہوتا۔ پھر وہاں سے نمبروار نیچے اُترتے چلے آئیں اور آگے جہانتک چاہیں پہونچیں اور اگر تکلیف نہ ہو۔ تو پہلے خدا کی اور پھر جبریل کی خبر لیں کہ اصل بانی مبانی سارے فسادوں کے وہی ہیں۔

آہ آہ کلیجہ موہنہ کو آجاتا ہے۔ اور جگر پارہ پارہ ہو جاتا ہے۔ جب اس ظلم عظیم کیطرف توجہ کی جاتی ہے جسے شیعوں نے سبیل نجات اور وسیلۂ قرب آلہی تسلیم کیا ہے۔ کاش کوئی بندہ خدا اس مذہب کے اصولوں میں غور کرے اور ان داستانوں اور ناولوں کو پڑھے جو ان کی مقدس کتاب کلینی میں لکھی ہوئی ہیں اور جنہوں نے اسلام جیسے حکیمانہ مذہب اور قرآن حکیم کو بچوں کا کھلونا ثابت کیا ہے۔ اے کاش! کوئی نظر مار کر دیکھے کہ شیعوں کے اصول کے تسلیم کرنے سے کتنے سیاہ دھبے خدا اور رسول اور علی اور حسنین اور انکی اولاد کے پاک دامن پر لگتے ہیں اور اس سلسلے سے کسقدر شاخ در شاخ مفاسد پیدا ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اے خدا تو دلوں میں الہام کر کہ لوگ فراست سے پا جائیں کہ مَیں نے

حق کے لیئے حق کی حمایت کی ہے۔ اور تیرے کلام کو سامنے رکھکر اور یوم الجزا کے ہول سے ڈر کر
قلم اُٹھایا ہے۔ اور میں تیرے ہی مونھ کی قسم کھاکر کہہ سکتا ہوں اور اس قسم میں میرا دل مجھے ملزم
نہیں کرتا کہ مجھے تیرے برگزیدوں سے یکساں محبت ہے اور میں ملعون جانتا ہوں اس شخص کو جسکے دل
کے کسی گوشے میں جناب علی اور جناب فاطمہ اور جناب سبطین (رضوان اللہ علیہم اجمعین) اور جناب
زین العابدین اور ان کے بزرگ فرزندوں کی طرف سے کوئی ذرہ نقار اور بغض کا ہو۔ اور یہ جو کچھ
میں نے لکھا ہے صدق اور صدق کی تائید ہے اگر اس کو تیرے کلام اور تیرے کام سے تائید نہ تھی
تو سب سے پہلا منکر اس سلسلے سے میں ہوتا۔

اب میں وہ داستان نقل کرتا ہوں۔ جس کا وعدہ اوپر کر آیا ہوں۔ عن محمد بن مسلم
قال سمعت ابا جعفر علیہ السّلام یقول لما احتضر الحسن بن علی صلوات اللہ علیہما
قال للحسین علیہ السّلام یا اخی انی اوصیک بوصیۃ فاحفظہا فاذا انا متُّ
فھیئنی ثم وجھنی الی رسول اللہ صلّے اللہ علیہ وسلم لاحدث بہ عھدا ثم
صرفنی الی امی فاطمۃ علیہا السّلام ثم ردّنی فادفنّی بالبقیع واعلم انہ
سیصیبنی من الحمراء ما یعلم النّاس من صنیعہا وعداوتہا اللہ ولرسولہ صلے
اللہ علیہ وسلم وعداوتہا لنا اھل البیت فلما قبض الحسن علیہ السّلام وضع
علے سریرہ وانطلقوا بہ الی مصلی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الذی
کان یصلّی فیہ علے الجنائز فصلی علیہ الحسین علیہ السّلام فلما ان صلی علیہ
حمل فادخل المسجد فلما اوقف علے قبر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بلغ عائشۃ
الخبر وقیل لھا انھم قد اقبلوا بالحسن بن علی علیہما السّلام لیدفن مع رسول
اللہ صلّے اللہ علیہ وسلم فخرجت مبادرۃ علے بغل بسرج فکانت اول امرءۃ
رکبت فی الاسلام سرجا فوقفت وقالت نحّوا ابنکم عن بیتی فانہ لا یدفن
فیہ شی ولا یھتک علے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حجابہ فقال لما الحسین
بن علی علیہ السّلام قدیما ھتکت انتِ وابوکِ حجاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم وادخلت بیتہ من لا یحب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قربہ وان اللہ

موجب یقین کرتے ہیں اور اطراف عالم سے مومنوں کی لاشیں اسی مٹی میں مل جانے کو بھیجدیتے ہیں

سالتک عن ذالک یا عائشة انّ اخی احرٰی ان اقربه من ابیه رسول الله صلے الله علیه وسلم لیحدث به عہدا او اعلمی ان اخی اعلم النّاس بالله ورسوله واعلم بتاویل کتابه من ان یہتک علٰی رسول الله صلے الله علیه وسلم ستره لان الله تبارک وتعالٰی یقول یا ایھا الّذین اٰمنوا لا تدخلوا بیوت النّبیّ الّا ان یؤذن لکم وقد ادخلت انت بیت رسول الله صلے الله علیه وسلم الرجال بغیر اذنه وقد قال الله عزوجل یا ایھا الذین اٰمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولعمری لقد ضربت انت لابیک وفاروقه عند اُذن رسول الله صلے الله علیه وسلم المعاول وقد قال الله عزوجل ان الّذین یغضون اصواتهم عند رسول الله اولٰئک الّذین امتحن الله قلوبهم للتقوی ولعمری لقد ادخل ابوک وفاروقه علٰی رسول الله بقربهما منه الاذی وما رعیا من حقه ما امرهما الله به علٰی لسان رسول الله ان الله حرم من المومنین امواتًا ما حرم منهم احیاء وتالله یا عائشة لو کان هذا الذی کرهتیه من دفن الحسن عند ابیه جائزا فیما بیننا وبین الله لعلمت انه سیدفن وان رغم معطسک (اصول کافی - کتاب الحجه صفحہ ١٨٧ مطبع نولکشور)

ترجمہ - جب حسنؓ بن علیؓ فوت ہونے لگے۔ حسینؓ سے فرمایا۔ میری ایک وصیت کو یاد رکھنا جب مَیں مرجاؤں میری تجہیز وتکفین اچھی طرح کرنا۔ پھر مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیطرف لیجانا تو کہ اُن کے قرب کا شرف مجھے حاصل ہو جائے پھر مجھے میری ماں فاطمہ کیطرف لیجانا پھر لیجا کر بقیع میں دفن کردینا اور جان لے کہ مجھے حمیرا کی طرف سے وہ پہنچے گا جسے لوگ جانتے ہیں اسکے کام اور عداوت کو اللہ اور رسول اور اسکی آل کی نسبت اور اسکی عداوت ہم اہل بیت کی نسبت - اور جب حسنؓ فوت ہوگئے انہیں سریر پر رکھکر مصلے کیطرف لیگئے جہاں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جنازوں پر نماز پڑھا کرتے تھے۔ حسینؓ نے اُن کا جنازہ پڑھا۔ بعد اسکے آپکو اُٹھا کر مسجد میں لائے اور جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس ٹھہرایا تب عائشہ کو خبر لگی اور کسی نے کہا کہ وہ حسنؓ بن علیؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دفن کرنیکو لائے ہیں یہ سنکر عائشہؓ خچر پر زین کسواکر اور سوار ہو کر وہاں آئیں۔ اور مسلمانوں میں یہ پہلی عورت ہے؛ جو زین پر سوار ہوئی غرض وہ

اورخاکِ کربلا کو خاکِ شفا کہتے اور کیا کیا اعتقاد رکھتے ہیں۔ حالانکہ وہ کرب وبلا کی زمین ہے۔

آئیں اور کہا اپنے بیٹے کو میرے گھر سے الگ کرو وہ اس میں دفن نہیں کیا جائیگا اور نہ رسول اللہ کی پردہ دری کی جائیگی۔ اسپر حسینؓ نے کہا۔ پہلے تو تُونے اور تیرے باپنے رسول اللہ کی پردہ دری کی اور تونے آپ کے گھر میں ایسے شخص کو داخل کیا۔ جس کے قرب کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پسند نہیں کرتے تھے اور خدا تجھ سے اسکی نسبت پوچھیگا۔ میرے بھائی نے مجھے فرمایا تھا کہ میں انہیں انکے باپ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نزدیک کر دوں تو کہ آپ سے حدیث العہد ہو جائیں اور میرا بھائی قرآن کو اور اللہ رسول کو خوب جانتا تھا۔ اور وہ آنحضرت کی پردہ دری کو خوب سمجھتا تھا۔ خدا تعالیٰ کہتا ہے اے مومنو نبی کے گھروں میں بے اذن مت آؤ اور تونے رسول اللہ کے گھر میں آپ کے اذن کے بغیر مردوں کو داخل کیا۔ اور خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ مومنو اپنی آوازیں نبی کی آواز پر اونچی مت کرو۔ اور مجھے اپنی جان کی قسم تونے اپنے باپ اور اُس کے فاروق کے لیئے آپکے کان کے پاس ہتھوڑے چلائے اور خدا فرماتا ہے جو لوگ پست کرتے ہیں اپنی آوازیں پاس رسول اللہ کے ان کے دلوں کا اللہ نے امتحان کر لیا۔ واسطے تقوےٰ کے اور مجھے اپنی جان کی قسم تیرے باپ اور اُسکے فاروق نے آپکے قرب میں ہو کر آپ کو سخت ایذا دی ہے اور نہیں رعایت کی اُنہوں نے آپکے حق کی جو خدا نے اپنے رسول کی زبانی الخیں امر کیا تھا خدا کے نزدیک مومنوں کی حرمت موت اور زندگی دونوں حالتوں میں برابر ہے اے عائشہ اگر یہ جو تونے ناپسند کیا ہے۔ دفن حسنؓ کا اُنکے باپ کے پاس جائز ہوتا اس معاملہ میں جو ہم میں اور خدا میں ہے۔ تو تو جان لیتی کہ وہ ضرور دفن کیا جاتا۔ خواہ تو اسکے خلاف ہزار زور لگاتی۔

مَیں سمجھتا ہوں اس زمانے میں کہ مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ السلام کے وجود پاک اور انفاس طیبہ کی برکت سے عقلیں منجھ رہی ہیں اور ذہن روشن ہو رہے ہیں کچھ ضرور نہیں کہ اس داستان کی سخافت اور سفاہت اور کمینہ خیالات پر مفصل جرح کروں۔ اس کا پڑھنا ہی اس سے کراہت کرنیکے لیئے کافی ہو اور ان خدا کے برگزیدوں کی عزت و وجاہت اس سے بالاتر اور پاک تر ہے کہ ایسے سفلہ پن اور طیش اور سبکسری اور بھنگیوں کی سی جنگ کے الفاظ اور خیالات کو انکی طرف منسوب کیا جائے اور انہیں ایسے بے شرم بے ادب اور گستاخ جھگڑو اور بے پاک پھبتی باز اور ناعاقبت اندیشی کی حرکات کرنیوالے مانا جائے کہ انہوں نے جناب صدیقہ ام المومنین کی ایسی بے ادبی کی اور خدا تعالیٰ کے کلام اور خدا تعالیٰ کے کام کے منشا و مقصد کو نہ سمجھکر ایک ایسی فضول درخواست کی جسکا کوئی حق نہ تھا

جس کی مٹی میں خدا کے برگزیدوں کے خون ناحق جذب ہوئے۔ اور نجف کو اشرف کہتے ہیں حالانکہ

اور پھر رد ہونے پر ایسی بیہودہ دھمکی دی جسکے مفہوم کے پورا کرنیکی قدرت درحقیقت اُن میں نہ تھی اور نہ آخری زمانوں تک اُن کی نسل میں سے کوئی اُسے جاری کر سکا۔ ایک مومن کا دل لرزجاتا ہے کہ جناب حسینؓ کی نسبت یہ تصور کرے کہ وہ خداتعالیٰ کی کلام اور کام کے اشارات کو نہیں سمجھتے تھے اور وہ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کے وہاں مدفون ہونیکو خداتعالیٰ کی صفات و اسماء کے مقتضیات سے ناواقف اور جاہل کیطرح ایک ضعیف عورت کی کارستانی اور بمہ قدرتی کا کرشمہ یقین کرتے تھے اور ان کا دل گردہ بھی شیعوں کے داستان تراش اور بیداگر مفتریوں کی مانند ناعاقبت اندیش اور پست فطرت اور نفسانی آرزوؤں پر لڑنے جھگڑنے والا تھا۔ اور کلیجہ منہ کو آجاتا ہے۔ ایسی بے ادبی کے خیال سے کہ انہیں قرآن کریم سے ایسے بے معنی اور لغو استدلال کرنیوالے کہا جائے جیسے محب حسینؓ شیعوں نے اس افسانے میں دکھانا چاہا ہے۔ ایک نادان سے نادان بھی گوارا نہیں کرتا کہ قرآن کریم کی ان دو آیتوں کی وہ تفسیر اس کے نام سے شایع کیجائے۔ جو مومنوں نے جناب حسینؓ کیطرف منسوب کی ہے۔ خدا کے تین برگزیدے خداتعالیٰ کے اذن اور ارادے اور مشیت سے خداتعالیٰ کے وعدوں کے موافق اور خداتعالیٰ کی کلام اور کام کو پورا کرنے کیلئے معیت کی ایک چادر اوڑھکر خواب ناز میں سوتے ہیں جس طرح وہ زندگی میں ایک ہی سلک میں منسلک تھے اور اس امر کی طرف خداتعالیٰ کا کلام اور کام پہلے ہی اشارہ کر چکا تھا جبکہ خدائے حکیم نے پسند کیا۔ کہ اس فتنہ سے امن کی غار (ثور) میں آنحضرت (صلے اللہ علیہ وسلم) کیساتھ ابوبکر صدیقؓ ہوں۔ یہ ایک صاف تمہید تھی کہ اس دائمی آرام کی غار یعنے قبر میں بھی یہ دونوں اکٹھے ہونگے اور اس وقت آپکا جناب صدیق سے مخاطب ہوکر اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فرمانا بڑا پُر حکمت اور پیشگوئی سے بھرا ہوا کلام تھا۔ جس کا صاف مقصد یہ تھا کہ یہ ساتھ اللہ کا جوڑا ہوا ساتھ ہے جو کبھی ٹوٹے گا نہیں اور چونکہ جناب فاروقؓ ابوبکرؓ کا حقیقی ظل اور ابوبکرؓ کے عقد ہمت کے تربیت کردہ اور جناب رسول کریم اور جناب صدیق کے مقاصد کی تکمیل کرنیوالے تھے۔ اسلئے حکمت الٰہیہ نے چاہا کہ وہ بھی ان کے پاس سو کر خداتعالیٰ کے علم اور قدرت کے یکساں نشان ٹھہر جائیں۔

اللہ اللہ کس قدر حمق اور جہل ہے کہ یہ خیال کیا جائے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے گھر میں آپکے اذن کے بغیر لوگ داخل کیے گئے اور آپکے کان کے پاس ہنسوے چلائے گئے اور ان قبروں کے کھودنے اور اُن کو وہاں دفن کرنے سے آپکو ایذا دیگئی۔ یہ ساری بے وقوفیاں خدا کی صفات اور

کوئی قطعی اور یقینی حجت ان کے ہاتھ میں نہیں کہ اس زمین کو اس برگزیدہ ولی اللہ (رضی اللہ عنہ وارضاہ) کے

افعال کی حکومت ناواقفیت سے پیدا ہوئیں اور اُن دُشنام اسلام کے سینوں میں پیدا ہوئیں ۔ جو مکی اور مدنی شریف نسلوں کے فرزند نہ تھے ۔ مصر ۔ کوفہ اور دیگر بلاد کے شریر فتنہ انگیز اور مختلف اغراض اور ہوا کی بنا پر اسلام کے نہائی دشمن اور اسلئے اسلام کے سچے ہوا خواہوں (ابوبکر و عمر رضہ) کے دشمن تھے اِن بدنہاد شریروں نے اپنی خباثتیں اور سیاہ فطرتوں کی کجیاں اور بے ربط باتیں خدا تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں علی اور آپ کی اولاد کے وجود میں ظاہر کیں اور انکے موہنوں سے نکلوائیں اور چونکہ باطل پر تھے اور بطلان کی حمایت کا ذمہ اُٹھایا تھا لہذا کہانیوں کے تراشنے میں غلطیاں اور ٹھوکریں کھائیں اگرچہ اُنہوں نے ایک خطرناک بدی ان افسانوں سے دنیا میں پھیلائی کہ مسلمانوں کی اخلاقی طاقتوں کے بگاڑنے اور مجمع قوت کی تفریق کے لیئے برا سبق پیش کیا ۔ مگر اس بات کے تصور سے کہ ٹھوکروں کا آنا تو ضروری ہے اور وہ باطل کے حامی بجز بے سرو پا افسانوں اور نہایت خلاف عقل و فطرت داستانوں اور ہنسانیوالی باتوں کے حق کے رد و دفع میں اور کچھ یادگار نہیں چھوڑ گئے خوشی بھی از بس ہوتی ہے اور دل اس خیال سے مطمئن اور برقرار ہو جاتا ہے کہ شیعوں کی حدیثوں اور تفسیروں یعنی ناولوں اور افسانوں کا ایک دفعہ پڑھنا ہی اُن کے رد اور اُن سے بیزاری کیلیئے کافی ہے ۔ بہر حال اس میں شک نہیں کہ شیخین رض کے انکار و عداوت سے فتنہ سخت برپا ہوا ہے اور شیعہ ان خدا کے ولیوں کے بغض کے سبب سے بے شمار صداقتوں اور حکمتوں کا خون کرنے پر مجبور ہوئے ہیں ۔ اسی عداوت سے وہ اسطرف کھینچے گئے ہیں کہ نصاریٰ کی طرح بدا اور عدل اور عصمت کے مسایل ایجاد کریں ۔ ان پاکوں سے بغض کی نحوست و شامت کیوجہ سے اہنیں ضرورت پڑی ہے کہ قرآن جیسی حکیم اور محفوظ کتاب کو غیر محفوظ اور عثمانی منصوبہ کے دست مال ہونیکا داغ لگائیں اور اسی دشمنی نے انہیں یہ جرأت بخشی ہے کہ نصاریٰ کی طرح خدا تعالیٰ کے ایک لاکھ سے زیادہ برگزیدوں کو کوسا کریں ۔ مگر خدا تعالیٰ کے ہاتھ اور ایک ہی کاری وار کے مقابل (کہ عزت پانیوالے پا گئے اور رسول کے قرب وجوار میں سونے والے وہاں سو گئے اور وہاں سے دھکے کھانے والے ہمیشہ کے لیئے نکالے گئے ۔ اب یہ نظام قیامت تک بدل نہیں سکتا) ان کی داستانیں عبث اور انکی لعنتیں ہرزہ درائی اور انکی مثالب تراشیاں ژاژ خائی ہیں ۔

حضرت مولوی نور الدین صاحب جو ایک عرصہ تک مدینہ طیبہ میں رہے ہیں فرماتے ہیں ۔ کہ

جسمِ اطہر کو اپنے اندر لینے کا شرف حاصل ہوا۔ کیا خاتم النبیین رحمۃ للعالمین سرورِ عالم و عالمیان حبیب ربِ انس و جان (علیہ صلوات اللہ الرحمان) کے روضہ مطہرہ کے شرف و منزلت کو کوئی جگہ پہنچ سکتی ہے؟ کیا دنیا کے کل مسلمانوں نے تسلیم نہیں کیا۔ جو آنجناب رسالت مآب (صلے اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا۔ کہ میرے بیت اور ممبر کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے؟ اللہ اللہ! وُہ سرزمین کیا ہی رحمتِ الٰہی کی سرزمین ہے جہاں پر رحمۃ للعالمین سوتے ہیں! وہ کیا ہی مبارک جگہ ہے جہاں دُنیا بھر کے درود و صلوات پہونچانے کو ملایکہ سمٰوات کے نزول کا تار بندھا رہتا ہے! کس قدر خوش قسمتی ابوبکرؓ و عمرؓ کی ہے کہ ایسے پاک اور مبارک روضہ میں آپکو جگہ ملی ہے اور کیا وجہ ہے۔ کہ اُنکی عزت و شرف کے ثبوت کے لیئے یہی کافی و افی دلیل نہ ہو۔ غضب کی بات ہے۔ کہ شیعہ اُنکی زمینوں میں مدفون ہوکر مستوجب رحمتِ الٰہی بن جائیں۔ جو حقیقتہً کوئی بھی ثبوت کمالات کا اپنے اندر اور اپنے ساتھ نہیں رکھتیں مگر رسولخدا رحمۃ للعالمین (صلے اللہ علیہ وسلم) کے پہلو بہ پہلو مدفون ابوبکرؓ و عمرؓ اس شرف کے مستحق نہ ٹھہریں۔ حقیقت میں کیسی مشکل بات ہے کہ ایک ہی جگہ گویا ایک ہی قبر میں تین مردانِ خدا سوتے ہیں۔ اور رحمتِ الٰہی کی اس مقام پر جھڑی لگی رہتی ہے۔ اور یہ بارش کبھی ایک لحظہ کے لیئے بھی تھمنے میں نہیں آتی۔ شیعوں کے اعتقاد کے موافق ہر آن میں ان میں اور رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) میں تفریق کرنی پڑتی ہوگی۔ اور وہ قبر مبارک ایک ہی وقت میں جنت اور دوزخ بھی ہوگی۔ اے لوگو! سوچو۔ اُس خدا کے لیئے غور کرو جسکے حضور میں حاضر ہونا ہے اور جہاں اپنی بنائی ہوئی باتیں سب دہری کی دہری رہ جائینگی۔ ایک دانا انسان کا فعل بڑی بڑی حکمتیں اپنے اندر رکھتا ہے۔ یہ تو خدائے حکیم کا فعل ہے اسی استخفاف کی نگاہ سے دیکھنا کیا نتیجہ دکھا رہا ہے۔ اور دیگا۔ خدا تعالےٰ نے قرآن کریم میں ایک عظیم الشان وعدہ کیا کہ وہ ان امتحانوں اور ابتلاؤں کے بعد جو اسوقت مسلمانوں پر نازل ہو رہی ہیں انکو جو ایمان اور اعمال صالحہ میں پکے ہونگے ان ہی زیر دار رساں زمینوں پر خلیفے بنائے گا۔ اس وعدہ کا ایفا عملی طور پر یوں ہوا۔ کہ اس خدا کی مسند پر۔ الحق کی مسند پر

حاشیہ: "بہت دفعہ شیعوں نے اُن سوراخوں میں جو شیخین (رضی اللہ عنہما وارضاہما) کے مقدس روضوں پر دلالت کرتی ہیں تازہ انسانی پاخانہ بھر دیا ہے اور حکومت کیطرف سے عند التحقیق سنگین سزائیں پائیں ہیں۔" سبحان اللہ یہ ضد اور عداوت۔ مگر احمق سوچتے نہیں۔ کہ اس سے عملی طور پر اُن مرفوعوں کی شان کو کسر کیا لگی؟ وقد فعل ما قدر وکان وعد اللہ مفعولا۔ منہ +

خلیفۃ اللہ کی مسند پر۔ خاتم النبیین کی خلافت پر ابو بکرؓ و عمرؓ سب سے اول بیٹھے۔ پھر خلافت کے جو نشان
کتاب اللہ میں مقرر ہوئے تھے۔ دین کا قوت و شوکت پانا۔ خوف کا امن سے بدل جانا۔ یہ سب کچھ
بالکمل وجوہ ان سے ظہور میں آیا۔ پھر ایک ہی ذاتی نشان اور بڑا بھاری نشان جو کتاب اللہ نے سچے
جانشینوں کی شناخت کا رکھا تھا۔ یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا۔ وہ پوری طرح اور صاف صاف
انکے اعمال اور نتائج اعمال میں پایا گیا۔ پھر آخر کار اس لیئے کہ اُنکے حق میں دورِ قیامت تک ایک عظیم
الشان مشہود اور حسی گواہی ہو۔ اور بجائے نظریات کے ان کا محبوب و مقبول الٰہی ہونا بدیہی ٹھہر جائے۔
حضور سرورِ عالم (صلے اللہ علیہ وسلم) کے پہلو میں اُن کو جگہ دی۔ پھر وہ اس مکانی شرکت اور حقوق
قرب و جوار کے سبب سے رات دن اُن انوار و برکات سے کافی حصہ لے
رہے ہیں جو آنحضرت (صلے اللہ علیہ وسلم) پر نازل ہو رہے ہیں ان سب

> خدا کے ارادے کے سوا کون اتنے
> فضایل اپنے اندر جمع کر سکتا ہے

باتوں کو یکجائی نظر سے دیکھو اور غور کر و کیا کسی انسان کی قدرت ہے۔ کہ اپنے زور و قوت سے اس قدر
فضایل اپنے اندر جمع کرلے اور کیا اتنی فضیلتیں محض اتفاقی اور ناگہانی باتیں ہیں کیا خدا تعالےٰ
کے قاہر اور قادر ارادے کے بغیر یہ سب کچھ آپ سے آپ اور زور و جھگڑے سے ہو گیا۔ اور یہ کیا غضب
آگیا۔ اور کیا اندھیر پڑ گیا۔ کہ وہ لوگ جنکے لیئے آپ لڑتے مرتے اور چھاتیاں پیٹ رہے ہیں وہ ایسے
پیچھے رہ گئے۔ کہ ان صفات فاضلہ میں سے ایک صفت بھی اُن میں متحقق نہ ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کے لیئے
سوچو۔ اور موت کو نصب العین رکھکر سوچو۔ اور جواب دہی کے لیئے عرش عظیم کے سامنے کھڑا ہونے
کے ہول کو دل میں لاکر سوچو کہ یہ بلا کیا پڑ گئی۔ خدا تعالےٰ کو عرش سے دھکا دیکر کوئی اور خدا ابو بکرؓ و
عمرؓ کا طرفدار اور بجاطرفدار خدا اُس کرسی پر ڈٹ کر بیٹھ گیا تھا۔ کہ سچے حقدار۔ وصی۔ اور ولی۔ شیرِ خدا
مشکل کشا۔ خیبر شکن۔ آدم کی توبہ منظور کرانیوالے۔ نوح کی کشتی کو طوفان سے بچانیوالے۔ ابراہیمؑ
کو آگ سے چھڑانے والے۔ اور معراج میں آسمانوں پر رسول سے بھی آگے بڑھ جانیوالے۔ اور چودہ
طبق کو ایک انگلی پر اُٹھانیوالے علی کہاں سے کہاں پھینکے گئے۔ یک نشد دو شد بلکہ سہ شد حق تو یہ
تھا کہ اگر شیخین (نعوذ باللہ نعوذ باللہ) غضب سے خود بخود تھمبیٹھ گئے تھے۔ اور حقیقۃً ان میں صفات خلافت
نہ تھیں۔ تو نالائق نکمے بادشاہوں کی طرح نالایق ثابت ہو جاتے۔ سارا تانا بانا ٹوٹ جاتا۔ دیارِ عرب
کو انکے ہاتھ سے مغصوب حق واپس لینے کی ضرورت پڑتی اور ان حامیانِ اسلام کے سرداران نالایق
غاصبوں کے مقابل جناب علی مرتضےٰ ہوتے۔ پھر وہ رد ہو جاتے۔ راندے جاتے۔ خدا اور ملایکہ
اور مومنین اور ہم تم سب کے سب یکساں اُنہیں برے سمجھتے۔ اور آج دنیا میں ایک متنفس بھی انکا

طرفدار نہ ہوتا۔ مگر یہ صفات اور خوبیاں ان میں کیونکر جمع ہوگئیں۔ اور خدا تعالےٰ کے مقرر کیے ہوئے سارے نشان اُنپر کیوں اور کیونکر صادق آگئے۔ اور باب العلم اور ولی اور وصی اور سچے حقدار کو کیا ہوگیا کہ نہ وہ اور نہ انکے بیٹے نہ پوتے نہ پڑپوتے نہ اور کوئی ان نشانوں کے مصداق ہوئے۔ اور بقول شیعوں کے آخری لایق فرزند صاحب ان تلخیوں اور ناکامیوں اور زہر آشامیوں سے چھوٹنے کے لیئے غایب ہوگئے۔ یا خودکشی کر گئے۔ ان فی ذالک لاٰیۃ لمن خاف عذاب الاٰخرۃ ذالک یوم مجموع لہ النّاس وذٰلک یوم مشھود۔ اتقوا اللّٰہ فان اللّٰہ مع الّذین اتقوا والّذین یخافون مقامہ۔

غرض ان الّذی فرض علیک القراٰن الاٰیۃ۔ بڑی عظیم الشان پیشگوئی ہے جسکی تائید میں فرقان مجید میں بہت سے مؤیدات اور اشارات پائے جاتے ہیں اور اسلام کی ساری آیندہ کی شوکت اور زندگی فتح مکہ پر موقوف تھی۔ مکیوں کا ہمیشہ سے پختہ یقین تھا کہ غاصب اور مبطل مکہ پر قابض نہیں ہوسکتا۔ اور یہ اعتقاد ان میں متوارث چلا آتا تھا۔ اگرچہ اُنکے اعمال کیسے ہی بگڑ گئے تھے۔ اور بہت سے مختلف مشرب اُن کے عقاید میں داخل ہوگئے تھے۔ مگر کعبہ کی عظمت یکساں سب کے دلوں میں تھی۔ اور بلا کسی قسم کے تردد کے خدا تعالےٰ کا باہیبت مکان اُسے مانتے تھے۔ اس اعتقاد کی بناء پر بہت سی قومیں جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور کفار مکہ کے معاملات میں شامل نہ ہوئیں انہیں کامل یقین اور انتظار تھا کہ آخر کار حق پر وہی ہوگا۔ جو مکہ پر مسلط ہوجائے گا۔ اور اُنہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حقیت کا مدار کامل فتح مکہ کو ہی ٹھہرا رکھا تھا۔ چنانچہ فتح مکہ کے بعد اطراف عرب سے وفد پر وفد آنے شروع ہوئے۔ اور خدا کا کلام سچا ہوا جو مدتوں اس سے قبل کہا گیا تہا۔ ورایت النّاس یدخلون فی دین اللّٰہ افواجا۔ اور جناب رسولکریم (صلے اللہ علیہ وسلم) نے اس بات کیطرف اشارہ کرنے کے لیئے کہ فتح مکہ کی پیشگوئیاں پہلے سے ہوچکی تھیں۔ اور خدا تعالےٰ کے فضل واحسان کے یاد کرنے اور یاد دلانے کے لیئے بیت اللہ کے آستانہ پر کہڑے ہوکر پڑھا۔ قل جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔ وما یبدئ الباطل وما یعید۔ اس آیت کا مطلب یہ ہے۔ کہ الباطل کی حیات وبقا اسی وقت تک تھی۔ جب تک مکہ فتح نہ ہوا تھا۔ اب باطل کی نہ تو جڑ لگیگی اور نہ اسے پہلی سی قوت وشوکت ہوگی اور اس پُررعب آیت کو پڑھتے ہوئے آپ اُن تصویروں کی طرف اشارہ کرتے تھے جو مختلف مشرب کے لوگوں نے بیت اللہ میں اپنے اپنے معتقدات کی بنا رکھی تھیں جن میں ایک

فتح مکہ کو آپ کی حقیت کا معیار ٹھہرایا گیا تھا

حضرت مسیح اور انکی والدہ مریم کی مورت بھی تھی۔ در حقیقت ان باطل کی تصویروں کا مکہ سے نکالا جانا انکی بڑی بدقسمتی تھی۔ اور اس بات کا نشان تھا۔ کہ اب سے یہ باطل کی مورتیں خدا کی نصرت اور تائیدات سے ہمیشہ کے لیئے محروم ہوگئیں اور الحق کے مقابل حجت و برہان یا سیف و سنان میں انہیں کبھی جیت اور غلبہ نہ ہوگا۔ اس میں شک نہیں کہ قرآن کریم نے تمام مذاہب باطلہ خصوصاً ظلم عظیم عیسویت کی مٹی پلید کر دی ہے۔ اور اسکے ایسے مفاسد اور خبث بیان کیئے ہیں۔ کہ ہر ایک تیز شامہ والے کو اس جیفہ سے دور ہی سے بدبو آجاتی ہے۔ قرآن کریم کے اس حربہ کو نصاریٰ نے بھی خوب محسوس کیا ہی چنانچہ ایک نصرانی آہ مار کر کہتا ہے کہ " اگر قرآن کریم دنیا میں نہ آتا تو مذہب عیسوی سارے جہان میں پھیل جاتا"۔ اور پھر جب بیداد گر مکیوں نے جو اپنے اعمال و افعال کے نتائج حقہ سے واقف تھے آپ سے رحم کی استدعا کی آپ نے فرمایا کہ آج میں بھی تم سے وہی بات کہتا ہوں۔ جو میرے بھائی یوسف نے کہی تھی۔ لا تثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم وھو ارحم الراحمین۔ اس میں آنجناب نے صاف اشارہ کر دیا کہ سورہ یوسف ساری کی ساری در حقیقت آپ کی لائف ہے اور ظاہر ہے کہ کسقدر عرصہ پہلے فتح مکہ سے یہ سورت نازل ہو چکی تھی۔ غرض فتح مکہ ہی اسلام کی عظیم الشان عمارت کا بنیادی پتھر تھی اور بدر جسے الفرقان کہا گیا تھا۔ اسی فتح کا مقدمہ اور ارہاص تھا۔ اسلیئے کہ خدا تعالے نے اس جنگ میں قیدار کی شوکت توڑ دی اور وہ بڑے بڑے جبال (ابو جہل و امثالہ) جو اسلام کی ترقی یعنی فتح مکہ کی راہ میں روک تھے پاش پاش کر دیئے گئے۔ اور اسلام جو ابتدا میں ناتوان ہلال کی شکل تھا۔ بدر کے کے بعد بدر کامل کی صورت میں چمکا۔

جب اس بات کو خوب ذہن نشین کر لیا جائے۔ کہ فتح مکہ کسقدر عظیم الشان امر تھا اور ازلاً خدا تعالیٰ کے علم میں اسکی اہمیت مقدر تھی اور رسول کریم (صلے اللہ علیہ وسلم) کی کسقدر تمنا اسپر قبضہ کرنے کے متعلق تھی اسکے ساتھ بڑی صفائی سے اس جماعت کی قدر و قیمت سمجھ میں آسکتی ہے جن کی تعداد کثیر اور جمعیت و شوکت نے اس میدان کو لیا اور اس نظارہ کو شوکت اور رونق دی۔ اگرچہ حقیقت میں تمام قدر و منزلت کا مرجع شمشیر زن ہوتا ہے۔ مگر شمشیر کو ناچیز یا کالعدم جاننا خدا تعالے کے سلسلہ اسباب و مواد کو حقیر جاننا ہے۔ اسی سر کے اظہار کے لیئے کتاب اللہ میں آیا ہے وللہ العزۃ ولرسولہ وللمومنین ولکن المنافقین لا یعلمون۔ یہ بات کسقدر واضح ہے کہ در حقیقت یگانہ استحقاق عزت کا خدا کے لیئے ہے اور وہ قادر ہے کہ اپنی قاہر قدرت سے بلا شرکت غیرے اس استحقاق کو اپنے لیئے مخصوص کرے مگر اس نے ایسا ہی چاہا ہے کہ سلسلہ اسباب کے سائنس کی عزت قائم کرے

اور یوں لاتعداد شئون و مظاہر اور غیر مترقب مجالی میں اپنا جلوہ اور صورت دکھلائے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اور صحابہ کو جو اس کی عظمت و جلال کے اعلاء کے اسباب و مواد ہیں اپنی عزت میں شامل کیا اور اپنی عزت و عظمت کے مسند پر انہیں جگہ دی۔ درحقیقت یہ بڑی لطیف بات ہی اور اسکے سمجھنے سے خداتعالےٰ کے بہت سے عجائب کاموں کے سمجھنے کی کلید ہاتھ میں آتی ہے۔

فتح مکہ کے دن جو اسلام کی ولادت اور معًا پر قوت جوانی کا دن تھا دسہزار صحابہ کیساتھ حضرت خلیفۃ اللہ آدم صلی اللہ محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ مثیل موسیٰ بشارت عیسےٰ (علےٰ نبینا و علیہم السلام) مکہ میں داخل ہوئے یہ دسہزار کا عدد اسوقت خدا کے علم اور قدرت کا ظہور اور خداتعالےٰ کے قدیمی وعدوں

توریت کی عظیم الشان پیشگوئی صحابہ کے وجود میں پوری ہوئی

کے پورا ہونیکا نشان تھا۔ چنانچہ توریت کی کتاب استثنا باب ۳۳ درس ۳ میں لکھا ہے۔ "خداوند سیناسے آیا اور شعیر سے ان پر طلوع ہوا۔ اور فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دسہزار قدوسیوںکے ساتھ آیا۔ اور اسکے دائیں ہاتھ ایک آتشی شریعت ان کے لیے تھی"۔ اسی کے موافق وہ حدیث ہے۔ جو حضرت امام بخاری (رضی اللہ عنہ) نے غزوہ فتح کی نسبت نقل فرمائی ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ عن ابن عباسؓ ان النبیؐ صلے اللہ علیہ وسلم خرج فی رمضان من المدینۃ ومعہ عشرۃ الاف وذلک علے رأس ثمان سنین ونصف من مقدمہ المدینۃ فسار ہو ومن معہ من المسلمین الی مکۃ الخ یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ماہ رمضان میں مدینے سے نکلے اور آپکے ساتھ دسہزار آدمی تھے اور یہ واقعہ ہجرت کے ساڑھے آٹھ سال بعد واقع ہوا کہ آپ اور آپ کی معیت میں مسلمین مدینہ سے مکہ کو روانہ ہوئے۔

توریت کی پیشگوئی اور بخاری کی حدیث کو پڑھکر جس سے اس پیشگوئی کی تصدیق ہوتی ہے خداتعالےٰ کی ہستی اور اسکی ازلی صفات علم و قدرت پر نئے سرے قوی اور لذیذ ایمان پیدا ہوتا ہے۔ یہ خداتعالےٰ کا فضل ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دسہزار صحابی ہوئے۔ تو کہ ایک عظیم الشان پیشگوئی پوری ہو۔ جو جناب موسیٰ علیہ السلام کی کتاب میں لکھی تھی۔ کیا کوئی خیال کر سکتا ہے کہ دسہزار کا عدد آپ کے ساتھ اتفاقی امر تھا۔ ایسا خیال بجز ایسے شخص کے جو سنت نبوی سے جاہل ہو کوئی نہیں کر سکتا حضرت رسول اکرم (صلے اللہ علیہ وسلم) کا ہر ایک واقعہ خداتعالیٰ کے سابق وعدوں اور نبوتوں کا موعود واقعہ ہوتا ہے۔ اس پیشگوئی میں قابل توجہ اور بھاری بات ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھیوں کو

صحابہ قدوسی ہیں

قدوسی کہنا۔ شیعہ مذاق کے موافق تو یہ الفاظ مناسب تھے۔ کہ "دسہزار منافقوں کے ساتھ آیا"! اگر اس علیم حکیم ذات پاک کو کسی وقت کے خطرناک نزاع کا فیصلہ منظور

نہیں تو ان لوگوں پر قدوسیون کا لفظ کیوں بولا ہے۔ یہ خدا تعالےٰ کی صاف ناطق آواز ہے
اور خدا تعالیٰ کی آوازیں اور شہادتیں ایسی ہی ہوا کرتی ہیں اور وہ اپنے برگزیدوں کیلئے آسمان سے
اسی طرح شہادت دیا کرتا ہے۔ میری روح تو ایسے موقع پر خدا تعالےٰ کی حمد کرتی ہوئی سجود میں گر گر
جاتی ہے کہ کیسا ازلی ابدی مستجمع صفات کاملہ خدا ہے کہ اسکی باتیں پوری ہو کر رہتی ہیں خواہ آسمان و زمین
میں کتنے انقلاب پیدا ہوں۔ کیسی عجیب اور حیرت انگیز بات ہے کہ صدیوں پہلے ایک اسرائیلی نبی خدا کی
روح سے بولا۔ اور کیونکر وہ بات لانظیر انقلابوں اور امتحانوں کے بعد فاران کے نور اور مکہ کے فرزند اور
اسکے اصحاب کے حق میں پوری ہوئی۔ اگر خدا تعالےٰ کا خاص ارادہ نہ ہوتا۔ اور اُسکے فضل سے بعدد
پاک اور قدوسیوں کی جماعت تیار نہ ہو چکی ہوتی۔ تو کیونکر ممکن تھا۔ کہ آنجناب (صلے اللہ علیہ وسلم) اتنے
عدد کو ساتھ لیکر مکہ میں داخل ہوتے۔ جسکی نسبت پہلے سے پیشگوئی ہو چکی تھی۔ خدا تعالےٰ کا علم اور
قدرت یہ ہے۔ کہ نہ تو آنحضرت کو معلوم ہے اور نہ مسلمانوں کو کہ وہ کیوں ٹھیک دس ہزار کی تعداد
کے ساتھ جاتے ہیں۔ اور کیوں اس سے کم یا زیادہ کی کوشش نہ کیگئی۔ مگر یہ سب کچھ اُس مرید مذبر بالارادہ
ہستی کے قاہر ارادے اور کامل علم سے ہوا تو کہ اسکے موُنھ کی باتیں پوری ہوں اور اسلیئے کہ اس کے
قدوسیوں اور برگزیدوں کی عزت کی روشن دلیل ٹھہر جائے۔ جو قریب تھا۔ کہ ایک ظلم عظیم کی
طرفدار قوم کی ناپاک باتوں سے ستائے جائیں۔

میں چاہتا ہوں اور صدق دل سے چاہتا ہوں۔ کہ سلیم الفطرت ناظرین اس امر کی طرف پوری
توجہ کریں اسلیئے کہ یہ آسان اور ناقابل التفات بات نہیں۔ توریت شریف نے ہماری اور شیعوں کی
نزاع کا قطعی اور دائمی فیصلہ کر دیا ہے۔ یہ خدائے علیم حکیم کا زبردست ہاتھ تھا۔ کہ ایک مقصد عظیم کے پورا کرنے

باوجود ترجمہ در ترجمہ ہونیکے قدوسیوں کا لفظ قایم رہنا خدا کے خاص ارادے کا نشان ہے

کے لیئے توریت میں اس آیت کو برقرار رکھا حالانکہ ترجموں کی ہزاروں آندھیاں اسپر چلیں۔ اور
سینکڑوں الفاظ کے نازک اور نرم پیڑ اُکھڑ کر کہیں سے کہیں جا پڑے اور ہزاروں حقایق کے آثار
مٹ گئے۔ مگر یہ الفاظ جو خدا کے راستبازوں کی تمجید میں بولے گئے تھے۔ ایک اختلاف کے مٹانے
کے لیئے خدا تعالیٰ کے اذن سے آفتاب و ماہتاب کی طرح قایم اور درخشاں رہے۔ یہ قدوسیوں
کا لفظ پیشگوئی کے طور پر بتاتا ہے کہ خدا تعالےٰ جانتا تھا۔ کہ اُن راستبازوں کو بُرا کہا جائیگا۔ جو
خدا تعالےٰ کے انبیا کی زبانوں میں مذکور ہوئے۔ اور جو اسلام کے مقصد عظیم یعنی فتح مکہ کے
باعث ہوئے اور جنکے وجود سے اسلام کے جوہر نمایاں ہوئے۔ اور جنکے غیر متزلزل اخلاص کا

بدیہی ثبوت یہ ہے کہ غربت کے زمانہ سے ابتک اور آخر تک ساتھ ہیں اور دوسرا بڑا ثبوت ان کی یک رنگ حالت اور کامل اخلاص کا یہ ہے کہ وہ آخر کار ان مبارک وعدوں کے وارث ہوئے جو کتاب اللہ میں مومنوں کے حق میں دیئے گئے تھے اور خدا تعالےٰ نے اُنہی کو ملک عظیم بخشا۔ اور انکی عظمت کا بہت بڑا ثبوت یہ ہے کہ بیت اللہ میں اس پاک اصل کے ظل بن کر فاتحوں کی صورت میں داخل ہوتے ہیں۔ غرض اللہ تعالےٰ خوب جانتا تھا کہ ایک بدزبان بدلگام اور بدظن قوم اُنکے حق میں ناسزا باتیں کہے گی۔ سو اس لفظ نے ان کی تطہیر کردی ان تمام عیوب و مثالب سے جو اُنکی طرف منسوب کیے گئے ہیں

وذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔

یہ عظیم الشان گروہ جن کو توریت میں قدوسی کہا گیا ہے۔ اور جن کو خدا تعالیٰ کی حکیم کتاب قرآن کریم میں سرسبز اور آباد کھیت سے تشبیہ دیگئی ہے جسے دیکھ دیکھ کر کفار غیظ اور تعجب میں پڑے کہ ایک رائی کا دانہ کیونکر ایسا خوشنما کھیت بن گیا۔ اور جنہیں خدا تعالےٰ نے مومن اور اعمال صالحہ کے بجالانیوالے تسلیم کیا اسلیئے کہ مغفرت اور اجر عظیم کے وعدے اُنہی کے حق میں انکے امام ابوبکر صدیق کی وساطت سے پُورے ہوئے اور یہ عظیم الشان قوم جن کو خدا تعالیٰ نے اپنے رسول کی رویا کی صداقت کے لیئے امن سے مسجد حرام میں داخل کیا۔ اور جنکی نسبت فرمایا۔ محمد رسول اللہ والذین معہ اشدّاء علے الکفار رحماء بینہم تراھم رکعا سجدا یبتغون فضلاً من اللہ ورضوانا سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود۔ محمد اللہ کا رسول ہے اور آپکی رسالت کا ثبوت یہ ہے کہ آپکی جماعت میں دو بڑی بھاری قابل تعریف صفتیں ہیں کہ وہ دین حق کی تائید میں دشمنانِ دین کے مقابل دبتے نہیں۔ اور ان کے رنگ میں کبھی رنگین نہیں ہوتے بلکہ ہر حال میں اُنپر غالب ہیں اور آپس میں رحیم ہیں اور یہ جماعت کی دو صفتیں وہ ہیں کہ بڑا بھاری ثبوت آپکی رسالت کا ان سے ملسکتا ہے اور چونکہ آپکا نام مقتضی ہے کہ آپکی ستایش دنیا میں پھیلے اور وہ بجز اس کے پھیل نہیں سکتی تھی کہ ایک جہان وحدت ارادی کے طور پر آپکا لوہا مان لیتا۔ اسلیئے ضرور تھا کہ آپ کے زیر سایہ اوّلاً ایک قوم تیار ہوتی۔ جسکی گفتار و کردار سے صاف ظاہر ہوتا کہ وہ محمد یعنی بہت ہی سراہے گئے نبی کے تابع اور نمونے ہیں۔ لیکن یہ غرض اُن لوگوں سے کبھی بھی پوری نہ ہوسکتی۔ جب تک اُن میں دو صفتیں نہ ہوتیں جو عالم تمدن اور سیاست میں ازبس ضروری ہیں ایک یہ کہ وہ اعدا کے مقابل کبھی ڈھیلے نہ ہوں اور دوسرے یہ کہ وہ آپس میں متفق ہوں اور درحقیقت دنیا میں سچی کامیابی کے لیئے یہ دو صفتیں ازبس ضروری ہیں اور چونکہ وہ کامیاب اور بامراد ہونے کو اس لیے بھی

اسم محمد کا مفہوم چاہتا ہے کہ آپکی شاگرد قوم بھی محمود ہو اور ان کی ستائش سے جہان تر زبان ہو۔

عملاً ثابت ہوا کہ ان میں حقیقۃً یہ دو صفتیں تھیں اسلیئے کہ اگر ان میں تباغض اور تحاسد اور نفاق ہوتا اور نفاق و بغض بھی اس درجہ کا جیسا کہ شیعہ کہتے ہیں تو نہ تو ان کا نام و نشان رہتا اور نہ اسلام و بانیٔ اسلام کا۔ غرض خدا تعالےٰ نے عملاً دکھایا کہ وہ آپس میں رحیم ہیں اور انکے صدور سے غل نکال ڈالا گیا ہے۔ تراھم رکعًا سجدًا یبتغون فضلًا من اللہ و رضوانا۔ تو انہیں رکوع و سجود کرتے دیکھتا ہی یعنے جیسے وہ مولائے حقیقی کے حضور میں خشوع و خضوع سے زندگی بسر کرتے ہیں ویسے ہی تیرے احکام و فرامین کے مقابل خواہ کیسے ہی سخت ہوں اور جان و مال کے دینے اور وطن و آبرو کے چھوڑنے کے لیئے ہوں نہ صرف گھٹنوں تک جھک جاتے ہیں بلکہ زمین پر بھی سر رکھہ دیتے ہیں یعنی تیرے پرلے درجہ کے فرمانبردار ہیں۔

صحابہ آپ کے پرلے درجے کے فرمانبردار تھے

تراھم میں رسولکریم (صلے اللہ علیہ وسلم) کو مخاطب کر کے منشاء خداوند کریم کا یہی معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کو ان کے مجرب اخلاص اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی آزمودہ اور دیدہ اخلاص سے آگاہ کرے۔ پھر ان کے اخلاص اور صدق قدم کا ثبوت یہ دیا۔ کہ اس تعمیل ارشاد نبوی میں کوئی ذاتی غرض انکی پنہاں نہیں۔ اور نہ انہوں نے حضور کی اتباع کی مشقتیں کسی جایداد کے پیدا کرنے اور اپنی اولاد کو اس کا وارث بنانے اور ذاتی عیش کے لیئے اُٹھائی ہیں۔ بلکہ ان سب کاموں سے انہیں رضائے آلہی مطلوب ہے۔ ان کے چہروں کو دیکھکر معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ خدا تعالےٰ کی سچی فرمانبردار قوم ہے اور یہی وجہ ہے کہ انکے عملدرآمد اور سیرت اور سچے برتاؤ سے جو غیر قوموں اور مفتوحہ قوموں سے اُنہوں نے کیئے لاانتہا آدمی ارادت اور صدق سے مسلمان ہوئے۔

ان قدوسیوں کو خدا کی خوشنودی کی ابدی سند مل گئی۔

غرض یہ قابل فخر لشکر جسکی نسبت علیم خدا نے گواہی دی لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ فعلم ما فی قلوبھم فانزل السکینۃ علیھم واثابھم فتحًا قریبًا ومغانم یاخذونھا وکان اللہ عزیزًا حکیمًا (بڑا ہی راضی ہوا اللہ مومنوں سے جب وہ درخت کے نیچے بڑھ بڑھ کر تیرے ہاتھ میں ہاتھ دیتے اور اپنے تئیں تیرے ہاتھ پر بیچتے تھے۔ چونکہ اللہ تعالےٰ کو انکے دل کی باتوں کا علم تھا اور خدا تعالےٰ کے علم میں تھا کہ وہ سچے راست باز اور مخلص ہیں اور رضائے آلہی کے سوا اور کوئی غرض اس بیعت سے نہیں رکھتے اس لیئے خدا تعالےٰ نے مشکلات پر غالب آنیکے لیئے سکینت اور سکون اور جمعیت اور استقامت انہیں بخشی اور انکے حقیقی اخلاص اور قلبی مودت ہونیکا

پاداش انہیں یہ دیا۔ کہ مکہ کو جو عظیم الشان مرکز ہے ان کے قبضہ میں دیدیا اور اسلیئے کہ انکی ہجرتوں کی تکلیفوں اور تباہیوں اور خدا کی راہ میں سب کچھ دے ڈالنے کے سبب سے صبر کے جانگزا دکھوں کا پورا بدلہ ان کو ملے ان کو خیبر وغیرہ علاقوں پر متصرف کیا جن سے بہت سی غنیمتیں انکے ہاتھ آئیں اور اسپر بس نہیں بلکہ خدا تعالیٰ وعدہ کرتا ہے کہ بہت جلد اور مغانم کثیرہ یعنے فارس و روم و شام کے بلاد بھی ان کے قبضہ میں دیئے جائیں گے۔ اسوقت کسی کو ان باتوں کا علم نہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ اندازہ کر چکا ہے۔ اور اس بارہ میں اپنا حکم نافذ کر چکا ہے کہ وہ ممالک اسلام کے تصرف میں آجائیں۔ الحاصل یہ قدوسیوں اور برگزیدوں اور اللہ اور رسول کے مطیعوں اور رضوان اللہ کا پروانہ یافتوں کی فوج وہ ہیں جنکے راس رئیس حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ و عنہم اجمعین) تھے اور یہی وہ کثیر التعداد قوم ہے۔ جنہوں نے دل کی خوشی اور شرح صدر سے اسی طرح جناب صدیق سے بیعت کی جسطرح

ان قدوسیوں نے صدق دل سے حضرت صدیق کو امام تسلیم کیا۔

اب انہوں نے اطاعت سے اتنے ڈپلومے پے درپے خدا تعالیٰ سے حاصل کیئے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی اس سند یافتہ جماعت نے حضرت ابوبکر صدیق کو رسول کریم کا صادق اور امین جانشین اور خدا تعالیٰ کا خلیفہ اور امام اور وارث تسلیم کیا۔ اور آخر تک آپکے حلقہ بگوش رہے۔ یہ بات کسقدر ایمان کو تازہ کرتی اور درحقیقت خدا اور اسکے مواعید پر ایمان کو نئی زندگی بخشتی ہے کہ جب ہم دیکھتے ہیں کہ جناب صدیق رضہ اس خوفناک ہجرت کی گھڑی میں بھی رفیق طریق اور اس معجزہ نما غار میں یار غار ہیں اور اب اس شان و شوکت کے وقت اس جلال و شکوہ میں بھی ویسے ہی حصہ دار ہیں۔ کوئی باریک سے باریک دیکھنے والی نگاہ بھی دعوے نہیں کر سکتی کہ اس مصیبت کیوقت کے اخلاص اور جان نثاری میں اور اسوقت کے اقبال اور کامیابی کے زمانہ کے اخلاص اور صدق قدم میں آپکے کوئی فرق نکال سکے۔ یہ صدیقیت اور صداقت

صدیق خدا کا دیا ہوا خطاب ہے۔

آپ کی وہ ہے جو آسمان پر آپکے نام لکھی گئی اور خود خداوند حکیم علیم نے آپ کے کارناموں کی بنا پر یہ ڈپلوما آپ کو دیا۔ یہ زمینی خطاب نہیں جو بادشاہوں کیطرف سے لوگوں کو دیئے جاتے ہیں۔ اگرچہ وہ اس خطاب کے مفہوم سے کچھ بھی مناسبت نہ رکھتے ہوں۔ یا اپنی مرضی پر ایک سے چھین لیں اور دوسرے کے سینہ کو اس ڈپلومے سے مزین کر دیں۔ ظالم ہے۔ اور وضع الشئی فی غیر محلہ کا سیاہ کار ملزم ہے۔ جو صدیق کا خطاب کسی اور کے لیئے تجویز کرتا ہے۔ اگر وہ اصول عدل کا پابند ہے جیسے کہ اس نے اپنے عقاید ایمانیہ میں عدل کو داخل کر رکھا ہے۔ تو کوئی کارنامہ اس شخص کا پیش کرے جسکی وہ اس خطاب کا مستحق قرار دیتا ہے اور تیس پاروں میں سے کتاب حکیم کے

کوئی ایک ہی آیت جو قطعی دلالت کرنیوالی اسکے کسی ایسے عمل پر ہو جس سے اسلام کو زندگی ملی ہو پیش کرے جیسے ابوبکر صدیق کے حق میں ثانی اثنین اذ ھما فی الغار نے فصل الخصام شہادت دی۔ اور اور بھی قرآن کریم کی ویسی ہی بیّن اور صاف شہادتیں ہیں جنہیں ہم آئندہ بیان کریں گے۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔ مَیں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ جسکی قسم کھا کر جھوٹ بولنا ملعون شیطانوں کا کام ہوتا ہے۔ کہ مَیں نے قرآن کریم میں کوئی اشارت یا صراحت اس خاندان کے حق میں نہیں دیکھی جنپر شیعوں نے سارے قرآن کو منطبق کرنیکی بے فائدہ اور بے نتیجہ کوشش کی ہے۔ اور کیونکر ایک کتاب جسنے اعمال اور کامیابی کو اور اسی عالم میں فائز و مفلح ہونے کو معیار ٹھہرایا ہے۔ اور بڑی قید ظاہری شوکت اور جلال اور اعدائے حق پر غالب آنے کی لگادی ہو۔ اور جس کتاب کا پُرجوش تقاضا ہے کہ اسکی پیشگوئیاں ظاہری معنوں اور پُرسطوت صورت میں پوری ہوں۔ میں کہتا ہوں۔ اور ہر ایک سلیم الفطرت بالبداہت سمجھ سکتا ہے کہ کیونکر ایسی عملی اور حکیم اور کامیاب کتاب گواہی دیسکتی اور اسکی آیات منطبق ہو سکتی ہیں ایسے گروہ پر جسنے ہر زمانہ میں نامرادی۔ ناکامی اور گمنامی اور حسرت کا جامہ پہنا ہو۔ اور جن کی ساری عمر اسی اندوہ میں کٹی۔ کہ کاش کوئی وقت ملے جو با فراغت اور تقیہ سے نجات پاکر کسی سے دل کی بات ہی کر سکیں۔ اور جب کسی سے کوئی بات کرنے لگے ہیں تو پہلے مُنہ پر ہوائیاں اُڑنے لگ گئی ہیں۔ اور اِدھر اُدھر جھانکتے ہیں کہ مجلس میں کوئی اَور تو نہیں یا دیوار کے ساتھ تو کوئی لگا ہوا نہیں جو ابو جعفر منصور عباسی کو جا سُنائے۔ اور پھر لینے کے دینے پڑ جائیں۔ اس سلسلہ کی نامرادی اور پُر ارمان دلوں کا کھلا ثبوت اور اس بات کا ثبوت کہ وہ اپنے دعووں کی خامی اور علماً اپنی ناکامی محسوس کرتے تھے۔ اور رات دن انتقام کے لئے کڑھتے اور تلملاتے تھے یہ ہے کہ آخر کار ایک افسانہ تراشا گیا اور بڑی سادگی اور پست ہمتی سے اسپر اطمینان کیا گیا۔ کہ آخر زمانہ میں ایک صاحب الزمان پیدا ہوگا۔ جو پہلی ساری نامرادیوں اور مخذولیوں اور حسرتوں کے ارمان نکالیگا اور انکے اعداء سے بدلے لیگا۔ کاش کوئی اس مذہب میں جسکی بنا ناولوں اور افسانوں پر ہے اور جسنے حقایق علمیہ کو نزدیک آنے نہیں دیا غور کرے۔ میرا دل گواہی دیتا ہے کہ وہ وقت قریب ہے۔ کہ تشیع اور نصرانیت جنکی بنا افسانوں اور داستانوں پر ہے۔ اور کوئی فلسفہ حقہ انکے اصول کی تہ میں نہیں دانشمندوں اور حق کے طالبوں کی نگاہ میں ذلیل اور حقیر ہو جائیں اور ان کی شوخی اور بد لگامی اور تبلیغی جوش مٹ کر دوسرے مذاہب باطلہ کیطرح شرمساری کی چادر میں مُنہ چھپا کر زندگی بسر کریں +

ائمہ شیعہ صحیح معنوں میں ناکام رہے اس لیے عبث ہے کہ منصور کتاب میں ان کی نسبت کوئی پیشگوئی تلاش کیجاوے

(مقام قادیان۔ ۸ شوال ۱۳۱۷ھ مطابق ۹ فروری ۱۹۰۰ء)

ایک شیعہ کے نام خط

جو حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی مد فیضہ نے لکھا
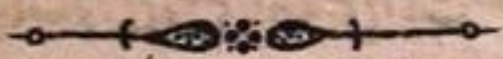
وعلیکم السلام۔ میں ناراض اور غصہ کیوں ہونے لگا۔ کبھی سُنا ہے کہ بامراد اور کامیاب لوگ بھی نارِ غضب و کم تاسف کی لپٹ محسوس کیا کرتے ہیں۔ ہم تو وہ جماعت ہیں جنکے لیے رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کا پروانہ اترا پھر ہم ناراض کیسے ہوں۔ ہم ابو بکری گروہ جو خدا کے کلام کے وعدہ اور خدا کے فعل کے موافق صحیح معنوں میں مظفر و منصور ہوئے۔ اور ہماری اعداء نامرادی اور ناکامی کی جانگداز بھٹی میں صدیوں سے جلتے چلے آتے ہیں۔ ہم بفضل خدا دو بہشتیں اپنے ساتھ رکھتے ہیں۔ اور حقیقۃً لا خوف علیہم ولا ھم یحزنون کے مصداق ہم ہیں۔ میرے دوست! دنیا میں دو ہی بڑی خوشیاں ہیں اور خدا تعالےٰ کے لاتبدیل کلام سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ ایک یہ کہ خدا کی طرف سے کامیابی اور نصرت عطا ہو اور دوست شادکام اور خوشحال ہوں۔ دوسرے یہ کہ دشمن آنکھوں کے سامنے مخذول اور پامال ہوں۔ سو خدا تعالےٰ کے فضل سے یہ برکت صدیقی جماعت کے حصہ میں ہی آئی ہے۔ جس طرح رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور جن معنوں میں حضرت ابو بکر صدیق خلیفہ بلا فصل کامیاب ہوئے۔ اب بھی ہم مسیح موعود علیہ السّلام میں ہو کر ان ہی معنوں میں پورے کامیاب ہیں۔ کوئی ہماری خوشی کا اندازہ کر سکتا ہے۔ جبکہ ایسی لازوال اور متواتر خوشیاں ہمارے حصے میں آئیں۔ سو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں۔ کہ میں ناراضی کے داغ سے صاف بری ہوں اور میں آپ کو حلفاً یقین دلاتا ہوں۔ کہ میں

ہزل سے نہیں بلکہ جد اور صدق سے کہتا ہوں کہ ہم دنیا میں اپنے صدق اور خورمی کے مربیٔ اور مشہور نشان رکھتے ہیں آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ جس قوم پر خدا تعالےٰ کے اسقدر احسان ہوں اور جو قوم رضوان اللہ کی سندیافتہ ہو اُسے کیا پڑی ہے یا وہ کیوں اسقدر تنزل گوارا کرنے لگے کہ مخلوق پر اور پھر ناکام نامراد اور اپنے بخت سیاہ پر ہر وقت مرثیہ پڑھنے والے اور ہر سال ماتم کی سیاہ چادر اوڑھ بیٹھنے والے ناتوانوں پر ناراض ہوں۔ میرے دوست! مجھے شیعوں سے ہمدردی ہے اور میرے نزدیک بڑا سخت سنگدل ہے جسے اس قوم سے ہمدردی نہ ہو۔ نسلاً بعد نسلٍ نامراد ناکام قوم جن پر نہ کبھی آسمان کے دروازے کھُلے کہ نصرت کے ملایکہ ان کے لئے نازل ہوتے اور نہ زمین نے کبھی اُن کا ناگوار بوجھ برداشت کیا اور کبھی بھی ہُو کے گھڑیال کی طرح خوش نہ ہوئی۔ جب تک ان ناشادوں حرماں نصیبوں کو اپنے پیٹ میں نہ لے لیا۔ آہ ایک نگوں طالع سیاہ گلیم قوم جن کے حصے میں رسول کریم کے اُمتی ہی رونا اور روانت پیٹنا آیا۔ اور ہر سال سر پر خاک مذلت ڈالتے اور گلی کوچوں میں شیون برپا کرتے ہیں کیا آپ مان سکتے ہیں کہ ہمیں ان بداختروں کے حال پُرملال پر افسوس نہیں آتا میں سچ کہتا ہوں کہ میں ایک خاص آدمی ہوں جسکے دل میں اس غلط کار فریب خوردہ قوم کی نسبت درد ڈالا گیا ہے میں کوشش کر رہا ہوں کہ دھوکے کی موٹی دیوار جو ان کی آنکھوں کے آگے کھینچی گئی ہے ڈھ جائے اور نامرادوں کا دامن چھوڑ کر سچے کامیابوں کا دامن پکڑیں اور اس طرح خدا کے کلام کی ہستی اُنکی سمجھ میں آ جائے۔

قرآن ایک پُرشوکت اور پُرجلال کتاب ہے۔ وہ وہ پُرجبروت وحی ہے جو ایک فاتح اور آزاد اور مظفر و منصور انسان (صلے اللہ علیہ وسلم) کے قلب پر اُتری۔ اس ذیشان وحی کے منجانب اللہ ہونیکا بڑا بھاری نشان ہی یہ قرار دیا گیا کہ وہ اپنے سارے دعووں تبشیر و انذار میں حرفاً حرفاً کامیاب ہوئی سو اس وحی میں وہی لوگ مذکور ہو سکتے ہیں اور ان ہی لوگوں پر اسکی آیات منطبق ہو سکتی ہیں جن کی سیرت نے کامیابی اور نصرت کے نشان جہان میں جہان کو دکھائے ہوں جنہوں نے خدا کی طرح خدا میں ہو کر اور منصور نبی کریم کی طرح آپکے رنگ میں رنگین ہو کر اپنی قہاریت اور ہمہ قدرتی اور فاتحیت کا لوہا دشمنان اسلام کو منوا دیا میں نے اپنی کتاب "خلافت راشدہ"۔ میں دکھایا ہے کہ خدا کے کلام کے نزدیک خدا کے فضل کے رو سے زمانہ کی عادل صادق شہادت کے موافق سچے کامیاب اور منصور صدیق و فاروق ہیں۔ (صلوٰۃ اللہ علیہما وعلے اتباعہما) خدا کی مظفر اور منصور کتاب میں جو علیم خدا کی طرف سے ہے ان ہی فاتحوں اور منصوروں کا ذکر ہے اور نصرت کے وعدوں کی ساری آیتیں اور علامات المومنین کی ساری آیتیں اور انبیاء و رسل کے صدق کی علامات کی ساری آیتیں ان ہی پر

منطبق ہوتی ہیں۔ اور بلا تکلف منصوصی طور پر یہ قدوس خدا کے کلام میں مذکور ہیں جیسے کہ انکے سوانح اور پاک زندگیاں آب زر سے زمانہ کے صفحوں پر مسطور ہیں۔ ان کے سوا جس قوم نے کسی کو قرآن کی آیت یا آیات کا مصداق ٹھہرایا ہے اس سے زیادہ قرآن کا ادب اور وزن نہیں کیا کہ مظفر و منصور کتاب مجید کو ناکاموں اور حرمان نصیبوں اور سفلوں کا بہاٹ بنایا ہے۔ وحاشا جناب الکتاب الکریم عن ذلک۔ میرے دوست میں درد دل سے اس مجاہدہ میں لگا ہوں کہ وہی حق ظاہر ہو جو خدا کے کلام اور کام کے رُو سے حق ہے۔ میری روح میں قرآن کی خدمت اور عزت کا جوش ہے میں چاہتا ہوں کہ اسکی سچی وقعت دنیا میں ظاہر ہو۔ اور میں خدا کے کام اور کلام کے مطالعہ اور تدبر سے اس صاف اور واضح نتیجہ پر پہونچ گیا ہوں کہ قرآن کی سچی عزت اور وقعت کبھی ظاہر ہو سکتی ہی نہیں جبتک اسے مبارک کتاب تسلیم نہ کیا جائے اور یہ زندہ اور مبارک کتاب مانی جا سکتی ہی نہیں جب تک اس کی تمہاری پیشگوئیوں کو جو دشمنوں کے اموال و املاک و نفوس پر قبضہ پا جانے کے متعلق تھیں جو پکار پکار کر کہتی تھی کہ فرعون کی سرزمین مصر اور قیصر و کسریٰ کے خزائن اور شام کی جنتیں اور سند و سندھ اسلام کے دست تصرف میں ضرور آجائینگے۔ ان پیشگوئیوں کو واقع شدہ اور حرفاً پوری ہو چکی ہوئی نہ مانے (اور وہ درحقیقت پوری ہو چکی ہیں) اور یہ سلسلہ کبھی ورے رہ سکتا ہی نہیں جب تک پہلے ہی ہاتھ میں ایمان و اسلام اپنا ہاتھ ابوبکر اور عمر کے ہاتھ میں نہ دیدے۔ حاصل یہ کہ خدا کی عزت۔ نبی کریم کی عزت مکہ معظمہ کی عزت۔ مدینہ طیبہ کی عزت اور زبان عربی کی عزت چلا چلا کر کہتی ہے کہ وہ سب ابوبکر صدیق اور عمر فاروق کی کوششوں کے شکر گزار۔ اور مرہون منت ہیں انکے وجود میں خدا تعالیٰ کی کتاب کے سب وعدے اور ان ہی کے توسط سے سب وعید اولیا اور اعدا کے بارے میں پورے ہوئے خدا تعالےٰ نے ازل میں انہیں کو فاتح اور دین کے مددگار اور رسول منصور کے انصار چن لیا وہ بنی اُمیہ اور بنی عباس جنہوں نے شیعہ کے بنائے ہوئے ائمہ اور اوصیا کا تختہ نرد اُلٹ دیا اور جن کے قادرانہ ہاتھوں کی دستبرد سے بچنے کے لیئے آخری ناکام شخص غار میں پناہ گزین ہو گیا اور انکی سطوت نے کبھی ان بزرگوں کو تقیہ کی سیاہ چادر سے مُنہ باہر نکالنے ہی نہ دیا۔ یہ بنی امیہ اور بنی عباس ابوبکر و عمرؓ کے کفش بردار۔ زلہ ربا اور نمک خوار تھے۔ انہیں خدا کے قدوسیوں اور فاتح رسول کے منصور جانشینوں کے حضور میں کبھی لب کھولنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ اور یہ سب کچھ اسلیئے تھا کہ وہ خدا تعالےٰ کے مامور اور موعود خلیفے تھے اور زندہ اسلام کی زندگی کے دائمی ثبوت کے لیے خدا تعالیٰ کی جناب سے مقرر ہو چکے تھے +

سنت اللہ میں اس امر کا نشان نہیں ملتا کہ ایک مامور اور موعود ایک کام کے لیے خدا تعالےٰ کی طرف سے آیا اور ناکامی اور نامرادی کا سیاہ ٹاٹ اوڑھکر دنیا سے اُٹھ گیا اور حق کے دشمنوں نے اُسے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ اگر ایسا ہوتا تو سلسلہ نبوت درہم برہم ہو جاتا اور حق و باطل مشتبہ ہو جاتے۔ شیعہ ائمہ اور اوصیاء کو انبیا کی طرح بلکہ انبیا سے بڑھکر مامور اور موعود مانتے ہیں مگر ساتھ انہیں ناکام حرمان نصیب اور کچھ بھی نہ کر سکنے والے اور بصد حسرت دنیا سے اُٹھ جانیوالے تسلیم کرتے ہیں اور ان کی ناکامیابیوں اور ناشاد کامیوں کو ان کے دل محسوس کرتے ہیں اس لیئے تو اعتقاد بنا رکھا ہے کہ بارہواں امام جو غار میں مخفی ہو گیا ہے شریعت کے سب کام پورے کرے گا۔ اور دین کی شوکت دکھائیگا۔ اور جو کام اسکے جد امجد اسد اللہ الغالب کو بھی ایک لحظہ کے لیئے نصیب نہ ہوا وہ آکر پورا کریگا۔ وہ اہلبیت کے اعداء سے انتقام لے گا۔ اور ناکام اور نامراد شیعہ جو آئے دن سوگ اور شیون میں گرفتار رہتے ہیں اسکے وقت میں خرم و شادان ہونگے۔ مَیں یہ باتیں بیداً و افتراءً نہیں کہتا۔ ولعنۃ اللہ علے الظالمین المفترین۔

شیعوں کے بڑے محقق جنہوں نے اوصیاء و ائمہ کے حق میں حق دوستی ادا کر دیا ہے۔ یہ باتیں صاف صاف لکھتے ہیں۔ چنانچہ حال میں میرے عزیز محترم دوست خلیفہ ڈاکٹر رشید الدین احمد اسسٹنٹ سرجن حسین آباد لکھنؤ نے میرے پاس ایک کتاب ارسال کی ہو جسکا نام الصافیہ ہے اور ۱۳۱۷ سنہ ہجری میں مطبع دبدبہ حیدری لکھنؤ میں طبع ہوئی ہے اس کتاب کی نسبت بڑے فخر سے دعوےٰ کیا گیا ہی کہ ایک بڑے فلسفی مزاج شیعہ نے تالیف کی ہے اور شیعہ مذہب کی حقیقت کو عجیب طور سے مبرہن کیا ہے اور فخر کیا گیا ہے کہ سر راجہ میر حسن خاں صاحب بہادر بالقابہ والیئے ریاست محمود آباد کی فرمایش سے شایع ہوئی ہے۔ اس حکیمانہ کتاب کا تھوڑا سا نمونہ عرض کرتا ہوں اُمید ہے کہ اس زمانہ کے دانشمند اسلام کے خیر خواہ بڑی غور سے پڑھیں گے۔ اور خوش ہوں گے کہ ایسے موید اسلام کے پیدا ہو گئے ہیں +

"شیعیان گویند کہ پیغمبر تمام احکام را بالعموم مردم تبلیغ نکرد بجہتیکہ تمام فہم احکام الٰہی اکردہ باشند بلکہ بوصی خودش و بقیہ اوصیائے خود گفتہ کہ آنہا بہ خلق برسانند و بعد ازاں کہ اوصیائے پیغمبر را از عمل بوصایت منع کردند و نگذاشتند کہ وصی آن پیغمبر نشر احکام پیغمبر کنند و مخالفین آنہا در صدد قتل و اذیت و صدمہ اوصیائے پیغمبر بودند بجہتیکہ اگر مے دانستند کہ آنہا در مقام مخالفت با مخالفین ہستند و بیان احکام واقعی را خواہند کرد آنہارا می کشتند و حبس می کردند چنانچہ از تواریخ احوال آنہا

معلوم است کہ برآنہا چہ صدمہ ہا و اذیت ہا از مخالفین رسیدہ اگر آنہا مع ذالک بیان میکردند و
کشتہ می شدند دیگر کسے نبود کہ حق را بچند نفر مخصوص ہم برسانند و آن ہا را ہدایت کنند و آن زماں دیگر
نام ایں مذہب حق ابزاً و اصلاً در مردم بردہ نمی شد لہذا بنا بر تقیہ در امور گزارند و بیان احکام
شرعیہ بجہت حفظ نفوس خود و شیعیان و بجہت حفظ احکام الٰہی کہ بالکلیہ از بین نرود نمودند و نتوانستند
تبلیغ احکام چنانچہ باید و شاید بدوں شک و شبہ بر خلق ابلاغ دارند و گاہے بجہت تقیہ و حفظ نفوس
در جواب منافقین بنحوی بیان احکام رامے نمودند کہ موافق مذہب اہل سنت بودہ بلکہ بعض از منافقین
اخبار بسیار جعل کردہ و نسبت بآن ائمہ و اوصیائے حضرت رسول دادند تا آں کہ وصی دوازدہم
ہمیں جہت از خلق غایب شد و احکام خدائی کما ہو حقہ بجمع خلق نرسیدہ کہ محل شبہ از برائے
آنہا دیگر باقی نماند۔ بایں جہت مردم واقع در شکوک شدند و بایں سبب مجتہدین چوں دیدند کہ
البتہ ایں خلق مکلف بہ تکالیفے ہستند و سلب تکلیف از آنہا نشدہ و دیدند دسترس بہ یقین پیدا
کردن باحکام واقعیہ الٰہی ندارند و اوصیائے پیغمبر کہ عالم باحکام واقعیہ ہستند بجہت خوف ہلاکت
و برطرف شدن طریقہ حقہ بالکلیہ احکام واقعیہ را مطلقاً بمردم نرسانیدند لاعلاج مثل اکل میتہ در زمان
مخمصہ عمل بظن را جائز دانستند بجہت آنکہ ظن نزدیکتر است بعلم و یقین از وہم و شک و بہر ظن ہم
عمل نمی کنند مطلقاً مگر بہ ظنے کہ از طرف اوصیائے پیغمبر امر بعمل کردن بہ مثل آں ظن باشد تا وقت
در مقام اجتہاد برآمدہ احکام الٰہی را از قرآن و روایات صحیحہ دارادہ از حضرت رسول و اوصیائے آنحضرت
بحسب ظاہر استخراج کردن بمردم رسانیدند و گفتند کہ اے مردم وصی دوازدہم زمانے کہ ظہور کرد واقع
احکام برشما ظاہر خواہد شد و احکام ما ہا تمام احکام ظاہر است کہ احتمال مطابقت با حکم خداوندی دارد
و احتمال مخالفت ہم دارد"۔ (انصافیہ صفحہ ۳) +

یہ ہے سچا نچوڑ شیعہ مذہب کا اور لب لباب اس پاک طریقہ کا۔ اس فلسفی طبع اور تاریخدان
مومن نے صاف صاف پردہ کھول کر بتایا ہے کہ جناب پیغمبر خدا کے بعد ائمہ اور اوصیا کو کیا کیا
نامرادیاں اور ناکامیاں پیش آئیں۔ اسنے ہمارے یقین کے آگے صاف سڑک اس بات کا پتہ لگانے
کے لیئے تیار کر دی ہے کہ کبھی کوئی وقت آن حضرات اوصیا و ائمہ کو خدا کے واقعی احکام کی تبلیغ
کا نہیں ملا۔ اور کبھی ایک لحظہ بھی فراغ خاطر کا ایسا انہوں نے نہیں پایا کہ اس بار امانت سے سبک
دوش ہوئے ہوں +

اس مومن شیعہ پاک نے ہمارے دل میں میخ فولاد کی طرح یہ عقیدہ راسخ کر دیا ہے کہ حضرات

آئمہ اور اوصیائے رسول کے بعد دیگرے سارے کے سارے دور نگیوں میں عمریں بسر کر کے بصد حسرت اس دنیا سے اٹھ گئے۔ خدا کی کوئی بات پیغمبر صاحب کی وصایت کا کوئی امر کما ہو حقہ کبھی بھی ادا نہ کر سکے۔ اور اس لئے کہ اگر سچ بولتے اور خدا تعالےٰ کے فرض اور پیغمبر صاحب کی وصایت سے عہدہ برآ ہوتے تو قتل کیئے جاتے ناچار کبھی ذو معنی اور محتمل بات کہتے اور کبھی مہمل ہی کہہ دیتے اور کبھی اہل سنت کے مذاق اور عقیدہ کے موافق بیان کر دیتے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار!!!

یہ ہی تصویر واقعی شیعہ مذہب کی۔ ان میں کوئی رشید ہے۔ جو اس طریقہ کی قباحت میں غور کرے اور تھوڑی سی بھی فکر کرے کہ کسقدر ہتک خدا کی کسقدر بیعزتی رسول کریم کی اور کسقدر اہانت اسلام کی اس مذہب کی سچائی کی بنا پر پیدا ہوتی ہے۔ قرآن کریم احکام واقعی بیان نہیں کر سکا حضرت پیغمبر کریم خدا کے واقعی احکام پہونچا نہیں سکے۔ اسلیئے آپ کو ضرورت پڑی کہ اپنے بعد حضرات اوصیا اور ائمہ کرام کو وہ امانت تفویض کریں۔ حضرات اوصیا اور آئمہ خوف جان اور اندیشہ حفظ نفس کے سبب سے لگاتار کسی زمانہ میں بھی اس نازک امانت کے ادا کرنے پر قادر نہ ہوئے اور جو کچھ کبھی فرمایا۔ اس میں دو رنگی کا احتمال رہا۔ اور منافقوں نے ہزارہا روایتیں اپنی طرف سے بنا کر انکی طرف منسوب کر دیں۔ تیرہ سو برس میں کبھی خوش نما زمانہ نصرت الٰہی کا دور انہیں ملا ہی نہیں۔ تھے وہ سب مامور۔ تھے وہ سب موعود۔ یعنے خدا کی مخلوق کو خدا کے ضروری احکام پہونچانے کے لیئے ازلی حکیم قادر خدا کی طرف سے ازلاً مقرر کیئے ہوئے تھے۔ اور خلقت کو انکے وجود کی اور انکی تبلیغ کی ضرورت بھی شدید تھی۔ مگر یہ کبھی نہ ہوا کہ نصرت اور تائید الٰہی انکے شامل حال ہوتی ہر رنگ میں خذلان انکے ارد گرد رہا اور ہر پہلو میں حرمان اور نامرادی انکے محیط رہی۔ اور پھر یہ ذلت کا دور ہنوز ختم ہونے میں نہیں آیا۔ اور ساری موہوم اُمیدوں کا مرجع ایک اور نا کام قومی دل بہادر مانا گیا ہے جو غار میں چھپا بیٹھا اور کسی گھات میں لگ رہا ہے۔

اے آدم کے بیٹو! آنکھ۔ کان۔ دل رکھنے والو! زمانہ کے نشیب و فراز اور دور عالم کے سرد و گرم سے گہری واقفیت کے دم مارنے والو! اٹھو اور اس نازک فرض کے پہلوؤں میں بھی غور کرو۔ جو مذہب کے نام سے تم نے اپنے ذمہ لے رکھا ہے۔ کیا یہ وہ طریقہ ہے جو آیندہ کو کامیاب کرے گا اور اس راہ پر چلنے سے خدا تعالےٰ کی خوشنودی کی سند مل سکتی ہے اسکی نا کامی اسپر چلنے والوں کی دائمی نامرادی۔ خدا کی نصرت کا اسکے ساتھ کبھی بھی شامل نہ ہونا۔ ہر زمانہ میں اس کے حامیوں۔ مبلغوں۔ ماموروں اور وصیوں کا مطرود و مخذول ہونا تمہیں اب بھی

یقین نہیں دلاتا کہ اس میں راز کیا ہے اور آسمان اور زمین کیا صاف صاف گواہی دیتے ہیں۔ کیا اب
بات کھل نہیں گئی، کہ ایک ہی عظیم الشان ثبوت خدا تعالیٰ کی نصرت اور تائید کا جو زندہ مذہب
اور زندہ رسول اور زندہ امام کا نشان ہے اس سے شیعہ مذہب بکلی محروم ہے۔ کیا تمہارے
بزرگ گواہی نہیں دے گئے اور اب بھی جو اُنکے اخلاف ہیں پکار پکار کر نہیں کہتے کہ شیعہ مذہب
مردہ مذہب ہے۔ اور اس کے حامیوں اور معاونوں کی قسمت میں تیرہ سو برس سے علی الاتصال
ناکامی اور ناکامی چلی آتی ہے اور یہ مجموعہ افسانوں اور داستانوں اور ناولوں کا جسے اماموں
کی روایتیں اور حدیثیں اور تفسیریں کہا جاتا ہے۔ یہ مجتہدوں کے ظن اور احتمال یا صاف
صاف یوں کہو اور یہی حق ہے کہ مجتہدوں کے اپنے جذبات اور اغراض اور مقاصد کے سرجوش
ہیں۔ ائمہ اور اوصیاء کو کبھی نصیب ہی نہیں ہوا کہ حق بات کو پھاڑ پھاڑ کر کہتے اور یہ خود غرض بے
ایمانوں نے ہزاروں جھوٹی باتیں اُن کی طرف دنیا میں منسوب کر کے شایع کر دی ہیں۔ غرض اب
تک تو جو کچھ ان تیرہ سو برس میں شیعوں کے مذہب کا مایہ ناز ہے وہ تو یہی ہے نہ قرآن محفوظ نہ
رسول محفوظ۔ نہ پیغمبر صاحب کی حدیثیں محفوظ۔ نہ اماموں اور وصیتوں کی روایتیں اور وصایتیں
محفوظ۔ نہ مجتہدوں کے ہاتھ میں کوئی یقینی اور قطعی سند موجود جو ان کے استدلال و استخراج
کی مایہ ہو۔ آجا کے ساری باتوں کا مدار ایک ہی شخص رہا۔ وہ کسی لامعلوم غار میں چھپا بیٹھا ہے۔
خلقت تباہ ہو رہی ہے پر اُس کی نیند ہنوز کھلنے میں نہیں آتی۔ غرض میں اس اعتقاد کی شناعتیں
کہاں تک بیان کروں۔ تم ہی خود سوچو اور خدا کے لیئے سوچو اور موت کو نصب العین رکھکر سوچو۔ کہ کیا
نقل اور عقل اور فطرت ان باتوں کی تائید کر سکتی ہیں۔ کیا اس اسلام کو ہم آج اس علمی زمانہ میں
غیر مذاہب کے روبرو پیش کر سکتے ہیں۔ غور کرو بڑا بھاری داغ عیسویت کے ماتھے پر یہ ہی کہ
اس میں زندہ برکت کا کوئی نشان اس کی تعلیم کا کوئی عملی نمونہ موجود نہیں اور اس تعلیم کا لانیوالا
نصرانی تصویر نمائی کی بنا پر محض ناکام اور نامراد مرا۔ یہود بھی اس الزام کے نیچے ہیں کہ صدیوں سے
ذلت اور مسکنت کی مار اُنہیں پڑ رہی ہے اور خذلان اور حرمان پنجے جھاڑ کر ان کے پیچھے پڑ رہی
ہیں اور نصرت اور تائید آلہی کا کوئی نشان اُن کے ہاتھ میں نہیں۔ سوال یہ ہی کہ کیونکر ایسے مذہب
کے ہاتھ اپنے ایمان جیسی گرامی چیز کی امانت سپرد کر دی جائے جو اس عالم میں اپنی سچائی کا کوئی
ثبوت پیش نہیں کر سکا کیونکر مال اور جان ایسے مُردوں کے اشارے پر فدا کر دیجائے جو یہاں پیروں
کے نیچے کچلے گئے اور کبھی آسمانی خدا کی نصرت کا کوئی نشان دکھا نہ سکے کیا ہم ایسے لوگوں کو شفیع

اور خدا کے دائیں بیٹھنے والے اور مقرب اور سید عالم مان سکتے ہیں جن کے ہاتھ یہاں قطعاً شل اور مفلوج رہے۔ قدرت۔ سطوت۔ قہاریت اور نصرت اور تقرب الٰہی اور الٰہی طاقتوں کا کوئی نشان اس جہان میں انکے ہاتھ سے ظاہر نہ ہوا تو اس کا کیا ثبوت ہے کہ اس دوسرے جہان میں ان کی قدرت اور شوکت اور صولت ظاہر ہوگی۔ جو یہاں اپنے تئیں بچا نہیں سکے اور باوجود مامور و موعود ہونے کے سخت ذلیل اور ناکام ہو کر مرے کونسی دلیل ہمارے ہاتھ میں اس پر ہے کہ وہ حقیقۃً صادق اور مقرب اللہ اور مامور اور وصی تھے۔ گورمنٹ کی طرف سے ایک ادنےٰ چپڑاسی اور مذکوری مامور ہو کر آوے تو ناکام نہیں پھرتا۔ اور فرض منصبی کو ادا کر ہی کے جاتا ہے اور مرسل الیہم کو ثبوت بتین دے جاتا ہے۔ کہ وہ مقتدر گورمنٹ کا بھیجا ہوا پیادہ تھا۔ اگرچہ بظاہر حقیر تھا۔ یہ کیا غضب آگیا کہ خدا کے منصور پیغمبر کے اوصیا اور ائمہ خدا کے ضروری پیغاموں کے پہنچانے والے اور ایک عظیم الشان امانت کے ادا کرنے والے نہ ایک نہ دو نہ تین نہ چار نہ پانچ گیارہ تک ناکام۔ نامراد۔ مخذول اور محروم مرگئے اور بارہویں کی نسبت کہا جا سکتا ہے۔ ع

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

میرے دوست اور دوستو۔ اس نامرادی کی سنت کا بھی خدا تعالےٰ کے سُنن سابقہ میں کوئی نشان ہے مامور و موعود و مرسل ہو۔ بقول شیعوں کے وصی اور امام میں کل انبیاء کی ساری طاقتیں مرکوز ہوں۔ علم بما کان اور بما یکون اُسے ہو جن و انس پر اُسے تسلط ہو اور ناکام ہو کر اس جہان سے اُٹھے۔ شیعوں نے بڑی کوشش سے ثابت کرنا چاہا ہے کہ موسوی رنگ میں خلفاء کے وعدے جو ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو دیئے گئے تھے۔ وہ ائمہ اور اوصیا کے وجود میں پورے ہوئے اس کے معنی صاف صاف یہ ہوئے کہ جیسی عظیم الشان نصرت موسوی خلفاء یوشع اور داؤدؑ اور سلیمان کو خدا کیطرف سے ہوئی۔ ویسی ہی انکے مقابل نامرادی اور مخذولی نبی آخرالزمان علیہ الصّلواۃ والسّلام کے اوصیا اور وارثوں کے حصہ میں آئی مشابہت تو بہت خوب ہوئی +

ایک شیعہ مجھے لکھتا ہے کہ حضرت موسےٰ اور حضرت رسولکریم صلے اللہ علیہما میں مشابہت کے لیئے ضروری ہے کہ حضرت موسےٰ کی طرح بارہ نقیب آپ کی اُمت میں بھی ہوں اور وہ بارہ امام ہیں پس ثابت ہوا کہ مذہب اثنا عشری حق پر ہے۔

مَیں کہتا ہوں کہ تم خود اپنے گواہ آپ ٹھہر گئے۔

تم نے صاف اقرار کر لیا ہے کہ نتوانستند تبلیغ احکام چنانچہ باید وشاید بدوں شک وشبہ برخلق ابلاغ دارند واحکام خدائی کما حقہ بجمیع خلق نرسیدہ کہ محل شبہ از برائے آنہا دیگر باقی نماند کیا یہ لوگ خلافت موعودہ کے وارث ہو سکتے ہیں۔ جن کے مبارک اندام سے نامرادی کا چولہ کبھی اترا ہی نہیں ایک کو ناکامی پیش آئے۔ دو کو ناکامیابی ہو۔ تو ایک نامرادی کی پردہ پوشی ہو سکتی ہے۔ یہاں سرے سے نامرادی جو پلے پڑی تو آخر تک ساتھ نہ چھوڑا اور آئندہ بھی لچھن ایسے ہی نظر آتے ہیں کہ قیامت تک ساتھ نہ چھوڑے۔

میں بڑی منت سے لکھنو کے شیعوں۔ لاہور کے حائری شیعوں اور خصوصاً **راجہ سر امیر حسن خاں بالقابہ** سے عرض کرتا ہوں اور اس خدا کا واسطہ انہیں دیتا ہوں جس کی جبروت کے آگے ملایکۃ السموات بھی کانپتے ہیں کہ میرے معروضہ کو بغور سنیں اور جواب باصواب سے مجھے شرف اندوز فرمائیں کہ کیا کبھی آپ نے اس میں غور بھی فرمائی کہ یہ راز کیا ہے کہ ائمہ اور اوصیا یکے بعد دیگرے علے الاتصال ناکام اور نامراد رہے اور مخذولاں الٰہی کے پورے نشان ہمیشہ ان کے ساتھ جمع رہے۔ کیا یہ سنت اللہ ہے کہ اسکے مامور اور موعود اور مرسل ایسی ذلتوں اور نکبتوں اور نامرادیوں کے ہدف بنا کریں۔ کیا نظام حق اس طرح چل سکتا اور کوئی مذہب حق یوں اپنی حقیت کے ثبوت دے سکتا ہے۔

کیا آپ لوگ شرح صدر سے اسپر راضی ہیں کہ ایسے لوگوں کو تمام انبیاء سے بڑھکر یا اقلاً برطریق تادب تمام انبیاء کے کمالات کے جامع تسلیم کریں۔ جو کسی زمانہ میں سچی بات نہیں کر سکے۔ حق پہونچا نہیں سکے۔ بلکہ بسا اوقات اہل سنت کے اصول کے موافق باتیں کرتے یعنی کفر اور فسق کے کلمات موںھ پر لاتے تھے۔ اور انکی اس دورنگی اور ضعف دل اور خفا کے پردہ میں مختفی رہنے سے لوگوں کو موقعہ ملگیا کہ انکے نام سے ہزاروں دجل اور فریب اور جھوٹی کہانیاں شائع کر دیں جو آج شیعہ مذہب کے عقاید و رسوم اور عادات میں نمایاں ہیں۔

پھر میں عرض کرتا ہوں اور نہایت ادب سے پوچھتا ہوں کہ کیا آپ ایسی گورنمنٹ کے سطوت اور جلال کا اعتراف کر سکتے ہیں۔ جسکا لشکر جب کبھی کسی طرف کو جائے وہاں سے نامراد ہو کر واپس آئے۔ اور اُس کے پیادے اور اہلکار جس پیغام کو لیکر جائیں وہاں ہلاک کیئے جائیں ہیں پوچھتا ہوں کیا ایسی گورنمنٹ زندہ گورنمنٹ اور مقتدر گورنمنٹ ہو سکتی ہے؟

پھر آپ کیونکر تجویز کرتے ہیں اور کس دل اور ایمان سے روا رکھتے ہیں کہ مذہب اسلام کی گورنمنٹ کے لشکر اور پیادے جو آئمہ اور اوصیا کے رنگ اور وجود میں دنیا میں آئے سدا ناکام اور نامراد رہے۔ مگر چونکہ یہ ثابت شدہ حق ہے کہ وہ آخر تک ناکام رہے لہٰذا آپ کیونکر اعتراف کر سکتے اور اسپر ایمان لا سکتے ہیں کہ ایسی ضعیف گورنمنٹ خدا تعالےٰ کی گورنمنٹ ہو سکتی ہے اور ایسا ضعیف اور مخذول مذہب خدائے قادر کا مذہب ہو سکتا ہے۔

یہ باتیں ہیں جنہوں نے مجھے اسپر آمادہ کیا کہ شیعوں کو اس بڑی غلطی سے نکالنے کی باذن اللہ سعی کروں جن میں ان کے باپ دادا مبتلا رہے اور اُن کو آگاہ کروں۔ کہ شیعہ طریقہ کے رو سے نہ خدا ہی بجمیع صفاتہ الکاملہ ثابت ہو سکتا ہے۔ اور نہ ہی پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام منصور و مظفر اور زندہ پیغمبر رہ سکتا ہے۔ اور نہ قرآن کریم کی کوئی وقعت ثابت ہو سکتی ہے اور نہ ائمہ اور اکابر کی کوئی عزت باقی رہ سکتی ہے۔ اور اُنپر واضح کر دوں کہ قرآن کریم نے جو نشان مومنین صادقین کاملین اور خدا تعالیٰ کے مؤید و منصور عباد کے قائم کیئے ہیں وہ اکمل طور پر حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق (رضی اللہ عنہما و علے من تبعہما) میں پائے جاتے ہیں۔ خدا تعالےٰ کی ہستی اور اسکی صفات کا میلان اور نبوت کی فطرت اور کارگذاری کا میلان اور قرآنی تعلیم اور برکات کی جو کچھ غرض و غایت ہے وہ ان پاکوں کی تائید میں اور انکی کارگذاریوں سے آشکار ہے۔ جس طرح خدا تعالےٰ نے قرآن میں بڑی تحدی سے دعوے کیا۔ انا لننصر رُسلنا وَالّذین امنوا فی الحیٰوۃ الدنیا۔ الآیہ۔ وہ پورے معنوں میں حضرت صدیق فاروق (رضی اللہ عنہما) کے وجود سے ثابت ہوا۔ کیونکر معلوم ہوتا کہ یہ خدائی کلام اور خدا کا پرتحدی دعوےٰ ہے۔ اگر وہ ہزاروں رُکاوٹوں اور مشکلات کے مقابل حرفاً پورا نہ ہوتا۔ کیا اسلام کی تاریخ میں رسول کریم کے بعد کوئی فرد یا افراد ایسے پیش کئے جا سکتے ہیں۔ جو حیات دنیا میں حسب وعدہ الٰہی منصور ہوئے ہوں بجز حضرت صدیقؓ اور فاروقؓ اور اُنکے اتباع کے۔ کیا قرآن کے اس دعوے کی تصدیق پر تقریر کرتے ہوئے ہم قوی اور غیر منفعل دل سے حضرات اوصیا اور ائمہ کے وجودوں اور انکی کارگزاریوں کو پیش کر سکتے ہیں جن کی نسبت انکے پاک مومن اعتراف کرتے ہیں کہ وہ ہمیشہ ڈرتے ہی رہے اور خدا کے احکام کی تبلیغ کبھی ان سے نہ ہوئی اور دو حالتوں میں سے ایک حالت ہمیشہ اُنکی رہی یا دشت ناکامی میں سرگردان ہو کر کہیں گمنام مر گئے۔ یا کسی شاہ وقت کی بغاوت کی اور قتل ہو گئے۔

میرا یہ اصول نہیں کہ میں کسی خاص فریق کی رعایت کروں۔ میں ان اصطلاحوں (سنی شیعہ) کی پرکاہ بھی پرواہ نہیں کرتا۔ اسلیئے کہ کتاب اللہ میں ان کا نام و نشان نہیں پاتا۔ میں کتاب اللہ کو مدنظر رکھکر کتاب اللہ سے دکھانا چاہتا ہوں۔ کہ اُسنے کونسی راہ تیار کی ہے۔ اور وہ منعم علیہم کون ہیں جن کی راہ پر چلنے کی ہمیں کتاب اللہ تاکید کرتی ہے اور وہ انعام ہے کیا اور اسکے آثار و برکات ہیں کیا جنکے حاصل کرنیکی ہمیں بایں شد و مد تاکید کیجاتی ہے میرے دل میں خدا نے جوش ڈالا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ میری صالح نیت پر مطلع ہے کہ میں شیعوں کو قرآن کی بتائی ہوئی راہ سے آگاہ کروں اور دکھاؤں کہ قرآن کریم کی رُو سے وہی رہ حق ہے جسپر حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ نے قدم مارا ہے۔ اور یہی گروہ منعم علیہم کا ہے۔ جن کی ریس کرنے کی ہمیں قرآن میں ہدایت ہوئی ہے اسلیئے کہ انپر وہ سب انعام ہوئے۔ جو خدا تعالےٰ کے کامل نبیوں پر ہوئے وہ حیاۃ دنیا میں منصور و مظفر ہوئے۔ انکے وقتوں میں اسلام کو قوت و شوکت ہوئی۔ انکے عہد میں خوف امن سے بدل گیا۔ ان کی کوششوں سے اسلام ہزارہا دیار میں پھیلا۔ لاکھوں بتخانے اللہ کی مسجدوں سے بدلے گئے۔ انھوں نے قرآن کو اقصائے عالم میں پہونچایا۔ اسلام کے اعدا نے انکے آگے گردنیں خم کیں۔ زور و قوت پر مذہب کی حقیت کا مدار ماننے والے انکالوہا مان کر اسلام کی حقیت کے قائل ہوئے۔ اسلام کو زندگی ان سے ملی۔ قرآن کی حفاظت انکی وساطت سے ہوئی۔ خدا کے زندہ رسول کی طرح اُن کی یادگاریں بھی زندہ موجود ہیں کوئی نہیں ان کے سوا جو زندہ رسول کیساتھ اسوقت زندہ موجود ہو۔ جبکہ خدا کے حکیمانہ ارادہ نے انبیائے بنی اسرائیل کیطرح بنو فاطمہ کے نشان بھی مٹا دیئے۔ مَیں نے ان سب امور کو روز روشن کیطرح خدا کی قوت وحول سے اپنی کتاب **خلافت راشدہ** میں ثابت کیا ہے میں اُمید کرتا ہوں کہ میری یہ کوشش بہت سے سعادت مندوں کی ہدایت کا باعث ہوگی اور خدا تعالےٰ کے قدوسیوں کی عزت اس ذریعہ سے ظاہر ہوگی اور ایک سخت غلطی کی اصلاح ہوگی۔ جس نے بہت بڑا فساد جہان میں برپا کیا ہے۔

بالآخر مَیں اپنے شیعہ دوست **غلام مرتضیٰ خان** کو کہتا ہوں کہ وہ بے شک اپنے طور پر میری خط و کتابت کو شائع کر دیں شاید انہی کے ذریعہ سے میری یہ درد دل کی باتیں کسی رشید تک پہونچ جائیں اگر انہوں نے مجھے قبول نہیں کیا۔ تو شاید کوئی اَور سعادت و رشد کا فرزند پیدا ہو جائے۔ جو ان صداقت کے جگر گوشوں کی قدر کرے۔ میرا دل بولتا ہے

اور وقت بھی آ گیا ہے کہ قرآن کے علوم دنیا میں پھیلیں گے اور قرآنی علوم کے انتشار سے یہ سب ظلمتیں اور وسوسے جو الباطل نے دنیا میں پھیلائے ہیں پاش پاش ہو جائیں گے۔

عیسویت اور تشیع زنانہ افسانے اور بے سروپا داستانیں ہیں اور انکے پیرو ناکامی اور نامرادی کو سٹیج کے ایکٹر ہیں۔ یہ فضول باتیں اب علوم حقہ کے رُو کے آگے ٹھہر جائیں ممکن نہیں ہاں وہ جو آپ نے نہایت سادگی سے لکھا تھا۔ اور اسپر فخر کیا تھا۔ کہ آیہ وعد اللہ الذین امنوا۔ الآیۃ۔ یعنی آیت استخلاف منسوخ آیت ہے۔ یہ آپ کی ناواقفیت علوم اسلام سے ہے۔ نسخ ایسا مسئلہ ہے۔ جو عقل اور نقل اور سنت اللہ تینوں اصولوں سے ثابت نہیں ہوتا۔ پیغمبر علیہ الصّلوۃ والسلام کی طرف سے کوئی نص صریح اسپر ثابت نہیں۔ خدا تعالےٰ کے کلام میں اس کا کوئی اشارہ نہیں۔ قوم میں اختلاف ہوا ہے کہ کتنی آیتیں منسوخ ہیں کسی نے کوئی تعداد بتائی کسی نے کوئی۔ اسپر اتفاق کا نہ ہونا ہی بتاتا ہے کہ شارع علیہ السّلام کی طرف سے کوئی نص صریح اُس کی تائید میں موجود نہیں اور جس گروہ نے جن آیتوں کو منسوخ کہا ہے بڑی غلط فہمی سے کام لیکر محکمات کو منسوخ کہا ہے اور ایسا بھی ہے کہ ایک شخص ایک آیت کو منسوخ کہتا ہے۔ تو دوسرا رد کرتا ہے اور اسی آیت کو محکم قرار دیتا ہے اور ہم لوگ وہ قوم ہیں جو خدا تعالےٰ کے کلام کو خدا کی ذات کے مانند حیّ۔ قیوم اور لاتبدیل اور لا تنسیخ مانتے ہیں اور جو کچھ بین الدفتین موجود ہے اسی صحیح غیر منسوخ اور واجب العمل مانتے ہیں کوئی شخص اُٹھے اور کوئی آیت منسوخ پیش کرے ہم بفضل اللہ ثابت کر دینگے۔ کہ وہ آیت محکم ہے اور اُسکے فہم نے ٹھوکر کھائی ہے۔

اور علاوہ براں سب سے بڑی بات جسکی طرف آپ کو توجہ کرنی چاہیئے یہ ہے کہ کوئی بھی آجتک قصص اور مواعید میں نسخ کا قائل نہیں ہوا۔ خدا تعالےٰ کی ایک سنت گزشتہ راستبازوں میں جاری تھی اور وہی ہمیشہ کے لیئے ہر ایک نئے سلسلہ حقہ کے صدق کا معیار کامل تھی خدا تعالےٰ نے دکھانا چاہا کہ قرآن کریم بھی ایک سلسلہ حقہ کی بنیاد ڈالنی چاہتا ہے۔ چنانچہ پہلے سلسلہ موسوی سلسلہ کی مماثلت کے اظہار کے لیئے خدا تعالےٰ نے قرآن کریم میں یہ وعدہ فرمایا کہ میں پہلوں کی طرح محمدی سلسلہ کے خدام کو زمین میں جانشین بناؤں گا۔

میرے دوست۔ یہ خدا تعالےٰ قادر مطلق کا عظیم الشان وعدہ اور قرآن اور حامل قرآن علیہ الصّلوۃ والسّلام کی حقیت کا بڑا بھاری معیار تھا۔ آخر یہ حرف بحرف پورا ہوا۔ اور ابوبکر اور عمرؓ

اور اُن کے اتباع کے وجود میں پورا ہوا۔ آپ کہتے ہیں۔ کہ یہ آیت منسوخ ہے۔ خدا تعالیٰ آپ کو
سمجھ دے۔ اگر یہی وعدہ منسوخ ہے۔ اور وعدوں میں نسخ جایز ہے تو امان تو بالکل اُٹھ گیا۔
کیوں ممکن نہیں کہ جناب علی کی وصایت کا وعدہ بھی منسوخ نہ ہو گیا ہو۔ بلکہ اس کا پورا نہ ہونا ہی
بتاتا ہے کہ ضرور منسوخ ہو گیا ہوگا یا خدا تعالیٰ حسب قاعدہ بدا وعدہ کرکے پھر ایک
زبردست جماعت کی قوت دیکھکر پشیمان ہو گیا ہوگا۔ اور پھر کیا ممکن نہیں کہ بارہویں امام
کے ظہور اور شوکت کا وعدہ بھی اندر ہی اندر منسوخ ہو گیا ہو اور آپ لوگ انتظار کی کشمکش
میں قیامت تک گرفتار رہیں۔

غرض یاد رکھو احکام اور قصص اور مواعید میں نسخ نہیں گرمی کی شدت کی وجہ سے زیادہ
لکھ نہیں سکتا۔ عصر کے بعد اس خط کو ختم کرتا ہوں اور خدا تعالیٰ سے چاہتا ہوں کہ وہ آپ کی
دستگیری کرے اور باطل کا اصلی حال آپ پر منکشف کر دے۔ اور ایسا نہ ہو کہ آپ قیامت کے
دن اُن لوگوں میں محشور ہوں۔ جنہوں نے خدا تعالیٰ کے قدوسیوں سے جنگ کی۔ میں پھر
آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ابوبکرؓ و عمرؓ خدا کے برگزیدے۔ اسلام کی روح و رواں اور قرآن
کی برکات کے زندہ ثبوت ہیں۔ ان کی سچائی اور ان کے قایم کردہ سلسلہ کی سچائی کا زندہ
ثبوت یہ ہے کہ آج خدا تعالیٰ نے ضرورت حقہ کے وقت جسے **مسیح موعود** اور **مہدی
مسعود** کرکے نازل کیا ہے وہ بھی ابوبکرؓ و عمرؓ کے خدام اور مویدوں میں سے ہے۔
کوئی ہے۔ جو اس سلسلہ حقہ سے انکار کرے۔ اور پھر آسمانی ہتھیاروں کا مقابلہ کرے جن
سے مسلح ہو کر ہمارا امام میدان میں نکلا ہے +

**وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ
عَلَی النَّبِیِّ الْاَمِیْنِ وَاٰلِهٖ اَجْمَعِیْنَ اٰمِیْن**

عبدالکریم۔ قادیان۔ ۱۴۔ جون سنہ ۱۹۰۰ء